www.novelsclubb.com
پابندِ سَلاسِل
از قلم
مرجان قطب
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

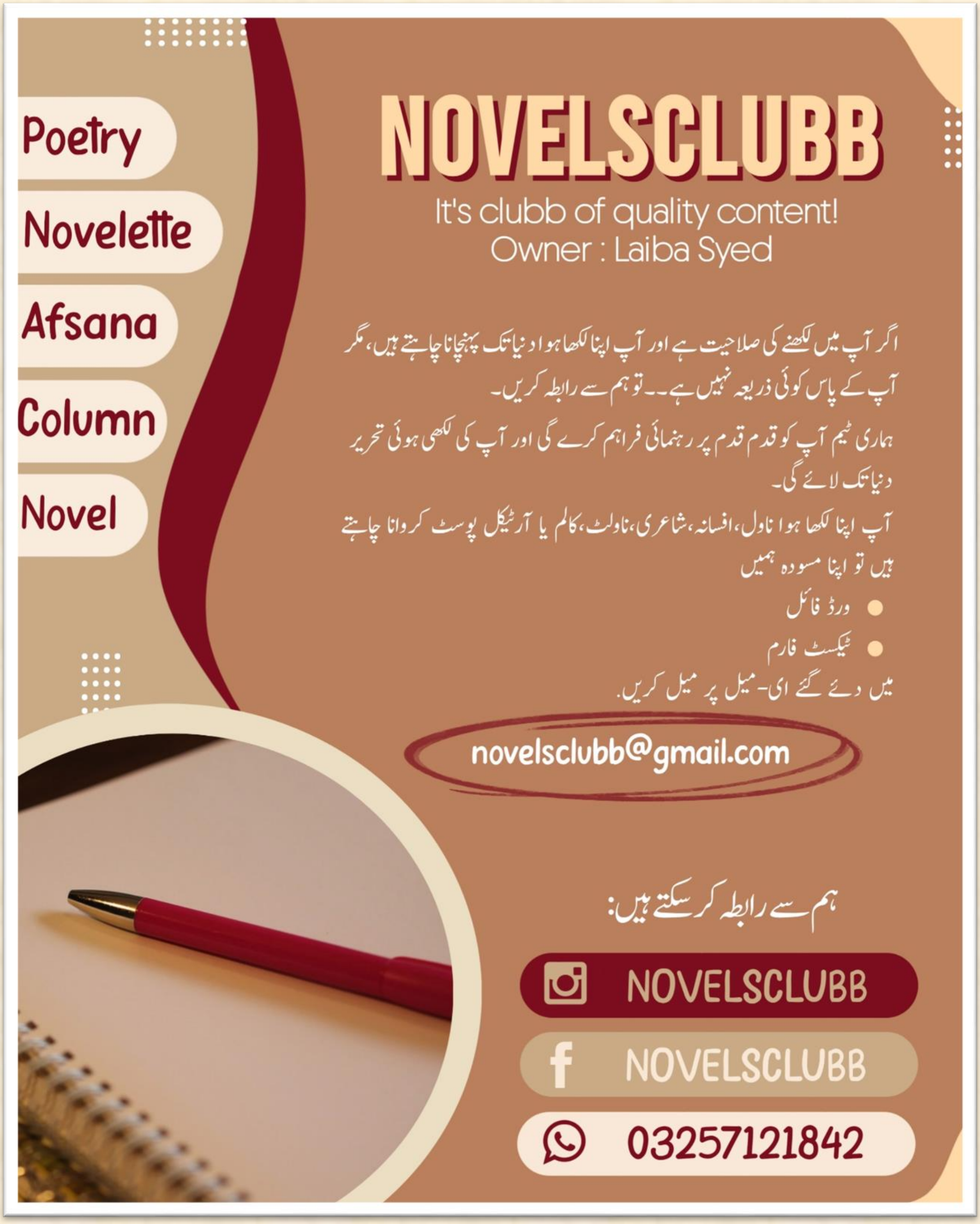

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

پابندِ سلاسل

از قلم

مرجان قطب

Clubb of Quality Content

ناول " تخیل " کے تمام جملہ حق لکھاری "مرجان قطب" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی
صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو
گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال
کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی
حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

'پابندِ سَلاسل' اَز قلم: مرِجان قُطب 1-6

پہلی قِسط:

عباس جان نثار نے بچپن سے لے کر اَب تک ایک ہی لفظ اپنی زندگی اور سماعتوں میں محسوس کیا تھا اور وہ تھا 'اِنتقام'۔ اُسے اِس سفر کا راہی بنانے والے ہاتھ اُسکے اپنوں کے تھے کیونکہ وہ اپنے خاندان کا واحد اِیسا مردِ تھا جسے اُس اِنتقام کو پورا کر کے اپنے خاندان کے کلیجوں کو ٹھنڈا کرنا ہی تھا۔ یہ اِیسا سفر تھا جِس سے اُسکی کوئی واپسی نہیں تھی اور اُسے سَر پر کفن باندھ کر نکلنا تھا۔

"عباس بھائی! داجی آپکو بُلا رہے ہیں۔" بال سُکھاتے اُسکے ہاتھ تھمے۔ چہرہ پھیر کر اُس نے آئینے میں نظر آتے نازنین کے عکس کو دیکھ کر اثبات میں سَر ہلایا اور پِھر عُجلت میں برش کرنے کے بعد قمیض کے اگلے بٹن بند کر کے، کف اُلٹتے ہوئے تیز قدموں سے اپنے کمرے سے نکل کر مردانے کی جانب بڑھا۔ راستے میں ہی اُسے اصغر مل گیا جو اُسے کالج کے ٹرپ کی اجازت دِلاوانے پر بضد تھا۔

"میں بات کرتا ہوں دَا جی سے۔" اُسکا شانہ تھپ کر مُسکرانے پر مجبور کرتے ہوئے وہ اُسی سنجیدگی سے مردانے میں داخل ہوا جہاں جرگے کی بابت بات چیت چل رہی تھی مگر اُسکے اندر آنے پر خاموشی طاری ہو گئی۔

"آؤ عباس!" اُس اُونچے، لمبے وجیہہ اور سنجیدہ مردِ کو آتے دیکھ کر دَا جی کا کلیجہ پُر سکون ہونے لگا۔ سارے غم جو دُشمنوں نے اُنکو دیئے تھے، وہ عباس جان نثار کو دیکھ کر ہمیشہ اپنی حیثیت کھو بیٹھتے۔ کچھ اِیسی ہی محبتِ تھی اُنکو اپنے ولی عہد سے۔ جِس نے سنجیدگی، احساسِ ذمہ داری اور وجاہت اپنے وجیہہ باپ، مُحتسب رحمان سنجرانی سے چُرائی تھی تو شرم و حیا اور خُوش گُفتاری اپنی حسین ماں ماہِ نور مُحتسب سے۔

"اسلام آباد کے لیئے کب نِکل رہے ہو؟" اُنکے اگلے سوال پر اُس نے ایک نظر سب کو دیکھا جو اپنی اہم باتیں چھوڑ کر اُسکی جانب سوالیہ نظروں سے متوجہ ہو گئے تھے۔

"آج شام، اِنشاءاللہ!" اُسکے بھاری لہجے میں جو عظم تھا اُس پر دَا جی کی بوڑھی آنکھیں چمکنے لگیں۔

Clubb of Quality Content

"تم ہمارا کلیجہ ٹھنڈا کرنے جا رہے ہو، عباس۔ خُدا تمہارے مضبوط بازو سلامت رکھے۔ تم نے ہمیں مایوس نہیں کرنا۔" اُنکے نرم لہجے کی شفقت پر عباس نے چہرہ جُھکا کر اثبات میں سَر ہلایا۔

"میں اِنتقام کے لیئے بڑھ کر جوان ہوا ہوں، دَاجی مگر میں کسی عورت کو نشانہ نہیں بناؤں گا۔" اُسکی اگلی مُصمم بات پر مردانے میں اِیسی خاموشی چھاگئی کہ سُوئی بھی گرتی تو حشر بَرپا کر دیتی۔ سردار رحمان بخش سنجرانی چند پَل بے حد گہرائی سے اُسکی چمکتی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھتے رہے۔

"ہم بلوچ ہیں۔ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ عورت کو اِنتقام کا نشانہ بنائیں۔" عباس کی اگلی بات سارا کھاتا کھول کر رکھ دینے والی تھی۔

"یہ کونسی کتابی باتیں کر رہا ہے، دَاجی؟" کلیم بخش سنجرانی نے ناگواری سے عباس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر دَاجی کو گہری سوچ سے باہر نِکالا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"دُشمن، دُشمن ہوتا ہے چاہے پھر مرد ہو یا عورت۔اِسی مقولے پر وہ لوگ چلے تھے۔"اَب کی بار ناگوار لقمہ ڈالنے والے کریم بخش سنجرانی تھے۔عباس نے اُنکو دیکھ کر دَاجی کو دیکھا جِنکی نظریں اندر تک اُتر جانے والی تھیں۔

"ٹھیک ہے! مگر یاد رکھنا دُشمن کی عورت دُشمن کی ہی رہے گی۔"اُنکے باور کرواتے انداز میں کچھ اِیسا تھا کہ عباس نے نظریں پھیر لیں۔وہ بخُوبی اُنکی بات کا مفہوم سمجھ رہا تھا۔

"دَاجی، آپ۔۔۔"کریم بخش نے کچھ کہنا چاہا مگر دَاجی نے ہاتھ بلند کر کے اُنکی بات قطع کر دی۔

"سفر کی تیاری کرو۔"عباس کو اُٹھنے کا عندیا دے کر کہتے ہوئے اُنھوں شجاعت کو اِشارہ کیا۔

"یہ تمہارے ساتھ جائے گا۔"اُنکی اگلی بات پر اُٹھتا عباس ٹھٹک گیا۔ایک نظر شجاعت کو دیکھ کر دَاجی کو دیکھا۔وہ خوب سمجھ رہا تھا کہ شجاعت کو اُس پر نظر رکھنے کے لیئے بھیجا جارہا ہے مگر اُسکا مقصد واضح تھا۔اُسے دُشمن کو گہری چوٹ پہُنچا کر، اِنتقام لے کر اِس تھکاتے سلسلے سے جان چھُڑوانی تھی ورنہ اُسکو ساری زندگی چین نہیں ملنا تھا۔اثبات میں سَر ہلا کر اُٹھنے کے بعد دَاجی کے آگے جُھکا اور اُنکے بڑھتے ہاتھ کی پُشت کو ہونٹوں سے چُھو کر پیچھے ہوا۔

"خُدا تمہارا حامی و ناصر ہو!"اُنکی دُعا پر مردانے میں موجود سب نے یک زُبان ہو کر 'آمین!' کہا۔

"اصغر کو گھومنے جانے کی اجازت دے دیں، دا جی۔ یہی عُمر ہے اُسکی کھیل کود کی۔"اُسکی اگلی بات پر دا جان مُسکرا دیئے۔ جانتے جو تھے کہ جاتے جاتے وہ ضرور اصغر کی سفارش کر کے جائے گا۔ سب سے بڑا ہونے کی وجہ سے حویلی کے لڑکے لڑکیوں کے لیئے عباس جان نثار حوصلے اور اُمید کا اِستعارہ تھا۔ مشکل سے مشکل اور کھٹن سے کھٹن کام اُسکے سَر سونپ کر سب مطمئن ہو جاتے کیونکہ جانتے جو تھے کہ عباس سب کچھ کر سکتا ہے۔ اُسکو بات منوانے کا گُر آتا تھا۔ وہ بس بات کہتا تھا اور مُقابل تسلیم کر لیتا شاید اِسی صفت کی وجہ سے وہ سنجرانی خاندان کے سب مردوں اور لڑکوں سے مُنفرد تھا تبھی تو اِس کام کے لیئے منتخب کیا گیا تھا۔

"ٹھیک ہے مگر اُسکو کہنا جلد واپسی کی کرے ورنہ وہیں سے جوتے مارتے مارتے گھر لائیں گے۔"اُنکی ہدایت پر عباس کے چہرے کو مُسکراہٹ چھُو گئی۔ سیاہ گھنی داڑھی والے وجیہہ، رُعب دار چہرے پر مُسکراہٹ بے حد اچھی لگ رہی تھی۔

"میں بتادیتا ہوں۔ جرگہ کامیاب رہے۔" نرمی سے کہہ کر عباس مردانے سے باہر نِکل آیا۔ اُسکی اسلام آباد جانے کی ساری تیاری ہو چکی تھی بس گھر کی عورتوں سے ملنا تھا اور سامان جیپ میں رکھوانا تھا۔ باہر آ کر راہداری میں کان لگا کے کھڑے اصغر کو دیکھ کر اُسکی مُسکراہٹ کچھ اور گہری ہوئی۔ وہ بہت کم مُسکراتا تھا شاید تبھی اُسکی مُسکراہٹ بڑی پُر کشش تھی۔

"مل گئی اِجازت؟" اُسکی بے صبری دیکھنے لائق تھی۔

"مل گئی اور اگر وقت پر واپس نہ آئے تو میں خود آؤں گا جوتے مار مار کر گھر تک لانے کے لیئے۔" اُسکی تنبیہہ پر اصغر کا کب کا رُکا ہوا سانس بحال ہوا۔ چہک کر اُس نے اُچھلتے ہوئے عباس کے گلے میں بازو ڈالے۔ عباس کام ہو جانے کے بعد ہونے والے اِس لاڈ کا عادی تھا۔

"یار! آپ گریٹ ہیں۔ اللہ پاک آپکی بوڑھے ہونے سے پہلے شادی کروادے۔" اُس نے عباس کی عُمر پر تاک کر نشانہ مارا۔ وہ اُن سب کے فرائض سے سُبکدوش ہونے اور اِنتقام کے چکر میں اپنی عُمر رائیگاں کر رہا تھا اور اُسے اِسکا کوئی افسوس نہیں تھا۔

"میری پر اَب فاتحہ پڑھو اور اپنی تیاری کرو۔" اُسکا کندھا تھپک کر سراسر چڑھاتے ہوئے وہ زنان خانے کی جانب بڑھ گیا جبکہ پیچھے اصغر تلملا کر رہ گیا۔ جانتا تھا کہ اکبر کے بعد اُسکا نمبر

ہے مگر اُسکو یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کرنی تھی اور یہ بات رحیم بخش سنجرانی صاحب کو کون سمجھائے۔

"میرے خیال سے میں واضح کہہ چکی ہوں کہ مجھے یہ آفر کسی صورت منظور نہیں۔" سیل فون کان سے لگائے، سیاہ رنگ کے بیگ کی زنجیر دوسرے ہاتھ میں مُنتقل کرتے ہوئے اُس نے لفٹ کا بٹن جُھک کر دبایا۔

"اگر اُسے بزنس کرنا ہے تو اپنی گھٹیا حرکتیں ترک کرے ورنہ ایسا حشر کروں گی کہ سات نسلیں یاد رکھیں گی اُسکی۔" وہ بولی نہیں غُرائی تھی۔ اُسکے عقب میں کھڑی سیکرٹری نے مُسکراہٹ دبا کر اُس خوبصورت اور پُرو قار سی عورت کو دیکھا جو لگ بھگ اُنیتس، تیس سال کی تھی۔ ڈارک براؤن رنگ کے کُرتے اور سیاہ ٹراؤزر کے اُوپر سیاہ رنگ کے اُوور کوٹ کے ساتھ سَر پر ڈارک براؤن رنگ کا حجاب پہن کر کوٹ کے اندر کر رکھا تھا۔ اُسکے اور سیکرٹری کے حُلیے سے معلوم ہو رہا تھا کہ سردیاں اپنے جوبَن پر ہیں۔

"ٹھیک ہے۔مزید بات کر کے دیکھ لو۔ہماری ڈیمانڈز کلیئر ہیں۔مجھے کل میرے آفس میں اِنٹیریئر کی ٹیم چاہیئے۔" قطعی انداز کے ساتھ اختتامی کلمات کہتے ہی کال مُنقطع کر کے سیل فون زنجیر والے سیاہ بیگ میں ڈال کر چہرہ سیدھا کرنے پر چمکتی لفت کی دیوار میں اُسکا عکس واضح ہوا۔سرمائی رنگ کی آنکھوں والی اُس لڑکی کا چہرہ چونکا دینے والا تھا۔وجہ غیر معمولی حُسن نہیں بلکہ وہ معصومیت تھی جو اُسکے چہرے سے عُمر کے اِس حصّے میں بھی واضح ہو رہی تھی۔اُسکے چہرے اور سُرمائی آنکھوں میں پُختگی اور سختی کے بجائے بے حد نرمی اور حلاوت تھی۔

"کتنی میٹنگز ہیں آج، مِس کائنات؟" اُسکے سوال پر سیکرٹری نے ہاتھ میں تھام رکھے ٹیب کو سفید پین سے کھول کر دیکھا۔

"آج آپ کی احمد ہوم اِنٹیریرز اور شہلا کلا تھنگ کے ساتھ میٹنگز ہیں۔" سیکرٹری کے بتائے جانے پر اُس نے سوچتی نظروں سے چہرہ اُٹھا کر لفٹ کے تیزی سے نیچے جاتے نمبرز کو دیکھا۔

Clubb of Quality Content

"شہلا کلا تھنگ کو اپنا سٹور یہاں کھولنے کا پرمِٹ بھجوا دو۔" چند لمحے کی خاموشی کے بعد اُس نے بہت سوچ سمجھ کر کہا جبکہ سیکرٹری نے 'اوکے میم' کہہ ٹیب بندھ کر دیا۔ لفٹ کا دروازہ مخصوص آواز سے کھلا اور باہر سیاہ اور گولڈن رنگ کی راہداری میں قدم رکھتے ہوئے اُس نے ایک طائرانہ نظر سائیڈ پر ڈالی جہاں آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا۔ راہداری سے گزر کر جِس مین ہال میں آئی وہاں پچاس کے قریب آفس ٹیبلز کے ساتھ لوگ بیٹھے فائلز اور لیپ ٹاپ میں سَر دیئے اپنے کام میں مُنہمک تھے۔ کسی ایک کی نظر اُس تک گئی اور پھِر سب اپنی کرسیاں اور کام چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہونے لگا۔

"اسلام و علیکم، میم!" کتنی ہی آوازیں تھیں اور سب میں خلوص اور احترام نمایاں تھا۔ وہ اُن سب کو اُٹھنے سے کئی بار منع کر چکی تھی مگر اُسکی اُن سب کے لیئے کی گئی فیورز اِتنی زیادہ تھیں کہ سب خود بخود اُسکے احترام میں کھڑے ہونے لگے۔

"و علیکم اسلام! بیٹھے رہیں اور اِسی محنت سے میرا ساتھ دیتے رہیں۔" سب کی جانب دیکھتے ہوئے ہلکا سا سَر کو خم دے کر اپنے آفس کی جانب بڑھ گئی جہاں دیوار پر خوبصورت سیاہ رنگ کی نیم پلیٹ لگی تھی جِس پر سُنہری رنگ سے 'سی-ای-او میزابِ رحمت' کندہ تھا۔ وہ سیاہ

مضبوط دروازے کا ہینڈل دھکیل کر آفس میں داخل ہو گئی۔ آج کا دِن بھی روزانہ کے عام دِنوں کی طرح بے حد مصروف اور تھکا دینے والا تھا۔ ریوالوئنگ چیئر پر بیٹھ کر اُس نے ابھی سُکھ کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ اُسکے آفس کا دروازہ دَھاڑ سے کھلا۔ چونک کر اُس نے چہرہ پھیرا اور پِھر سامنے سے آتے ایم۔ڈی ذکی کو دیکھ کر گہرا سانس لیا۔

"دوبارہ اگر تم اِس طرح میرے آفس میں داخل ہوئے تو جانتے ہو نہ کیا ہو گا۔" اُسکی تنبیہہ پر ذکی نے مُٹھیاں بھینچ کر اُسکو دیکھا۔

"میں نے تم سے کل کہا تھا کہ یہاں شہلا کلاتھنگ کے بجائے میری مرضی کی برینڈ کا آؤٹ لیٹ کُھلے گا تو تم نے کیوں شہلا کو اوکے کا سگنل دیا؟" اُس نے چِلا کر جس طرح سوال کیا میزابِ رحمت اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"مت بُھولو کہ اِن شاپنگ مالز کی مالک میں ہوں اور تم محض ایم۔ڈی۔" اُسکے باور کرواتے انداز پر ذکی نے خون آشام نظروں سے اُسکو دیکھا۔

"تم جانتی ہو نہ دادا نے تمہیں کیوں ہر شے کا مالک بنایا ہے؟" شعلے اُگلتی آنکھوں سے وہ اُسے سنبھل کر رہنے کا عندیہ دے رہا تھا۔

"تم سب بہت بزدل اور ڈرپوک ہو۔اِس کے علاوہ اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔" وہ بہتے پانیوں کی مانند پُرسکون رہی۔ذکی نے تلملا کر اُسکو دیکھا اور ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا۔

"اگر یہاں میں نے اپنی مرضی کا آوٹ لیٹ نہ کُھلوایا تو میرا نام بدل دینا۔" اُسکے انداز کے چیلنج پر اُس نے بے حد غور سے اُسکو دیکھا۔اِس بار جو لہجے میں یقین تھا اُسکی یقیناً کوئی خاص وجہ ہو گی اور وجہ کیا ہو سکتی ہے اُس سے بہتر کون جانتا تھا۔

"ٹھیک ہے! پِھر آئی-ڈی کارڈ پر بھی تبدیل کروانا پڑے گا۔" اُسکے اطمینان میں ذرا فرق نہیں آیا۔اِس سے پہلے کہ ذکی مزید ضبط کھوتا،اُسکا سیل فون بَج اُٹھا۔ایک سخت نظر اُس پر ڈال کر جِس طرح آندھی طوفان بنا اندر آیا تھا ویسے ہی باہر چلا گیا۔اُسکے جاتے ہی اُس نے جُھک کر اِنٹر کام پر سیکرٹری کو کال کر کے کان سے لگایا۔

"دوبارہ اِس بد تہذیبی سے کوئی بھی میرے آفس میں داخل ہوا تو میں لحاظ نہیں کروں گی، مِس کائنات۔" اُسکی نرم تنبیہہ بھی لہو سَرد کر دینے والی تھی۔

"سوری میم! وہ میرے بہت منع کرنے کے باوجود بھی گُھس آئے۔" کائنات نے شرمندگی سے اپنی پوزیشن کلئیر کرنی چاہیئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں اُسکا دماغ ٹھکانے لگاتی ہوں لیکن ضرورت پڑے تو نیچے سے سیکورٹی کو بُلا سکتی ہیں آپ۔" اُسکی ہدایت پر کائنات چونک گئی۔دوسری جانب اُس نے کریڈل رکھ کر ایک نظر کلائی پر پہن رکھی گھڑی کو دیکھا۔اُسے ابھی سائیٹ میٹنگ کے لیئے زی-فوڈز جانا تھا۔ذکی کو وہ بعد میں دیکھ لے گی۔اپنے سیاہ زنجیر والے بیگ سے سارا ضروری سامان نکال کر سیاہ چھوٹے پیک بیگ میں ڈالنے کے بعد ساتھ ہی ٹیبل سے سیاہ رنگ کا لیپ ٹاپ نکال کر رکھا۔ گلاسز کی یقین دہانی کے بعد بیگ بند کر کے کندھے پر ڈالتے ہوئے آفس سے باہر نِکل آئی۔

"میم! میٹنگ میں آدھا گھنٹہ ہے ابھی۔" کائنات کی اطلاع پر اثبات میں سَر ہلا کر آگے بڑھی تو کائنات کو بھی اُسکی تقلید کرنی پڑی۔جانتی جو تھی کہ سی-ای-او مِس میزابِ رحمت اپنے کام کو لے کر کس قدر سنجیدہ اور پرفیکشنسٹ تھیں۔

"ریسٹورنٹ کا ایک راؤنڈ بھی لگانا ہے۔" نرمی سے کائنات کو اطلاع دے کر پھِر سے لفٹ میں داخل ہوئی اور اَب کے لفٹ نیچے پارکنگ لاٹ میں جا رہی تھی۔

سب سے مل کر گھر سے نکلے ہوئے اُسکو ایک گھنٹا ہونے والا تھا۔ عباس کا اِرادہ جلد سے جلد اسلام آباد پہنچنے کا تھا تبھی سارا سامان رکھ کر، اُسکا کہیں رُکنے کا اِرادہ نہیں تھا مگر شجاعت ساتھ ہو اور ایسا ممکن ہو جائے۔ وہ ہر جگہ ہر بے مقصد جگہ جیپ رُکوا کر کچھ نہ کچھ کھانے کو ضرور خریدتا۔

"تم جانتے ہو نہ میں کس مقصد کے لیئے نِکلا ہوں؟" جب اُس نے پھر سے جیپ روکنے کا کہا، عباس نے چہرہ پھیر کر تیز نظر اُس پر ڈالی جس نے کوئی خاطر خواہ اثر نہیں لیا۔

"دُشمن کے چھکے چھڑانے۔" اُسکا اطمینان قابلِ دید تھا۔

"اور بھرے پیٹ سے دُشمن کے چھکے نہیں چھڑائے جاتے۔" اُسکے انداز کی سنجیدگی کو کم از کم شجاعت خاطر میں نہیں لا سکتا تھا۔

"وہ تو آپ چھڑائیں گے تو خالی پیٹ رہیں۔ میں نیند لوں گا اور نیند کے لیئے پیٹ کا بھرا ہونا بہت اہم ہے۔" اُسکی نرالی منطق پر عباس نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

Clubb of Quality Content

"اَب یہ جیپ منزل پر پُہنچ کر ہی رُکے گی۔ ہم سیر سپاٹے کرنے نہیں جا رہے وہاں۔" اُسکے سخت الفاظ پر شجاعت نے بُرا سا مُنہ بنایا۔ وہ اُس سے عمُر میں کم نہ ہوتا تو ضرور مُنہ توڑ جواب دیتا۔

"ٹھیک ہے مت روکیں۔ یہ تو بتائیں کریں گے کیا وہاں جا کر؟" شجاعت کے ذہن میں جس سوال کا کیڑا کب سے کُلبلا رہا تھا، وہی کیا۔

"صورت حال دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ ہو گا۔" موڑ کاٹتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"پِھر بھی کوئی ہینٹ دے دیں۔" وہ جاننے پر بضد تھا۔

"مجھے اُن لوگوں کے بہت قریب رہنا ہے، شجاع تاکہ وار کہاں کرنا ہے یہ معلوم ہو سکے۔" اُسکے لہجے کی پُختگی پر شجاعت نے چونک کر اُسکو دیکھا۔

"جانتے ہیں نہ آپ کہ فوزیہ امی بالکل بھی خُوش نہیں ہیں آپکے اِس مشن سے۔" شجاعت کا وہ سوال نہیں تھا۔

"جانتا ہوں!" مُختصراً جواب آیا۔

"وہ چاہتی ہیں کہ آپ اَب شادی کر کے اپنا گھر بَسائیں۔" شجاعت نے مزید لقمہ دیا۔

"میرے پلانز میں شادی دُور دُور تک نہیں ہے۔" اُسکا اطمینان قابلِ دید تھا۔

"یعنی بوڑھے ہو کر مریں گے؟" بڑی ہی مکاری سے سوال آیا۔

"جوانی میں بھی مر سکتا ہوں۔" اُسکے برجستہ جواب پر مُسکراتے شجاعت کی مُسکراہٹ پھیکی پڑی۔ بے حد غور سے اُس نے عباس کے چہرے کے سخت، کھردرے تاثرات دیکھے۔

"مرنے کے اِرادے سے جارہے ہیں؟" شجاعت کے سوال میں پہلی بار تفکر لہرایا۔

"مارنے کے لیئے۔" اُسکے حوصلے بلند تھے۔

"مرے بغیر واپس جانا ہے!" شجاعت کی یاددہانی پر اُس نے مُسکرا کر سَر ہلایا۔

"دیکھتے ہیں۔ صورتحال نے اِجازت دی تو مار کر نہیں تو مر کر۔" اُسکے انداز میں اِتنی طمانیت تھی کہ شجاعت کا دِل دُکھنے لگا۔ باقی کا سفر سوگوار کرتی خاموشی میں ہی طے ہوا اور پِھر شجاعت نے واقعی کہیں رُکنے کو نہیں کہا۔ یہاں آنے سے قبل ہی عباس نے اپنے دوست کو کہہ کر ایک بنگلہ خرید لیا تھا اور پِھر اُنکی جیپ اُس گھر کے پورچ میں جا کر ہی رُکی۔ دونوں نے سامان اندر رکھا اور پِھر شجاعت صاحب تو ایسا سوئے کہ اُنھیں صُبح ہی اُٹھنا تھا مگر عباس سفر کی ساری تھکن بُھلائے اپنے کمرے کے ساتھ بنے جِم خانے میں آگیا۔ شرٹ اُتار کر بینچ پر رکھتے

ہوئے وہ اِس سردی میں سیاہ سلیولیس شرٹ میں ملبوس ورک آؤٹ میں مصروف ہو چُکا تھا۔
پنچنگ بیگ پر مکے مارتے ہوئے اُسکا ذہن آگے کا لائحہ عمل ترتیب دے رہا تھا۔ دُشمن کے قریب رہنے کے ہر طریقے کو ڈھونڈ کر رد کرتے ہوئے اُسکو ایسا کچھ ڈھونڈنا تھا جس سے کم وقت میں زیادہ اعتبار قائم ہو سکے۔ پسینے سے بکھرتے بالوں کو پیچھے کر کے Preacher Curl Machine پر آ کر بیٹھا۔ Biceps کی ایکسرسائز کے لیئے اُسی مشین کا اِستعمال کیا جاتا ہے۔ اُسکے ذہن کو سب سے زیادہ اچھا فوکس، ورک آوٹ کے دوران ملتا تھا۔ اُسے فُول پُروف پلان بنانا تھا۔ ایک خاص پلانگ کے ساتھ تاکہ دبے پاوں چل کر دُشمن کی رگِ گردن کاٹنے میں دُشواری کا سامنا نہ ہو۔ ہر کام پلانگ سے کرنے اور کرتے رہنے والے کے لیئے اِس بار سب پلان کے مطابق جانا تھا یا نہیں اِسکی اُسے فلحال کچھ خبر نہیں تھی کیونکہ اُس نے اپنا اُونٹ باندھ کر معملات آخر میں ربِ کعبہ کے سُپرد ہی کرنے ہوتے تھے۔ اَب کیا لکھ رکھا تھا قسمت نے اِس اِنتقام کے چکر کے بارے میں اُسے خبر نہیں تھی مگر یہ طے تھا کہ عباس جان نثار اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کو پورے دِل و جان سے مائل تھا۔ وہ سب کچھ تیاگ کر، ساری کشتیاں جلا کر یہاں آیا تھا اور یہاں سے خالی ہاتھ واپس لوٹنے کا اُسکا کوئی اِرادہ نہیں تھا۔

✓تُو میری خانہ بدوشی سے کہاں واقف ہے

میں تو گھر بار اُٹھاؤں گا، چلا جاؤں گا۔۔۔

اُس شاہانہ سے ڈائینگ ہال میں طویل ٹیبل پر لاتعداد کرسیاں لگیں تھیں اور اُس گھر کے سب افراد ناشتے کی ٹیبل پر جمع تھے۔یہ اعلی شان قصر پاکستان کے جانے مانے اِنڈسٹر لیسٹ اور شاپنگ مالز اونر سردار ہاشم بزنجو کا تھا۔وہ بذاتِ خود ساری ذمہ داریاں اپنی آل اولاد پر ڈال کر اَب گھر میں آرام کر رہے تھے مگر اُنکی مخصوص ٹیم ایک ایک بات اُنکے گوش گزار تی تھی جِس میں اُنکی اولاد کی کارگزاریاں صفحہ اول پر تھیں۔

"ہاں بھئی، ذکی! کل کے تماشے کا مقصد کیا تھا؟" ہاشم بزنجو کے سوال پر ماحول میں خاموشی طاری ہو گئی۔سب نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ ذکی اندر تک تلملا کر رہ گیا۔

"کیسا تماشا، بابا جان؟" کاشف بزنجو نے تعجب سے اُنکو دیکھا۔وہ فیکٹریوں کے معملات سنبھالتے تھے اِس لیئے اُنکی ساری توجہ وہیں تھی۔

"یہ تو تم اپنے بے شرم بیٹے سے پوچھو کہ کیوں زیب کے آفس جا کر تماشا لگایا۔" اُنکی آواز ایک دم اُونچی ہوئی۔ سب کی نظریں اطمینان سے ناشتہ کرتی میزابِ رحمت تک گئیں۔

"کیا کر دیا اِس نے، زیبی؟" ذکی کی بہن اور اُسکی کزن زوبیہ کی سرگوشی پر اُس نے چہرہ پھیر کر اُسکو اور پھِر سب کے متوجہ چہروں کو دیکھا۔

"شہلا کلا تھنگ کا سٹور مال میں کھل رہا ہے اور ایم۔ڈی ذکی کو اُسی سے مسئلہ ہے۔" اُسکے سنجیدہ جواب پر سردار ہاشم نے غصے سے اُسکو دیکھا جو اندر ہی اندر کڑھ رہا تھا۔

"معاملا کیا ہے؟" سردار ہاشم کی چھوٹی بہو، آمینہ کاشف کو بیٹے کے لیئے میدان میں کودنا ہی پڑا۔

"میں چاہتا ہوں کہ ماریہ کلا تھنگ کا سٹور کُھلے۔ اُس سے ہمارا پروفٹ بہت زیادہ آئے گا اور۔۔۔" ہاشم بزنجو اور اپنے ماں، باپ کی توجہ پا کر وہ جو تیز تیز اپنا مُدعا پیش کرنے لگا تھا، میزابِ رحمت کی مُداخلت پر ٹھہر گیا۔

"بزنس میں اپنی چاہت نہیں کاروبار کا مفاد دیکھا جاتا ہے اور وہ تمہاری ماریہ جتنا لون اُٹھا کر کلاتھنگ لانچ کر رہی ہے سارا خسارا ہمارے کندھوں پر آئے گا۔" اُسکے دوٹوک لہجے میں واضح تنبیہہ تھی۔

"یہ کس طرح بات کر رہی ہو تم میرے بیٹے سے؟" آمینہ بیگم کو اُس ہاشم بزنجو کی لاڈلی کی اکڑ کبھی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔

"یہ آپ اپنے بیٹے سے پوچھیں کہ میرے اور بورڈ آف ڈائریکٹرز کے اِنکار کے باوجود میری محنت کو کیوں ضائع کر رہا ہے۔" اُسکا لہجہ اُن سے بھی سخت اور اُونچا ہوا۔ ہاشم بزنجو نے مُسکرا کر اُسکے انداز و اطوار دیکھے۔ اِیسے ہی تو نہیں اُنہوں نے اپنی اِس پوتی کو اپنے کل کا اِختیار دے رکھا تھا۔ اُنکا کاروبار اِسی پوتی کی وجہ سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ بلا کی ذہین، بہادر اور بزنس کی خوب سمجھ بوجھ رکھنے والی عورت تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ بزنس میں جذبات کی کوئی جگہ نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ اپنا مفاد دیکھا جاتا ہے۔

"میں اپنی برسوں کی محنت کو ضائع کرنے کی اِجازت کسی کو بھی نہیں دوں گی، دادا جان۔" ہاشم بزنجو کی بوڑھی آنکھوں میں دیکھ کر اُس نے تنبیہہ کرتے ہوئے اُنکو چونکا دیا۔ وہ جانتے

تھے یہ خسارے میں جانے والا مال اُنہوں نے اُسکی قابلیت کو جانچنے کے لیئے اُسکی بزنس کی ڈگری مکمل ہونے کے بعد اُسکے حوالے کیا تھا اور مال کو شہر کا مشہور شاپنگ مال بنانے میں اُسکو چار سال لگے تھے۔ اُس مال پر اُس نے اپنا خون، پسینہ ایک کیا تھا۔

"تمہاری زُبان روز بروز لمبی نہیں ہوتی جا رہی؟" طنزیہ سا سوال کب سے خاموش بیٹھی اُسکی بیوہ پھوپھو رفعت کی جانب سے آیا تھا۔

"اِسی لمبی زُبان کی وجہ سے میرا کاروبار چل رہا ہے۔" اُسے ہر ایک کی زُبان بند کرنی آتی تھی۔

"اپ نے اِسے بہت چھُوٹ دے رکھی ہے، بابا جان۔ اپنے ہر سیاہ اور سفید کا اِختیار اِسکے ہاتھ میں تھما کر آپ اپنے بیٹوں، پوتوں اور نواسے کی بے عزتی کرتے آ رہے ہیں۔" رفعت نے ایک کینہ توز نظر میزاب پر ڈال کر مُسکراتے ہاشم بزنجو کو سنجیدہ کر دیا۔

"اگر اِن سب مردوں میں کوئی ایک بھی اِسکے جتنا سمجھ دار، ذہین اور بہادر ہوتا تو میں ضرور اپنے کل کا اِختیار دیتا۔" اُنکی اگلی بات اُس قصر کے مردوں کو تازیانے کی طرح ایک بار پھِر لگی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ہاشم بزنجو نے اپنی جائیداد اور کاروبار کا تقریباً ساٹھ فیصد اُسکے نام کرنے کے ساتھ اُسے ہر اِختیار دے رکھا تھا۔اُنکی پاور آف اٹرنی اُسی کے پاس تھی جو مال کو کامیاب کرنے پر میزابِ رحمت کو دو سال پہلے ملی تھی۔

"تمہاری فیکٹریوں میں جب بھی مزدور سٹرائیک پر جاتے ہیں،مال کم پڑتا ہے،بجٹ آؤٹ ہوتا ہے،آڈٹ والے آتے ہیں تو کس کو لین دین کے لیئے بُلاتے ہو تم؟"اُنہوں نے کاشف اور مُدثر کو دیکھ کر سنجیدگی سے سوال کیا۔مُدثر،اُنکا نواسا،اُنکی اکلوتی بیوہ بیٹی کا بیٹا تھا تبھی اُنہوں نے سب سے فائدہ مند کنسٹرکشن فیکٹریاں اُسکے اور اپنے بیٹے کاشف کے نام کی تھی۔

"زیب کو!"مُدثر نے نرمی سے تسلیم کیا۔وہ اِس سب میں ہاشم بزنجو کا ہمنوا تھا۔اُسے میزابِ رحمت کی صلاحیتوں اور خوبیاں پر پورا اعتبار تھا تبھی اپنے کاروبار کے ہر معاملے میں اُسکو ضرور شامل کرتا۔یہ کرنے کا اُسے ہاشم بزنجو نے ہی کہا تھ اور ایسا کر کے مُدثر ہمیشہ فائدے میں رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تو پھر تماشے لگانے کے بجائے خود کو ثابت کرو، ذکی۔" اُنکے قطعی انداز پر ذکی نے ایک ناگوار نظر میزابِ رحمت کی اُٹھی گردن پر ڈالی۔ جی چاہ رہا تھا اُس عورت کی فخر سے تنی گردن مروڑ کر رکھ دے مگر وہ داداجان کی چہیتی تھی اِسی لیئے اِیسا صرف سوچا جا سکتا تھا۔

"میرے خیال سے تمہیں یہاں میں کسی کام کے لیئے لے کر آیا ہوں۔" سڑک کراس کرنے کو پُل پر چڑھتے ہوئے اُس نے ہاتھ سیاہ ہڈی کی جیب میں ڈال کر میٹھا طنز کیا مگر اُسکے برابر شجاعت تھا جسے اپنے نام کی طرح ڈھٹائی میں شجاعت حاصل تھی۔

"آپ مجھے کچھ زیادہ ہی ہلکے میں نہیں لینا شروع ہو گئے۔" اُسکی شوخی کو نظر انداز کر کے عباس نے نفی میں سَر ہلایا۔

"تم رہنے ہی دو۔ فضول میں وقت ضائع کرنے کے لیئے یہاں خوار کروا رہے ہو۔" جیپ کے بجائے وہ پیدل ہی چل رہے تھے۔ صُبح کے اُوقات میں پاکستان کے دارالحکومت، اسلام آباد میں ہمیشہ کی طرح پُر سکون سکنیت طاری تھی۔ عام شہروں کی نسبت یہاں خاموشی، چڑیوں کی چہکار، آنکھوں کو تراوہٹ پُہنچاتا سبزہ اور مارگلہ کے پہاڑ دیکھنے والے پر بہت

خوبصورت سا تاثر چھوڑتے۔ عباس جانثار کا بلوچستان کے ضلع چاغی میں نسلوں سے آباد، سرداری کرتے سنجرانی قبیلے سے تعلق تھا۔ بلوچستان، پاکستان کا رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہونے کے ساتھ ساتھ قدرتی ذرائع اور ذخائر سے مالامال ہونے کے باوجود باقی صوبوں کی نسبت وہ مقام حاصل نہیں کر سکا جو اُسکا حق تھا مگر یہاں کے لوگ اِنتہائی مُحب الوطنی اور جانفشانی سے ہر آنے والی حکومت کو اپنے حقوق یاد دِلاتے آرہے تھے اور یوں بعض اوقات حقوق پورے ہوتے اور کبھی کبھار پامال مگر پاکستان کی ترقی اور خوشحالی میں بلوچستان اور اُسکے پُر خلوص لوگوں کے اہم کردار کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اَمن واَمان کو قائم رکھنے کے لیئے قبائلی جرگوں نے اُس علاقے میں جو امن قائم کر رکھا تھا وہ سرکاری اداروں کے بھی شاید بس کی بات نہیں تھا اور لائقِ تحسین تھا۔ وہ پہاڑوں کا بیٹا تھا مگر بدلا لینے کو اُسے اپنے بلند و بالا پہاڑوں سے اُتر کر دارالحکومت میں آنا پڑا۔ قبائل کی اِس جنگ میں عدالتی فیصلہ ہمیشہ سنجرانی قبیلے کے حق میں آنے کے باوجود، بزنجو قبیلے نے اُن فیصلوں کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے دُشمنی اور غضب کی روایت ہمیشہ قائم رکھی۔

"جب آپ کل جم میں اپنی بوڈی بنا رہے تھے تب یہ شجاعت کا اِستعارہ معلومات اکھٹی کر رہا تھا۔" عباس کو رُعب میں لانے کے لیئے اُس نے کندھے چوڑے کرنے چاہے۔

"پھر کس حد تک کامیاب ہوئے؟" وہ شجاعت کی سُوئی ہوئی صلاحیتوں کو جگانے کے ایک سو ایک طریقوں سے واقف تھا تبھی رُعب میں آئے بغیر سوال آیا۔

"آپ بُرے پھنسنے والے ہیں، عباس بھائی۔" شجاعت کی اگلی بات میں کچھ اِیسا تھا کہ عباس کے قدم تھم گئے۔ چہرہ پھیر کر سنجیدگی سے اُسکو دیکھا مگر شجاعت علی بھی مرِجانے کی حد تک سنجیدہ تھا۔

"کیا دُشمن کو میرے آنے کی خبر ہو گئی ہے؟" وہ جانتا تھا کہ اپنی شناخت یہاں مُخفی رکھنے کے لیئے اُس نے کیا کیا پاپڑ بیلے تھے تبھی یہ سوال کیا۔

"بالکل نہیں! لیکن جِس چیز سے بھاگ رہے تھے آپ وہی مُقابل آگئی ہے آپ کے۔" شجاعت کا انداز معنی خیز ہوا۔

"اگر ایک سکینڈ کے اندر بات مکمل نہیں کی تو تم میرے ہاتھوں نہیں بچو گے۔" اُسکے بلاوجہ بات کو طُول دینے کی عادت سے عباس ساخت عاجز تھا۔

"سردار ہاشم کی سیاہ سفید کی مَالک ایک عورت ہے اور آپکا مقابلہ اَب ایک عورت کے ساتھ ہو گا۔" شجاعت کی بات پر وہ اندر تک چونک گیا مگر چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا گیا۔

"میری دُشمنی اُس عورت سے نہیں اُس گھر کے مردوں سے ہے۔ عورت سے نہ مُقابلہ کیا جاتا ہے نہ اِنتقام لیتے ہیں۔" اُسکے آہنی لہجے کے اِرادے واضح تھے۔

"خیر! باقی کیا خبر ہے؟" سَر جھٹک کر باقی باتوں کی جانب توجہ دِلائی گئی۔

"باقی سب کچھ آپکی معلومات کے مطابق دُرست ہے۔ سردار ہاشم بزنجو سارے کاروباری معملات بیٹوں، پوتوں، نواسے اور پوتی کے حوالے کر کے اپنے قصر میں شان کی زندگی گزار رہا ہے اور اُسکا ایک ہی بیٹا زندہ ہے، کاشف بزنجو۔ اَصفہان بزنجو مر چُکا ہے اور ایک بیوہ بہن ہے۔" شجاعت وہی معلومات دُوہرا رہا تھا جِس سے عباس واقف تھا۔

"سب عورتیں بزنس میں ہیں اُس خاندان کی؟" اُسکے سوال پر شجاعت نے ایک پَل کو سوچا اور پھِر نفی میں سَر ہلایا۔

"نہیں! ایک ہی پُوتی جِس کا بتا رہا تھا آپ کو کہ ہاشم بزنجو کی منظورِ نظر ہے۔ سب سیاہ سفید کی مالک۔" اُسکی تفصیل پر عباس نے سَر جھٹکا۔ یہ بات اُسکے پلان کے خلاف جا رہی تھی۔ اُسے کچھ اور سوچنا ہوگا۔

"لیکن ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟"رُک کر اُس نے سوالیہ نظروں سے اُسکو دیکھ کر دائیں آبرو اُٹھائی۔اُسکی دائیں آبرو اُٹھانے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اُسکی بس ہو چکی ہے اور اَب مُقابل کی خیر نہیں۔

"ہم یہاں آپ کے حریف کو دیکھنے آئے ہیں۔"مُسکراہٹ دبا کر اُس نے فخر سے کندھے اَچکائے۔عباس کے بے تاثر تاثرات میں کوئی تبدیلی نہ آتے دیکھ کر اُس نے کئی رقبے پر پھیلے شاندار سے قصر کی جانب ہاتھ سے اِشارہ کیا۔وہ یقیناً اُس قصر کا عقبی حصّہ تھا۔عباس نے بے دِلی سے بائی پاس کی ریلنگ سے ٹیک لگالی۔

"وہ لڑکی جو بالکونی میں کھڑی ہے،وہی ہے آپکی اصل حریف۔سردار ہاشم بزنجو کی پوتی اور سردار اَصفہان کی بیٹی۔"شجاعت کے کہے جانے پر وہ جو پُشت ریلنگ سے ٹِکا کر کھڑا تھا،تیزی سے اُس جانب پلٹا۔بالکونی میں موجود لڑکی کی اُنکی جانب پُشت تھی۔وہ کھڑکی پر بیٹھی کوئی کتاب ہاتھ میں تھامے پورے اِنہماک سے متوجہ تھی۔عباس چندپَل خاموشی سے کھڑا وہاں دیکھتا رہا۔اُن کے بیچ خاموش سڑک پر ہزاروں کی تعداد میں کبوتر فرصت سے بیٹھے خوبصورت موسم سے لُطف اندوز ہو کر دانہ چُگ رہے تھے تبھی اُس نے زوردار تالی بجائی اور

سارے کبوتر ایک ساتھ پھڑ پھڑا کر ہوا میں اُڑے۔ کتاب میں مُنہمک لڑکی نے پرندوں کی پھڑ پھڑاہٹ پر چونک کر چہرہ پھیرا۔ سیاہ ریشمی دوپٹے کے ہالے میں مُقید چہرے کا نیم رُخ اور سُرمائی آنکھیں جان لیوا تھیں۔ وہ بھی سانس نہیں لے سکا۔ اِتنی دُوری کے باوجود بھی اُس لڑکی کا نیم رُخ ہوش اُڑا دینے والا تھا۔ عباس جانثار کو اپنے سانس تھم جانے کی وجہ سمجھ نہیں آسکی۔ اُسے آج سے پہلے اپنی نظر کی تیزی کا اندازہ تک نہیں تھا مگر یہ کیفیت پَل بھَر کی تھی۔ اُس نے ریلنگ سے ٹیک لگا کر اُس لڑکی کے متوجہ ہونے سے پہلے چہرہ پھیر لیا۔

"اِتنی دُور سے سہی نظر تو نہیں آئی مگر یہ موقع اچھا تھا۔" شجاعت نے اُسکو سیل فون جیب سے نکالتے دیکھ کر آہستگی سے کہا۔ سارا جُوش اپنے آپ مرِ گیا۔ جانتا جو تھا عباس کی فطرت کو۔

"گھر چلتے ہیں۔" شجاعت کے کہنے پر وہ جو تیزی سے میسج ٹائپ کر رہا تھا، چونک گیا اور پھر اثبات میں سَر ہلا کر دونوں ایک ساتھ قدم سے قدم مِلا کر اُس قصر سے دُور ہوتے جا رہے تھے جہاں اُنکے دُشمنوں کا بسیرا تھا۔ بالکونی میں کھڑی اُس لڑکی کا نیم رُخ جو پہلے واضح نہیں تھا، اَب مکمل صاف ہوا۔ کتاب سائیڈ پر رکھ کر دلچسپی سے دانا چُگتے کبوتروں کے غول کو دیکھنے

Clubb of Quality Content

لگی۔اُس توجہ سے دیکھتی عورت کا نام 'میزابِ رحمت' تھا اور وہی عباس جان نثار کی حریف تھی۔اِیسی حریف جِس کا اُس نے نام تک جاننے کی کوشش نہیں کی۔

✓نام سے کوئی نہیں جانتا زنداں میں مجھے

اپنی زنجیر سے پہچان لیا جاتا ہوں۔۔۔

(اُسامہ خالد)

"زی-فوڈز سے میٹنگ کے بعد آپکو شہلا کلا تھنگ کے لانچ پر جانا ہوگا۔" کائنات کے بتائے جانے پر اُس نے سَر اثبات میں ہلا کر گاڑی کو زی-فوڈز کی جانب موڑ دیا۔اِتنے بڑے مالز اور کاروبار کی مالک ہونے کے باوجود وہ گاڑی خود چلا رہی تھی تو یہ تعجب کی بات تھی مگر اُسکے لیئے نہیں۔اُسکے لیئے شوفر اور سیکورٹی کے لیئے کام کرنے والے اُس پر آئے روز ہونے والے حملوں اور مسئلوں سے تنگ آکر مہینے کے اندر اندر کام چھُوڑ دیتے اور یہ سلسلہ تقریباً تین سال تک متواتر چلتا رہا اور پھر اُس نے سیکورٹی اور ڈرائیور رکھنے چھُوڑ دیئے گو کہ ہاشم بزنجو کی جانب سے بہت پریشر تھا اور وہ ہمیشہ گارڈز کی ایک ٹیم کو اُسکے پیچھے روانہ رکھتے تھے

مگر اُس پر اِتنے حملے ہوئے تھے کہ شاید موت کا خوف اُسکے اندر سے نِکل گیا تھا یا پھر اپنے کاروبار کو لے کر بے خوف ہو گئی تھی۔

"میم! میں گاڑی چلا لیتی ہوں۔" کائنات نے وقفے کے بعد کہا تو اُس نے مُسکرا کر نفی میں سَر ہلایا۔

"آپ مجھے بریف کریں۔" اُسکے کہنے پر کائنات کھنکار کر شروع ہو گئی۔ ہر چھوٹا، بڑا پہلو، زی فوڈز کی سیلز ویلیو، خسارہ، لیگل مسئلے تمام اُسکو بتا چُکی تبھی سامنے زی۔فوڈز کی عمارت آنے پر اُس نے پارکنگ میں گاڑی کھڑی کی۔ زی۔فوڈز کا مالک زوریز سکندر جو آگے بڑھ کر پیچھے کا دروازہ کھولنے والا تھا، ڈرائیونگ سیٹ سے ایک وقار سے اُترتی عورت کو دیکھ کر چونکتے ہوئے پیچھے ہوا۔ اُسکے سٹاف کے اہم افراد اُس وقت باہر اُسکے اِستقبال کے لیئے آئے تھے۔

"اسلام علیکم!" سب کو دیکھ کر اُس نے نرمی سے کہا جبکہ زوریز سکندر نے مُسکرا کر ہاتھ آگے بڑھانا چاہا مگر وہ پہلے ہی آگے بڑھ کر سب سے مِلنے لگی۔ چہرہ پھیر کر زوریز سکندر نے اُسکو دیکھا جو صرف عورتوں سے ہاتھ مِلا رہی تھی اور مردوں کو بس سلام کر رہی تھی تو اپنے پھیلا رکھے ہاتھ سے گردن کی پُشت سہلا کر اُسکی جانب بڑھا۔

"آیئے اندر چلتے ہیں۔" آگے بڑھ کر اُس کے لیئے شیشے کا دروازہ کھولنا چاہا جبکہ میزابِ رحمت پہلے ہی اثبات میں سَر ہلا کر دھکیلتے ہوئے اندر بڑھ گئی۔ ضوریز سکندر ایک پَل کو نا سمجھی سے تھما اور پھِر تیز قدموں سے اپنی ٹیم کو ضروری ہدایات دے کر اُس کے ہمقدم ہوا جو اپنی سُرمائی آنکھوں کی گہرائی سے اُس ریسٹورنٹ کا تفصیلی معائنہ کر رہی تھی۔

"صفائی کا اچھا اِنتظام ہے۔" اُسکے تعریفی تبصرے پر زوریز سکندر نے مُسکرا کر داد قبول کی۔

"میٹنگ کے لیئے سب تیار ہیں۔" سامنے شیشے کے کانفرنس روم جہاں طویل میز کے گردن پچاس کے لگ بھگ لوگ محوِ انتظار تھے، وہاں اِشارہ کیا گیا۔ اثبات میں سَر ہلا کر میزابِ رحمت آگے بڑھی اور خود ہی دروازہ دھکیل کر اندر آگئی جبکہ ضوریز کے کھول رکھے دوسرے دروازے سے گزرتے ہوئے کائنات نے مُسکرا کر سَر کو ہلکا سا خم کیا۔

"اسلام علیکم!" اُسکے آتے ہی سب اپنی کرسیاں چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ نرمی سے مُسکرا کر اُنکو بیٹھنے کا اِشارہ کرکے اُس نے سامنے کی دو کرسیوں میں سے ایک سنبھال کر اپنے بیگ سے لیپ ٹاپ نکال کر ٹیبل پر رکھا تب تک زوریز سکندر اُسکے برابر والی کرسی سنبھال چُکا تھا۔

"جی! شروع کریں۔" اُسکے کہے جانے پر پروجیکٹ ہیڈ اُٹھ کر ڈائس تک گیا اور اپنا لیپ ٹاپ پروجیکٹر سے کنیکٹ کرنے کے بعد اُس میٹنگ کے مقصد اور فوائد بتانے لگا۔ وہ بے حد غور سے پروجیکٹر سکرین پر چلتی پریزینٹیشن کو دیکھ رہی تھی۔ اِس میٹنگ کے بعد ہی اُس نے فیصلہ لینا تھا کہ زی۔فوڈز اُنکے مالز کے فوڈ کورٹ میں آسکتی ہے یا نہیں۔

"پچھلے دو سال کی سیلز کا چارٹ آپ دکھا سکتے ہیں؟" پریزنٹیشن دیتے شخص کو اُس نے براہِ راست کہتے ہوئے اپنے بیگ سے پانی کی بوتل نکال کر کھولی۔ زوریز سکندر نے چہرہ پھیر کر اُسکو ناسمجھی سے دیکھا جو پانی کا گلاس سامنے پڑا ہونے کے باوجود۔۔۔ خیر! سَر جھٹک کر اُسکو پانی پیتے دیکھ کر اُس نے سامنے دیکھا جہاں پچھلے دو سالوں کی سیلز دِکھائی جارہی تھی۔

"بہت زبردست بریفنگ تھی، جذاک اللہ۔" بریفنگ ختم کرکے اپنی کرسی پر آتے شخص کے لیئے میزابِ رحمت جیسے ہی کھڑی ہوئی سب نے چونک کر اُسکو دیکھا جبکہ اُس تعریف پر پروجیکٹ ہیڈ حمدان کا چہرہ کھل اُٹھا۔

"تھینک یو، میم!" مُسکرا کر کہتے ہوئے اُس نے کرسی سنبھال لی۔ پِھر ایک دو اور لوگوں نے بڑی جامع اور پی۔پی۔ٹی دی جِس سے اُسکے لیئے فیصلہ لینا آسان ہو گیا۔

"فوڈ کورٹ میں آنے کے ساتھ میں چاہتی ہوں آپکی سوشل میڈیا مارکیٹینگ ٹیم ہمارے آفس میں آکر کام کرے۔" اُسکے کہے جانے پر حمدان نے زوریز سکندر کو دیکھا۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" میزابِ رحمت کی بڑھائی گئی فائل تھامتے ہوئے اُس نے سوچے بغیر کہہ دیا۔ اُس مال کے فوڈ کورٹ میں آنا اُسکے اِس سال کا ٹارگٹ تھا۔ جِتنا مقابلہ اِس عورت نے مارکیٹ میں اُٹھار کھا تھا اُسکے بعد سی-ای-او میزابِ رحمت کے ساتھ کام کرنا مشکل تھا کیونکہ وہ بہت سوچ سمجھ کر اپنے پارٹنرز چُنتی تھی۔ فائل پر دستخط کرتے ہوئے میزابِ رحمت کی جانب بڑھائی۔ 'جذاک اللہ' کے ساتھ تھامتے ہوئے اُس نے سیاہ پین سے دستخط کر کے فائل ساتھ بیٹھی کائنات کے حوالے کر دی۔

"آپ سب کے ساتھ کام کرنا یقیناً بہت فائدہ مند ہوگا۔" اُٹھ کھڑے ہو کر اُس نے سب لوگوں کو شائستگی سے کہا۔ اُسکے اُٹھتے ہی کائنات نے کرسی کی پُشت پر رکھا اُسکا اور کوٹ بازو پر رکھ لیا۔

"تھینک یو، زوریز صاحب۔" اپنے مال کی ڈیل کی فائل اُسکی جانب بڑھائی جِسے زوریز سکندر نے حمدان کو پکڑا دی۔

Clubb of Quality Content

"ہمارے ریسٹورنٹ کا ویزٹ کرنا چاہیں گی آپ؟" وہ جو پیک بیگ پہن رہی تھی، زوریز سکندر کی بات پر چونک کر چہرہ اُٹھایا۔ چند پل کو سب کے پُر اُمید چہروں کو دیکھا اور پھر اِنکار دَم توڑ گیا۔ پہلے اُسکا اِرادہ حالانکہ ویزٹ کا تھا مگر اُس نے میٹنگ کے دوران خود ہی اُس اِرادے کو رَد کر دیا تھا کیونکہ اُسے جلدی تھی۔

"شیور مگر میں کچن سے سٹارٹ لینا چاہوں گی۔" اُسکے کہے جانے پر زوریز سکندر اور سارے سٹاف کے چہرے کی رونق بڑھ گئی۔ پھر وہ پوری ٹیم کے ہمراہ زی۔فوڈز کے ویزٹ پر نِکل کھڑی ہوئی۔ تین منزلہ وہ خوبصورت سا ریسٹورنٹ اسلام آباد میں ایک بہت اچھا نام رکھتا تھا اور اِسکی باقی برانچز لاہور، مری، فیصل آباد، کوئٹہ اور نوشہرہ میں بھی تھیں۔ اِتنی ترقی اور مشہوری کے باوجود اُس ریسٹورنٹ نے کبھی کسی مال میں اپنا فوڈ کورٹ نہیں لانچ کیا اور یہ پہلی بار تھا اِسی لیئے زی۔فوڈز کو میڈیا کوریج اور بہت سے لوگوں کی نظروں کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا تھا۔ ابھی میزابِ رحمت ساری ٹیم کے ہمراہ کچن اور اُوپر کا وزٹ کر کے گراؤنڈ فلور پر آئی ہی تھی کہ وہاں مچتے شور اور بھگ دڑ پر سب پریشانی اور ناسمجھی سے ٹھہر گئے۔ سیکورٹی بھاگ کر اُس جانب جا رہی تھی جہاں لوگوں کا رش اکھٹا تھا۔

"کیا ہوا، متین؟" زوریز سکندر نے ایک گارڈ کو روک کر پریشانی سے پوچھا۔

"سَر! کوئی کسٹمر توڑ پھوڑ اور تماشا کر رہا ہے۔" اطلاع دے کر گارڈ بھاگ کر آگے بڑھ گیا جبکہ میزابِ رحمت کسی خیال کے تحت چونک کر رش کو چیرتے ہوئے آگے بڑھی۔ زوریز سکندر جو حمدان کو ضروری ہدایت دے رہا تھا اُس کو آگے بڑھتے دیکھ کر بوکھلا کر اُسکے پیچھے بھاگا۔ سامنے آکر میزابِ رحمت کو گہرا سانس لینا پڑا کیونکہ شاید معاملہ وہی تھا جیسا وہ سمجھ رہی تھی۔

ایک آدمی تیز دَھار چُھری کو تھامے کرسیاں اُٹھا اُٹھا کے اِدھر اُدھر پھینک کر کاونٹر پر کھڑے سٹاف کو ہراساں کرنے کے ساتھ اِرد گرد لوگوں کو بھی بدحواس کر رہا تھا۔

"آگے کوئی نہ بڑھے ورنہ میں اِس پورے ریسٹورنٹ کو آگ لگا دوں گا۔" سائیڈ پر پڑے سفید کین کی جانب اِشارہ کر کے وہ چیخ اُٹھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے خود پر سارا کین خالی کر دیا۔ زوریز سکندر نے تلملا کر پیشانی سہلائی۔ یہ تماشا بھی آج ہی ہونا تھا۔

"یہ سب کرنے سے صرف آپ کا نقصان ہو رہا ہے، معلوم ہے نہ آپ کو؟" پریشان اور بدحواس مجمے میں کھڑی اُس اُٹھی گردن والی پُر وقار عورت نے نہایت اطمینان سے بتا کر

اُس گیلے ہوئے شخص کو چونکا دیا۔ صاف واضح تھا کہ وہ سوال نہیں ہے۔ کرسی اُٹھا کر کاؤنٹر پر پھینکنے کو تیار اُس شخص کا ہاتھ تھما۔

"معلوم ہے نہ اِس دُنیا کے قانون کا۔ ظالم بچ جاتا ہے اور مظلوم پس جائے گا۔" اُسکی آواز نہ بہت مدھم تھی نہ بہت اُونچی۔ اُس بہتے جھرنے جیسی آواز پر کھڑکی کے پاس موجود ٹیبل سے کھانا کھا کر اُٹھتا عباس جانثار ٹھہر گیا۔

"لگتا ہے مسئلہ پیچیدہ ہے۔" اُس تماشے کو انجوائے کرتے شجاعت نے بڑے مزے سے کہا جبکہ عباس کرسی دھکیل کر تماشے کی جانب آیا یوں کہ تماشا کرتے آدمی کی پُشت اُسکی جانب تھی۔

"زوریز صاحب! سیکورٹی کی ضرورت نہیں۔" قدم نامحسوس انداز میں اُس آدمی کی جانب بڑھاتے ہوئے میزابِ رحمت نے چہرہ پھیر کر نرمی سے کہا اور عین اُس شخص کے سامنے آکر اُسکے کان کی جانب جُھکی۔

"اگر میں آپ کی جگہ ہوتی تو کسی کو ڈھال بنا کر پولیس کے آنے سے پہلے نکل جاتی کیونکہ یہاں بے بس کا ساتھ کوئی نہیں دیتا۔" اُسکی سرگوشی اِتنی آہستہ نہیں تھی کہ پیچھے کھڑے

Clubb of Quality Content

شخص تک نہ جاتی جو حیرانگی سے اُس عورت کو اُس آدمی کی جانب چہرہ کیئے جُھکتے دیکھ رہا تھا۔

اُس عورت کا رُخ اُس پر واضح نہیں ہو سکا۔ اُس مٹی کے تیل سے بھیگے آدمی نے اُن سُرمائی آنکھوں میں دیکھا اور اُن آنکھوں کی مالکن نے خود کو ڈھال بنانے کا خاموش اِشارہ کیا۔

لپک کر اُسکو ایک جھٹکے کے ساتھ کندھے سے تھامتے ہوئے اُس نے سارے مجمعے کو خوفزدہ کر دیا۔ کتنے لوگوں کی چیخیں نِکل گئیں۔ پیچھے کھڑا مرِدنا سمجھی سے اُس دیدہ دلیر عورت کی پُشت دیکھ رہا تھا۔

"کوئی میرے قریب نہ آئے۔" اُسکو جھٹکا دے کر اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے دروازے کی جانب لے جاتے ہوئے وہ غرا کر بولا مگر سیکورٹی تیزی سے قریب آئی۔

"ضوریز صاحب! سیکورٹی کو پیچھے کریں۔" اُس عورت کی آواز میں ذراسی بھی کپکپاہٹ نہیں تھی۔ تبھی اُسکو اپنی گردن کے پاس ٹھنڈا چاقو محسوس ہوا۔ چہرہ پھیرے بغیر بھی وہ اُس بے بس آدمی کا خوف سمجھ سکتی تھی۔

"آپ وہاں کیا کر رہے ہے؟" شجاعت تیزی سے بھاگ کر اُس تک آیا جِس کی نظر اُس آدمی کے تیزی سے دروازے کی جانب بڑھتے قدموں پر لگی ہوئی تھی۔

"نہیں! ضوریز صاحب۔" حمدان کو آگے بڑھنے کا کہتے ضوریز کو اُس نے چیخ کر کہا اور تبھی اُس شخص نے خوف سے اپنی جانب لپکتے گارڈ کو دیکھ کر اُسکو پوری قوت سے پَرے پھینکا اور باہر کی جانب بھاگ کھڑا ہوا۔ کراہ کر بامشکل سنبھلتے ہوئے میزابِ رحمت نے پلٹ کر اُس آدمی کو شیشے سے بھاگ کر باہر نکلتے اور پھر لوگوں کے جم غفیر میں اوجھل ہوتے دیکھ کر گہرا سانس لیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اُس کی ہر حرکت کو بغور دیکھتا عباس تیزی سے قریب آیا مگر میزابِ رحمت سیکورٹی کو باہر بھاگتے دیکھ کر پریشانی سے شیشے کے قریب گئی۔ اُسکے پلٹتے ہی اِس سے پہلے کہ ضوریز اُسکی جانب بڑھتا کسی نے اپنا گرم اُوور کوٹ اُسکے شانوں پر پھیلا دیا۔ مدہم مردانہ پرفیوم پر میزابِ رحمت نے گھبرا کر چہرہ پھیرا جبکہ جُھک کر کھڑا شخص اُن تیزی سے پلٹتی سُرمائی آنکھوں کو دیکھ کر بروقت پیچھے نہیں ہو سکا۔ سامنے ہراساں آنکھوں سے دیکھتی عورت وہی تھی جسے دیکھنے کے لیئے عباس جان نثار نے کبوتر اُڑائے تھے۔

جاری ہے!

'پابندِ سَلاسل' از قلم: مرِجان قُطب

دوسری قِسط:

"جذاک اللہ!" بوکھلا کر وہ تیزی سے پیچھے ہوئی اور عباس جان نثار بھی دونوں ہاتھ مفاہمتی انداز میں اُٹھا کر پیچھے ہوا۔ وہ نظر کا ٹکراؤ پَل بھَر کا کھیل تھا اور پِھر سارا افُسوں بھک سے اُڑ گیا۔

"میم!" "آپ ٹھیک ہیں؟" کائنات بھاگ کر اُسکی جانب آئی اور تبھی عباس کی نگاہ زمین پر گرتے خُون کے قطروں پر گئی۔ کچھ کہے بغیر جیب سے رومال نکال کر اُسکے سامنے کیا۔

چونک کر میزابِ رحمت نے ایک نظر اپنے ہاتھ کو دیکھا اور دوسرے ہی پَل اُس ہاتھ کو جو اُسکے سامنے رومال دینے کو پھیلایا گیا تھا۔

"جذاک اللہ!" آہستگی سے کہہ کر اُس نے رومال لے کر ہاتھ اُونچا کر کے گہرے کٹ پر رکھا جو یقیناً عُجلت میں لگا تھا۔

"اگلی میٹنگ کتنی دیر میں ہے؟" ساتھ کھڑی کائنات کو دیکھے بغیر اُسی مصروفیات سے کہتے ہوئے اُس نے پلٹتے عباس جانثار کو چونکا دیا۔

"دَس منٹ بعد!" کائنات نے بے چارگی سے کہا۔ جانتی جو تھی اپنی میڈم کو۔

"اُوکے! مجھے راستے میں بریف کر دینا۔" نرمی سے کہہ کر اُس نے کائنات کا بازو تھپتھپایا۔

"گھبرا تو نہیں گئیں؟" رومال کو ایک نظر دیکھ کر پونچھتے ہوئے اُس نے اپنا بازو سیدھا کیا۔

"آپ کے ساتھ تین سال سے ہوں۔ اَب تو اِس سب کی عادت ہو گئی ہے۔ آپ تو خود خطروں میں کود پڑتی ہیں۔" کائنات نے وہ بات کہنا ضروری سمجھا جو ہمیشہ سے کہنا چاہتی تھی۔ میزابِ رحمت نے مُسکرا کر چہرہ اُٹھایا اور پھر دُور جاتے اُس شخص کو دیکھ کر تیزی سے کوٹ کندھوں سے اُتارا اور کائنات کے بازو سے اپنا اُٹھا کر پہنتے ہوئے تیز قدموں سے اُسکی جانب بڑھی۔

"بات سُنیں!" وہ جو شجاعت کے قریب پُہنچنے والا تھا، اُس پُکار پر ٹھہر کر پلٹا۔ سامنے وہی عورت اُسکا رومال اور کوٹ بڑھائے کھڑی تھی۔

"آپ کا بہت شکریہ۔" اُس لہجے میں اِتنی حلاوت تھی کہ عباس جانثار کو سَر جھٹکنا پڑا۔

"اِٹس اوکے۔" سرد مہری سے کہہ کر اُس نے اپنا رومال اور کوٹ ایک جھٹکے میں اُس کے ہاتھ سے لیا اور حیران رہ جاتی میزابِ رحمت کو کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر دُور کھڑے اپنے کسی قریبی تک گیا اور پھِر وہ لوگ شیشے کا بیرونی دروازہ پار کر گئے۔

"یہ کیا تھا؟" اُس انداز کی سختی اُسے واضح محسوس ہوئی تھی تبھی حیرانگی سے اُس نے خود کلامی کی۔

"کیا ہوا، میم؟" اُسکو یوں ٹھہرا دیکھ کر کائنات تیزی سے اُس تک آئی۔

"ہاں! کچھ نہیں۔ چلتے ہیں۔" کہہ کر سامنے سے آتے حمدان کی جانب بڑھی۔

"کیا بنا اُس آدمی کا؟" میزابِ رحمت کا انداز عُجلت بھَرا تھا۔

"وہ پولیس کے آنے سے پہلے ہی نو دو گیارہ ہو گیا۔" حمدان کی افسوس بھَری اطلاع پر وہ کہیں اندر تک طمانیت کا شکار ہوئی۔

"کوئی بات نہیں۔ بزنس میں اِیسے ہزار طرح کے واقعات ہو جاتے ہیں۔ ضوریز صاحب سے کہیئے گا کہ میری ضروری میٹنگ ہے تو میں جا رہی ہوں۔" ضوریز سکندر پولیس اور سیکورٹی کے ساتھ مصروف تھا اِیسے میں اُس سے الوداعی کلمات کہنا نا ممکن تھا کیونکہ اُسکو شہلا

کلا تھنگ کی لانچ پر مال جانا تھا اِسی لیئے حمدان سے کہہ کر کائنات کے ہمقدم تیز قدموں سے وہ باہر نِکل کر پارکنگ کی جانب بڑھ گئی۔ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتا اُسکا چہرہ پہلے جیسا نرم نہیں بلکہ آہنی اور بہت سنجیدہ ہو گیا تھا یوں جیسے جو بھی ابھی اُسکے سامنے آئے اُسکی ماں اُسے روئے۔

"میم! میں ڈرائیو کر لیتی ہوں۔"کائنات نے اُس سے چابی لینی چاہی۔

"اُونہوں! مجھے اِس وقت ڈرائیو کرنے کی اَشد ضرورت ہے۔"نرمی سے اُسے پسینجر سیٹ سنبھالنے کا اِشارہ کر کے اُس نے اندر بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کی اور کائنات کے بیٹھتے ہی اُسکی گاڑی گولی کی رفتار سے زی۔فوڈز کی پارکنگ لاٹ سے نِکل کر اپنی اگلی میٹنگ کی جانب دوڑ رہی تھی۔

"کیا ضرورت تھی دُشمنوں کی بیٹی کی مدد کرنے کی؟"سنجیدگی سے جیپ چلاتے عباس کو دیکھ شجاعت نے تلملا کر کہا۔

Clubb of Quality Content

"تمیز سے! شجاعت۔ ہمارے لیئے وہ صرف ایک غیر عورت ہے اور عورت کی عزت اور احترام ہم پر فرض ہے۔" اُسکا لہجہ بالکل دو ٹوک، کسی بھی لچک سے پاک تھا۔

"اپنا دھیان عورتوں پر سے ہٹا کر مردوں پر رکھو۔ ہمارا احساب اُس گھر کے مردوں سے نِکلتا ہے۔" عباس جان نثار کے مُصمم اِرادے واضح تھے۔

"مگر اُنہوں نے بھی ہمارے گھر کی عورت۔۔۔" شجاعت نے تیزی سے کچھ کہنا چاہا مگر عباس نے چہرہ پھیر کر اُسکو جِن نظروں سے دیکھا وہ بات مکمل نہیں کر سکا۔

"تو تم کیا چاہتے ہو میں بھی اُسی پَستی میں اُتر جاؤں جِس میں وہ لوگ اُترے تھے؟" وہ بولا نہیں غُرایا تھا۔ شجاعت نے دنگ نظروں سے اُسکو دیکھا۔ خاموش رہتا تھا تو سب کو پُر سکون لگتا تھا مگر سب جانتے تھے جب بھی اُسکا ضبط رخصت ہو عباس جان نثار لاوے کی طرح پھٹے گا۔

"میرے اپنے شانے الحمدللہ اِتنے مضبوط ہیں کہ بندوق چلانے کے لیئے مجھے کسی عورت کا کندھا نہیں چاہیئے۔" اُس بات میں کچھ اِیسی تُندہی تھی کہ شجاعت اُس سے نظر نہیں ہٹا سکا۔

اُسکی یہی باتیں تو اُسے سب میں ممتاز رکھتی تھیں۔ اِسی وجہ سے تو شجاعت اُسکا دیوانہ تھا۔

"پھر آپ کیا کرنے والے ہیں؟" شجاعت کو اُسکے پلان کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"دُشمن کا اعتبار جیتنا ہے، شُجاع۔" آہستگی سے کہتے ہوئے اُس نے گاڑی اسلام آباد ایکسپریس وے پر روکی۔

"ہم یہاں کیوں رُکے ہیں؟" اُسکا ایک اور سوال تیار تھا۔

"تم سوال کرنے کے لیئے چاغی سے آئے ہو؟ صبر نہیں کر سکتے؟" اُسکے خفا انداز پر شجاعت نے ہنستے ہوئے اُسکو دیکھا جو کافی دُور کھڑی سیاہ رینج رُوور کو دیکھ رہا تھا۔

"موسیٰ علیہ سلام کے اُستاد والی بات ہے۔ جس بات کی ہمیں خبر نہ ہو آخر اُس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں۔" معصومیت سے یوں کہا گیا کہ عباس مُسکرا دیا۔ اُس رینج روور کے چلنے پر اُس نے بھی گاڑی آگے بڑھائی۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک عباس کو ایک فاصلے سے اُس گاڑی کا تعاقب کر کے دوسری سائیڈ کی ویران سڑک پر دیکھتے بڑے تحمل سے شجاعت دیکھتا رہا تبھی ایک جھٹکے سے عباس نے بریک پر پاؤں مارا اور اطمینان سے بیٹھا شجاعت کا مُنہ ڈش بورڈ سے لگتے لگتے بچا۔

"عباس بھائی!" پیشانی سہلا کر وہ چیخا مگر عباس تیزی سے سیٹ بیلٹ اُتار کر کافی فاصلے پر ایک جھٹکے سے رُکتی رینج روور کی جانب بھاگا۔

محتاط نظرِارد گرد دوڑا کر اُس نے قمیض کی جیب سے ریوالور نکالا اور رینج روور کے قریب آ کر کُھلے شیشے سے اندر جھانکتے ہی اُسکی آنکھیں پھیلی۔ اندر موجود ڈرائیور سنائپر کی گولی پیشانی پر لگنے سے بے دم سٹئیرنگ وہیل پر گراِ ہوا تھا۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے دو میں سے ایک بوڑھا سا شخص بازو پر گولی لگنے کے باعث کراہ رہا تھا اور ساتھ والا یقیناً اللہ کو پیارا ہو چُکا تھا۔ عباس نے ایک جھٹکے سے اُس بزرگ والی سائیڈ کے کُھلے شیشے سے اُس بوڑھے سے شخص کا چہرہ اپنی جانب کیا اور پِھر سُن رہ گیا۔ چند لمحے لگے اُسکو اپنے نفرت سے نیلے پڑتے وجود کو سنبھالنے کے لیئے۔ کُھلے شیشے سے ہاتھ اندر ڈال کر اُس نے لاک کھولا اور پِھر اُس درد سے کراہتے شخص کا بازو ہلا کر متوجہ کیا۔

"محترِم! آپ ٹھیک ہیں؟" دُور سے آتی آواز اور گال کو زور زور سے تھپتھپائے جانے پر سردار ہاشم بزنجو نے بامشکل آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہا مگر آنکھوں کے آگے گہری دُھند چاہ رہی تھی۔ گہرا سانس لے کر عباس نے اُس شخص کو گاڑی سے گھسیٹ کر باہر نِکالتے ہوئے

نیچے ٹیک لگا کر سہارا دیا تبھی ایک اور سنسناتی ہوئی گولی آئی اور عباس کے بازو کو چُھو کر گزر گئی۔آنکھیں سختی سے میچ کر اُس نے چہرہ اُٹھا کر گولی کے چلنے کی سمت دیکھ کے پستول پر گرفت مضبوط کر کے تاک کر نشانہ باندھا۔گولی سیدھا دُور کی بلڈنگ پر کھڑے سنائپر بردار کی پیشانی پر جا لگی۔شجاعت بوکھلا کر تیزی سے باہر نِکل کر اُسکی جانب بھاگا۔

"عباس بھائی! آپ ٹھیک ہیں اور یہ۔۔۔"آگے آکر اِس سے قبل اُس بزرگ شخص کو سہارا دیتے ہوئے عباس کا بوجھ بانٹتا۔اُس چہرے کو دیکھ کر وہ تیزی سے چند قدم پیچھے ہوا۔

"شجاع! جذباتیت کا وقت نہیں ہے ابھی۔"پستول جیب میں ڈالنے کے بعد اُسکا شانہ ہلا کر ہوش میں لاتے ہوئے اُس نے سنجیدگی سے کہا جبکہ شجاعت اُسے دیکھ کر رہ گیا۔ہاشم بزنجو کو سہارا دے کر تیز قدموں سے عباس اپنی جیپ کی جانب بڑھا اور پِھر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر پلٹ کر شجاعت کو دیکھا جو ابھی تک وہیں ساکن سا کھڑا تھا۔

"شجاع!"اُسکی بلند آواز پر شجاعت ہوش میں آیا اور پِھر سَر جھٹک کر جیپ کی جانب بھاگا۔

"ہمیں جلد سے جلد اِس علاقے سے نکلنا ہو گا۔" جیپ سٹارٹ کر کے اُس نے تیزی سے ریورس کی کیونکہ اُسکو یقین تھا کہ آگے ہاشم بزنجو پر حملہ کرنے کو اور لوگ بھی تیار ہوں گے۔

"جواد کو کال مِلاؤ۔" اپنا سیل فون نکال کر اُس نے شجاعت کی جانب بڑھایا جِسے تھام کر اُس نے ڈی-ایس-پی جواد کو کال مِلا کر عباس کی جانب بڑھایا۔

"اسلام علیکم، جواد! یار ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔ تمہاری ضرورت ہے۔ تم شفاء انٹرنیشنل ہاسپٹل پُہنچو۔ باقی بات وہیں ہو گی۔" جواد کو مزید سوال کرنے کا موقعہ دیئے بغیر اُس نے سیل فون ڈیش بورڈ پر پھینکا اور تیزی سے جیپ بھگانے لگا۔ شجاعت نے چہرہ پھیر کر اُس کی سنجیدگی اور عُجلت کو بہت توجہ سے دیکھ کر پیچھے پلٹ کر دیکھا جہاں ہاشم بزنجو کے شانے کا زخم عباس نے باندھ دیا تھا مگر یقیناً گولی کی تکلیف اور خُون کافی بہہ جانے نے اِس عُمر میں ہاشم بزنجو کو نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔

"دیکھو! زندہ ہے؟" جیپ دوڑاتے ہوئے اُس نے شجاعت سے پوچھا۔

"ہماری بَلا سے۔" سَر جھٹک کر اُس نے نخوت سے آگے دیکھا۔

"شجاعت!" عباس کی سخت تنبیہہ پر اُس نے ایک خفا نگاہ عباس کے خون آلود بازو پر ڈال کر پیچھے کو جھکتے ہوئے ہاشم بزنجو کو پوری قوت سے ہلایا۔

"بزرگ اِنسان ہیں، شجاع۔ تمیز سے!" اُسکی سَرزنش پر اُس نے پیچھے کو ہو کر نیم بیہوش ہاشم بزنجو کی ناک کے نیچے اُنگلی رکھی۔

"بڑا ڈھیٹ ہے، بُڈھا۔" سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے شجاعت علی کی آواز سرگوشی سے زیادہ نہیں تھی۔ عباس جانتا تھا کہ یہ وقت ٹوکنے اور سمجھانے کا نہیں ہے تبھی شفاء اِنٹرنیشنل ہاسپٹل کی پارکنگ لاٹ میں جیپ کھڑی کر کے ہاشم بزنجو کو نکال کر اپنے کندھے پر ڈالتے ہوئے اندر کی جانب بھاگا۔ کتنے لوگ حیرت اور پریشانی سے پیچھے ہو کر راستہ دینے لگے۔ ایمرجنسی میں داخل ہوتے ہی اُس کو آسمانی رنگ کی وردی میں جواد کھڑا نظر آیا جو اُسکو دیکھ کر پہلے چونکا اور پھر بھاگتے ہوئے اُس تک آیا۔

"یہ۔۔۔۔ تم۔۔۔ تمہیں کہاں سے مِلا؟" ہاشم بزنجو کو پہچان کر اُس نے حیرت سے کہا۔

"ڈاکٹر!" بھاگ کر آتے ڈاکٹرز کو اپنی جانب متوجہ کر کے اُس نے ہاشم بزنجو کو سٹریچر پر لٹایا۔

"اِنکو گولی لگی ہے اور خُون بہت بہہ گیا ہے۔" ڈاکٹر کو تیزی سے کہہ کر اُس نے جواد کو بازو سے پکڑ کر آگے کیا۔

"جی! یہ پولیس کیس ہے۔ ہم اِسکی تفتیش کرتے ہیں مگر آپ اِنکا آپریشن شروع کر دیں۔" پولیس والے کو دیکھ کر ڈاکٹر اپنے باقی نرسز اور ڈاکٹرز کے ساتھ سَر ہلا کر تیزی سے سٹریچر کو گھسیٹ کر اُو۔ٹی میں لے گئے۔ عباس نے گہرا سانس لے کر دیوار سے ٹیک لگا کر حیران پریشان کھڑے جواد کو دیکھا۔

"اسلام آباد ایکسپریس وے کے قریب ہاشم بزنجو پر حملہ ہوا ہے۔ ڈرائیور اور سیکرٹری موقعے پر جاں بحق ہو گئے ہیں۔ تم جائے وقوعہ پر فورس بھیج دو۔" شجاعت کو ایک نظر دیکھ کر اُس نے جواد کو آہستگی سے بتایا جو مشکوک نظروں سے اُسے دیکھ کر تیزی سے اُسکے قریب آیا۔

"تم وہاں کیا کر رہے تھے؟" اُسکے انداز پر عباس نے نفی میں سَر ہلایا۔

"بے فکر رہو! میں اِیسے بزدلی سے حملہ کرنے والا نہیں ہوں۔ میرے علاوہ اور بھی دُشمن ہوں گے۔ سنائپر والے کو گولی ماردی تھی میں نے۔" اُسکے مطمئن انداز پر جواد کا جی چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

"تم۔۔۔ پاگل اِنسان! دار لحکومت میں تم نے قتل کر دیا۔" تلملا کر اُس نے سنجیدہ بیٹھے شجاعت کو دیکھا۔

"سمجھا نہیں سکتے تھے تم اِسے۔" اُسکے جُھنجھلانے پر شجاعت نے خفگی سے سَر جھٹکا۔

"دُشمن پر مہربانی کا بُھوت سوار تھا اِن پر۔ میری کہاں سے سُنتے۔" سَر جھٹک کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ جواد نے ایک نظر اُسکے انداز کو دیکھا اور سارا معاملہ اُسکی سمجھ میں آگیا۔ ایک تیز نظر عباس پر ڈالی جِس نے کندھے اُچکا دیئے۔

"اِیسے مت دیکھو! قدرت میرے ساتھ ہے۔" یعنی اُسکا اِشارہ اعتبار جیتنے والی بات کی جانب تھا۔

"تمہیں میں بعد میں پوچھتا ہوں۔ پہلے بزنجو فیملی کو خبر کروں۔" سیل فون جیب سے نکال کر پہلے اُس نے تھانے کال کرنے کے بعد نفری کو فعال کر کے جائے وقوعہ بھیجنے کا حکم دیا اور پھر کاشف بزنجو کو کال مِلا کر تیز قدموں سے باہر نِکل گیا۔

"میں گھر جا رہا ہوں۔ آپ ہی اِس خبیث بُڈھے کے ناز نخرے اُٹھائیں۔" ناگواری سے اپنی کہہ کر شجاعت تیزی قدموں سے اُسی راستے کی جانب بڑھ گیا جہاں جواد گیا تھا۔ عباس نے تھکتا سانس لے کر بائیں ہاتھ کی مدد سے سیاہ گھنی بھنویں سختی سے میچ کر سہلائیں۔ اُسکو وہاں کھڑے پندرہ منٹ ہی ہوئے ہوں کے بھاگتے قدموں پر عباس نے چہرہ اُٹھا کر سائیڈ پر دیکھا جہاں سے بزنجو خاندان کے سارے افراد بھاگ کر اُسکی جانب آ رہے تھے۔

"بابا کیسے ہیں؟" اُسکو دیکھ کر کاشف اور رفعت بزنجو تیزی سے اُسکی جانب لپکے جو پتھروں جیسی سنجیدگی سے اُن سب کے بوکھلائے چہرے دیکھ رہا تھا۔

"اندر آپریشن تھیٹر میں۔" اِشارے سے اُس سے اُو-ٹی کی جلتی سُرخ بتی کی جانب اِشارہ کیا۔

"ڈی-ایس-پی جواد بتا رہے تھے نانا کو گولی لگی ہے۔" مُدثر نے اُس انجان شخص کی جانب بڑھ کر سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"جی! آپکے فیملی میمبر پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔" اُن سب کو دیکھ کر اُنکے اعصاب پر دھماکہ کیا گیا۔ کاشف بزنجو تیزی سے پیچھے کو ہوئے جبکہ تقی اور مُدثر نے بڑھ کر اُنکو سنبھالتے ہوئے کرسی پر بٹھایا۔

"کس نے کیا میرے بابا پر حملہ؟" رفعت بیگم پھر کر اُسکے گریبان کو آنے لگیں مگر عباس نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر اُنکی کلائی ہوا میں ہی روک دی۔

"مجھے نیکی کر کے پچھتانے پر مجبور مت کریں، خاتون!" اُس شخص کے لہو سَرد کرتے لہجے پر جہاں رفعت بزنجو تھمیں وہیں سب سے ہٹ کر دیوار کا سہارا لے کر کھڑی میزابِ رحمت نے بے اِختیار چہرہ پھیر کر اُس شخص کو دیکھا جِس نے رفعت بزنجو کا ہاتھ جھٹک دیا۔ میزابِ رحمت کی نگاہ اُسکے ہاتھ سے ہو کر بازو تک گئی اور ٹیک چھوڑ کر سیدھی ہوئی۔ اُسکی سفید شرٹ والے بازو سُرخ تھے اور ابھی بھی وہاں سے خُون بہہ کر کوریڈور میں گر رہا تھا۔

"تم۔۔۔"اِس سے قبل سب بُھول کر رفعت بزنجو کچھ کہتیں، میزابِ رحمت کو اُس جانب بڑھنا پڑا۔

"پُھوپُھو! ہم ہسپتال میں ہیں۔"اُس سنجیدہ آواز پر عباس نے جُھکا چہرہ اُٹھایا۔ سُرمائی آنکھوں کا شہد رنگ آنکھوں سے جیسے ہی تصادم ہوا، سُرمائی آنکھیں جُھک گئیں۔

"آپ۔۔۔میرے ساتھ آئیں۔"میزابِ رحمت کے نرم انداز پر آگے بڑھتا مُدثر ٹھٹک گیا۔

"سوری!"عباس نے چہرہ دائیں اور بائیں پھیر کر یقین دہانی کی کہ آیا سامنے کھڑی عورت اُسی سے مخاطب ہے۔

"آپ کے ہاتھ سے خُون نِکل رہا ہے۔"اُسکو اصل بات کہنی ہی پڑی۔ سب نے چونک کر اُسکی سُرخ شرٹ اور نیچے گرتے خُون کو دیکھا۔

"آپ ٹھیک ہیں، بیٹے؟"کاشف بزنجو نے وہیں بیٹھے بیٹھے آہستگی سے پوچھا۔ عباس نے بازو ہلکا سا چُھو کر دیوار کی ٹیک چھوڑی۔

"میں نے پولیس کو بیان دے دیا ہے۔ اَب میں چلتا ہوں۔"سامنے کھڑی عورت کو دوبارہ دیکھے بغیر اُس نے ایک سائیڈ پر کھڑے بزنجو خاندان کے مردوں کو دیکھ کر رکھائی سے کہا اور

میزابِ رحمت کے برابر سے ہو کر مضبوط قدموں سے نِکل گیا۔ایک دَم میزابِ رحمت کے ذہن میں جُھماکہ ہوا اور کل زی-فوڈز والے شخص کا چہرہ اُسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔یہ شخص وہی تھا۔ویسا ہی سَرد اور کھرِدرا انداز۔جو نا گواری اُس نے ابھی ابھی محسوس کی تھی وہی کل بھی اُس نے واضح کی تھی۔سَر جھٹک کر وہ راہداری پار کر کے اُسکے پیچھے گئی جبکہ مُدثر نے چہرہ پھیر کر وہاں دیکھا جہاں میزاب تیز قدموں سے اپنے سے آگے بڑھتے اَنجان شخص کے قدموں سے مِلنے کے لیئے تیزی سے چل رہی تھی اور پِھر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

"بات سُنیں!"اُسکو اندر جانے کے بجائے خارجی دروازے سے باہر جاتے دیکھ کر میزابِ رحمت بھاگ کر اُس تک آئی۔

"آپ کو ڈریسنگ کے لیئے اندر جانا چاہیئے۔"پلٹتے سَرد مہر تاثرات والے شخص کو دیکھ کر فکر مندی سے کہا گیا۔عباس نے اُس چہرے کو دیکھنے کے بجائے سائیڈ پر نصب بورڈ پر نگاہ جمائی۔

"اِسکی ضرورت نہیں،شُکریہ۔"سنجیدگی سے کہہ کر قبل اِسکے وہ پلٹتا،میزابِ رحمت کو اُسکے سامنے آنا پڑا۔بروقت ٹھٹک کر رُکتے ہوئے اُس نے چونک کر چہرہ اُٹھایا اور اُن اُٹھتی شہد

رنگ آنکھوں میں اِیسی تُندہی اور سَرد پَن تھا کہ مضبوط اعصاب کی میزابِ رحمت اندر تک لرز گئی۔

"آپ نے ہماری مدد کی ہے۔ پلیز! آپ کا خُون ضائع ہو رہا ہے۔"اُس متفکر درخواست پر عباس نے چہرہ پھیر کر اُس راہداری کی جانب دیکھا جہاں بزنجو خاندان موجود تھا اور کوئی بھی وہاں سے ہٹ کر یہاں تک نہیں آیا تھا تو پھر اِس عورت کو کیا مسئلہ ہے بھئی۔ کچھ کہے بغیر اُسکے برابر سے گزر کر عباس اُو-پی-ڈی کی جانب بڑھا۔ چہرہ پھیرتی میزابِ رحمت گہرا سانس لے کر اُسکے پیچھے لپکی۔ اندر آ کے وہ بڑے ضبط سے ایک سٹول پر بیٹھ کر نرسز کے فارغ ہونے کا اِنتظار کرنے لگا۔

"ایکسکیوز می، سِسٹر!"اُس نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے گزر کر جاتی نرس کو روک کر اپنی جانب متوجہ کیا۔

"جی!"اُس نرس کے ہاتھ میں وہی تمام ضروری سامان تھا جو ڈریسنگ کے لیئے چاہیئے ہوتا ہے۔

Club of Quality Content

"اِنکو گولی لگی ہے اور بازو سے بہت خُون نِکل رہا ہے۔" اُسکی اطلاع پر نرس نے چونک کر اُسکو دیکھا جو بے زاری سے بحالتِ مجبوری بیٹھا تھا۔

"اُوہو! آپ اِنکو لے کر اندر آئیں۔" نرس نے ساتھ والے کمرے کی جانب اِشارہ کیا۔

میزابِ رحمت نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو کسی بھی وقت اُٹھ کر جا سکتا تھا۔

"پلیز!" آہستگی سے کہہ کر اُس نے کمرے کی جانب اِشارہ کیا۔ تحمل سے گہرا سانس لے کر عباس کو اپنی جگہ چھوڑ کر اُٹھنا پڑا۔ کمرے میں آکر نرس نے اُسے سٹول پر بیٹھنے کا اِشارہ کیا جبکہ عباس نے چہرہ جُھکا کر بٹن کھولتے ہوئے بازو اُلٹ کر پیچھے کیا۔ نظروں کا زاویہ بدلتی میزاب ٹھہر گئی۔ گولی اُسکے بازو کو چُھو کر نِکل گئی تھی مگر زخم گہرا تھا۔

"زخم کافی گہرا ہے۔" نرس نے کہہ کر اُسکا زخم ڈِس اِنفیکٹ کرتے ہوئے اُوپر بینڈیج لگا کر اُس شخص کے پتھر تاثرات دیکھ کر پاس پریشان کھڑی خوبصورت سی مُضطرب عورت کو دیکھا۔

"آپکے شوہر کو تین دِن بعد پٹی چینج کروانی ہو گی۔" نرس کی بات پر جہاں میزاب کا رنگ اُڑا وہیں عباس کچھ بھی کہے بغیر تیزی سے اُٹھ کر دروازہ کھول کر باہر نِکل گیا۔

"آپ غلط سمجھی ہیں۔یہ میرے مُحسن ہیں۔"نرمی سے کہتی اُس لڑکی کی آواز پر باہر نکل کر دروازہ تھام رکھے ہاتھ سے ہینڈل پِھسل گیا۔

"جذاک اللہ!"کُھلے دروازے سے نِکلتے ہوئے کہہ کر اُسکے مُقابل آئی۔عباس کو اپنا جُھکا چہرہ اُٹھا کر دیکھنا پڑا۔اُسکے مُقابل کھڑی عورت قد میں عباس جان نثار کے کندھے تک آ رہی تھی۔اُس عورت کا قد عام عورتوں کی نسبت زیادہ ہونے کے باوجود اپنے مُقابل کھڑے مردِ سے کم تھا۔

"آپکی دوائیاں!"نرس کی طرف سے دیا گیا سفید کاغذ کا لفافہ اُسکی جانب بڑھایا جبکہ سَر کو ہلکا سا خم دے کر بغیر کچھ کہے لیتے ہوئے وہ تیز قدموں سے کاونٹر پر جا کر پیمنٹ کرنے لگا۔ میزابِ رحمت جو اُسے روک کر خود پیسے دینا چاہتی تھی،روک نہیں سکی۔کچھ عجیب سَرد مہر اور سخت سا تھا اُس شخص کی شخصیت میں یا پِھر یہ میزابِ رحمت کا وہم تھا۔اُسکے پیچھے وہ بھی اُو-پی-ڈی سے باہر نِکلی اور قبل اِسکے ایک اور بار شُکریہ ادا کرتی،وہ اَنجان شخص مضبوط قدموں سے ایک نظر بھی دیکھے بغیر آگے بڑھ کر خارجی دروازہ پار کر گیا۔میزاب چند پَل وہاں کھڑی رہی اور پِھر تیز قدموں سے واپس ایمر جنسی کی جانب بھاگی۔اُسے ہاشم بزنجو کی

بہت فکر تھی۔ پہلے صرف اُس پر حملے ہوتے تھے اور اَب اُس حملے کی زَد میں ہاشم بزنجو بھی آ گئے تھے یہ اُسکے لیئے بہت تشویشناک تھا۔ پورے خاندان میں صرف وہی اُسکے ہمنوا اور مُخلص تھے۔ اُسے باپ کے مرنے کے بعد خود پر بھروسہ کرنے پر اُکسانے والے وہی تھے۔ اُنہوں نے تب اُس پر بھروسہ کیا تھا جب وہ خود بھی خود پر بھروسہ کرنے کا خود کو اہل نہیں سمجھتی تھی۔

"تم بھی گھر چلی جاؤ۔" رات کے گیارہ بجتے ہی نرس نے سب کو گھر بھیج دیا تھا۔ صرف مُدثر اور میزاب وہیں تھے کیونکہ ہاشم بزنجو کو آئی۔سی۔یو سے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ گولی نکال لی تھی اور بروقت خون اور طبّی اِمداد ملنے پر وہ سٹیبل مگر دوائیوں کے زیرِ اثر گہری نیند میں تھے۔ تبھی جب گھڑی نے دو کا ہندسہ عبور کیا وہ اُٹھ کر دیوار کے ساتھ پُشت ٹِکا کر کھڑی میزاب تک آیا۔

"نہیں! میں یہیں ہوں جب تک دادا جان کو ہوش نہیں آ جاتا۔" آہستگی سے کہہ کر اُس نے تھکتی آنکھوں کو مَسلا۔ تھکاوٹ روم روم میں بسی ہوئی تھی مگر اُسے یہاں سے نہیں ہلنا تھا۔

"میں ڈاکٹر سے کنڈیشن پوچھ کر آتا ہوں۔ تم کچھ دیر بیٹھ جاؤ۔" جانتا تھا کہ جب تک وہ یہاں بیٹھا رہے گا، میزاب نہیں اُسکے برابر نہیں بیٹھنا تبھی کہہ کر چلا گیا۔ میزاب نے اُسے جاتے نہیں دیکھا بس آکر کرسی پر بیٹھ گئی۔ کمر تختہ ہو چکی تھی اور تین دِن سے مسلسل میٹنگز بھگتا تا وجود شدید تھکن کا شکار تھا۔ کب دیوار سے ٹیک لگائے اُسکی آنکھ لگی میزاب کو کچھ خبر نہیں ہو سکی۔ مُدثر دوبارہ پلٹ کر وہاں صُبح تک نہیں آیا۔ فجر کی اذانوں کے ساتھ تیزی سے بوکھلا کر سیدھا ہو کر اُس نے اپنی گردن سہلا کر ارد گرد دیکھا۔ شُکر ہے مُدثر واپس نہیں آیا تھا۔ ایک نظر کمرے کے بند دروازے کو دیکھا اور پھِر لپک کر اندر بھاگی۔ ہاشم بزنجو کے قریب جا کر اُس نے نرمی سے اُنکا نحیف، سرد ہاتھ اپنے دونوں میں لے کر آہستگی سے سہلایا تبھی ہاشم بزنجو نے اُسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی۔ میزاب نے چونک کر اُنکے چہرے کو دیکھا اور پھِر لرزتی پلکوں کو دیکھ کر تیزی سے اُنکی جانب جُھکی۔

"داداجان!" اُنکے چہرے کے گرد نرمی سے ہاتھ رکھ کر اُس نے محبت سے پُکارا۔ اُس محبت بھَری پُکار پر ہاشم بزنجو نے آنکھیں کھول کر اُسکو دیکھا جو بھیگتی آنکھوں سے اُنھیں دیکھ رہی تھی اور پھِر ہاشم بزنجو مُسکرا دیئے۔ اُنکو مُسکراتے دیکھ کر میزاب بھی مُسکرا دی۔

"میں ڈاکٹر کو بُلاتی ہوں۔" وہ جو تیزی سے بھاگنے لگی تھی، اُنکی کمزور گرفت پر چونک کر پلٹی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" آکسیجن ماسک نیچے کر کر اُنہوں نے مُضمحل لہجے میں اُسکو تسلی دی۔ وہ خود سے میزابِ رحمت کی محبت اور عقیدت سے بخوبی واقف تھے تبھی اُسکا ہاتھ نرمی سے تھام کر تھپتھایا۔

"مجھے یہاں کون لے کر آیا؟" اُنکے سوال پر میزاب سٹول کھینچ کر اُنکے بستر کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

"کوئی آدمی وہاں سے گزر رہا تھا۔ اُس نے آپکی پٹی کر کے خُون روکا اور یہاں لے کر آیا۔" اُسکے بتائے جانے پر ہاشم بزنجو نے گہرا سانس لیا۔

"آپ جانتے ہیں اگر وہ نہ پُہنچتا تو کیا ہوتا۔ آپ کو ضرورت کیا تھی سیکورٹی کے بغیر اِتنے انجان علاقے میں جانے کی۔" اُسکے تفکر پر وہ دھیرے سے مُسکرا دیئے۔

"اَب میری فکر سمجھ آرہی ہے جب تم سیکورٹی کے بغیر گھُومتی ہو تو میں کتنا پریشان ہوتا ہوں۔" اُنکے ہوں بات جوڑنے پر میزاب اُنہیں دیکھ کر رہ گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"حملہ ابھی مُجھ پر نہیں آپ پر ہوا ہے اور آپکو معلوم ہے اُس بندے کو بھی گولی لگی تھی جو اُپکو ہاسپٹل لے کر آیا۔" اُسکی اگلی بات پر ہاشم بزنجو چونک گئے۔

"کون ہے وہ؟" اُنکے سوال پر میزاب کا جی چاہا اپنا سَر پیٹ لے۔

"معلوم نہیں! آپ کی پریشانی میں نام تک پوچھنا یاد نہیں رہا۔" اُس نے تاسف سے کہا تو ہاشم بزنجو نے بغور اُسکے تھکے تاثرات کو دیکھا۔

"باقی سب کہاں ہیں؟" اُنہوں نے خالی کمرے کو دیکھ کر سوال کیا۔

"سب کو مُدثر نے رات بارہ بجے ہی گھر بھیج دیا تھا۔" نرمی سے بتا کر اُنکو چونکا دیا۔

"تم بھی چلی جاتی۔ مجھے پورا یقین ہے تین چار دِن سے آفس میں خوار ہونے کے بعد تم یہاں تھکا رہی ہو خود کو۔" اُنکی سرزنش پر وہ دھیرے سے مُسکرا دی۔ کل کے دِن کی ساری کثافت اور تفکر بھک سے اُڑ گئے تھے۔

"کتنے اچھے سے جانتے ہیں آپ مجھے۔" اُسکے فخریہ انداز پر ہاشم بزنجو بھی مُسکرا دیئے۔

"ساری باتیں چھوڑیں اور مجھے بتائیں یہ کس کی رذیل حرکت ہے۔" اچانک سنجیدہ ہو کر جو پوچھا گیا اُس پر ہاشم بزنجو کو نگاہ چُرا لینی پڑی۔

"مت بتائیں۔میں خود معلوم کرلوں گی۔"اُسکے لہجے کے عَظم پر ہاشم بزنجو نے بغور اُسکو دیکھا۔

"اور جب معلوم ہوا تو کیا کرلو گی؟"اُنکے سوال میں کچھ اِیسا تھا کہ میزاب ٹھٹک گئی۔

"تو میں اُن لوگوں کا جینا حرام کردوں گی۔"انداز میں اِتنا یقین تھا کہ وہ مُسکرا دیئے۔

"کتنوں کا جینا حرام کرو گی۔"اُنکی مُضمحل اور بتدریج آہستہ ہوتی آواز میں عجیب سی اُداسی تھی۔

"جو بھی آپکے مُقابل آئے گا۔آپ سے دُشمنی رکھے گا اُن سب کا کردوں گی۔"اُسکے مُصمم اِرادے چٹان کی مانند مضبوط تھے۔

"یعنی کوئی نہیں بچے گا۔"ہاشم بزنجو سب بُھول کر مُسکرا دیئے۔

"کوئی نہیں بچے گا۔"اُسکی تائید بڑی مُخلصانہ تھی۔

"لیکن تب تک جب تک آپ حق پر ہیں۔"اُسکی اگلی باور کرواتی بات بے حد وزنی اور اعصاب شکن تھی۔ہاشم بزنجو قہقہ لگا کر ہنس دیئے۔

"تم بے فکر رہو۔ ہم ہمشیہ حق پر ہوتے ہیں۔" اُنکے لہجے کا زعم محبتِ سے مغلوب میزابِ رحمت کو یقین لگا اور وہ آسودگی سے مُسکرا دی۔

"میں ڈاکٹر کو بُلا کر لاتی ہوں۔" اُنکا ہاتھ گرم کمبل میں اندر کرکے کہتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی اور پھر کمرے سے باہر نِکل کر جیسے ہی ڈاکٹر کی تلاش میں آگے بڑھنے لگی اُسے وہی شخص نظر آیا جِس نے ہاشم بزنجو کو بروقت بچا کر میزابِ رحمت پر احسان کیا تھا۔ اِس سے پہلے کہ پھر اُسکی نظروں سے غائب ہوتا میزاب تیزی سے بھاگ کر اُس تک آئی جو کسی سے باتوں میں مُنہمک تھا۔

"بات سُنیں!" اُسکی پُکار پر عباس نے ناسمجھی سے پلٹ کر دیکھا اور اُس عورت کو دیکھ کر اُسکے تاثرات میں تبدیلی آئی۔

"آپ اپنی بینڈیج تبدیل کروانے آئے ہیں؟" اُسکے سوال پر شجاعت نے عباس کے سنجیدہ ہوتے چہرے کو دیکھا۔

"اَب کیسا ہے آپکا بازو؟" اُسکی سنجیدگی اور خاموشی نظرانداز کرکے پِھر نرمی سے سوال آیا۔

"یہ ٹھیک ہیں اَب۔" اُسکو یوں خاموش دیکھ کر شجاعت کو ہی آگے ہو کر کہنا پڑا۔

"میرے دادا جان آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"اَب یہ بات کام کی تھی تبھی عباس نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو توجہ سے اُسکو ہی دیکھ رہی تھی۔

"آپ۔۔۔ چلیں گے ؟"اُن پتھر شہد رنگ آنکھوں پر بامشکل اُسکے ہونٹوں سے بدقت نِکلا۔نہ جانے کیوں وہ سَرد اور سپاٹ آنکھیں اُسکا لہو سَرد کردیتی تھیں۔

"تم یہاں رکو۔میں آتا ہوں۔"شجاعت کا شانہ تھتھپا کر وہ پلٹ کر میزاب سے آگے نکل گیا۔وہ ایک پَل کو نا سمجھی سے وہیں کھڑی رہی اور پِھر اُس شخص کے پلٹ کر دیکھنے پر تیزی سے اُسکی جانب آئی۔ظاہر ہے اُسکو روم کا معلوم نہیں تھا۔

"میں ایک بار پِھر آپ کا شکریہ کہنا چاہتی ہوں۔"اُسکو خاموشی سے چلتے پا کر دیکھے بغیر میزاب نے ممنونیت سے کہا۔چونکتے عباس نے بھی ساتھ چلتی دُشمن کی عورت کو نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔

"اِس کی ضرورت نہیں۔"اُسکی سنجیدہ رکھائی پر میزاب خاموشی ہو گئی۔سامنے کمرے کا دروازہ اُس نے آگے بڑھ کر کھولا مگر وہ شخص اندر نہیں گیا۔ایک پَل کو ٹھہر کر سمجھتے ہوئے دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر کی جانب بڑھی اور تبھی عباس نے اُسکی تقلید کی۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟" ہاشم بزنجو کو اُٹھتے دیکھ کر وہ بوکھلا کر اُنکی جانب بھاگی۔

"آپ نے ایک ہفتے تک ہلنا نہیں ہے۔" اُنکو سہارا دے کر پیچھے کُشن رکھتے ہوئے اُسکا لہجہ متفکر تھا۔ عباس نے بغور اُن دادا پوتی کو دیکھا تبھی ہاشم بزنجو کی نظر اُس اُونچے لمبے، وجیہہ مگر پتھر جیسے تاثرات والے شخص سے ٹکرائی۔

"یہ۔۔۔" ہاشم بزنجو کے سوال پر میزاب نے پلٹ کر ایک نظر اُسکو دیکھا جو کافی فاصلے پر ہی جم کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"یہ وہی ہیں جِس نے آپکی بروقت جان بچائی۔" میزاب کی اطلاع پر ہاشم بزنجو کے کھوجتے تاثرات نرم پڑے۔

"اُو بیٹے! تمہارا بہت بہت شُکریہ جو تم نے اپنی جان کی پرواہ کیئے بغیر میری حفاظت کی۔" اُنکے مُسکرانے پر بھی وہ نہیں مُسکرایا۔

"اِنسانیت کا تقاضا یہی تھا اِس لیئے شکریہ کی کوئی بات نہیں۔" اُسکے بھاری لہجے میں سارے زمانے کا سَرد پَن تھا۔ ہاشم بزنجو وہ محسوس نہیں کر سکے مگر میزاب نے چونک کر اُسکو دیکھا جِسکی سنجیدگی کے پار عجیب بے زاری اور کوفت سی تھی۔

Clubb of Quality Content

"شُکریہ کی تو بات ہے مجھے زیبی بتا رہی تھی کہ تمہیں گولی بھی لگی ہے۔"اُنہوں نے اپنی پوتی کی جانب اِشارہ کیا مگر عباس نے وہاں نہیں دیکھا۔

"چھو کر گزر گئی تھی۔اَب میں چلتا ہوں۔"اپنی کہہ کر وہ تیزی سے پلٹا میزاب تو میزاب، ہاشم بزنجو تک حیران رہ گئے۔ قبل اِسکے کے اُسے روک کر نام پوچھتے وہ دروازہ دھکیل کر باہر چلا گیا تبھی میزاب کا سیل فون بَج اُٹھا جبکہ ہاشم بزنجو سوچتی نظروں سے کتنی دیر تک بند دروازے کو دیکھتے رہے۔

ہاشم بزنجو چار دِن تک ہسپتال رہے اور اِن چار دِنوں میں میزاب گھر نہیں گئی۔آفس کا کام اِتنا تھا کہ حد نہیں۔سارے ضروری کام نمبٹا کر وہ سیدھا ہسپتال چلی جاتی اور ہاشم بزنجو کے کہنے کے باوجود گھر نہیں جاتی۔اُس گھر میں ہاشم بزنجو کے بغیر اُسکے لیئے کوئی جگہ نہیں تھی اور یہ بات میزابِ رحمت بچپن سے جانتی تھی۔اُس قصر میں اکیلے رہنے کا خیال ہی وحشت زدہ کر دینے والا تھا تبھی اپنے آفس سے مُلحقہ ریسٹ روم میں ٹھہر جاتی مگر اُس قصر نہیں گئی کیونکہ پہلے ہی وہاں سب ہاشم بزنجو کے اقدام قتل کا موردِ اِلزام اُسکو ٹھہرا رہے تھے۔

ضروری فائلز پر دستخط کرتے ہوئے اُسکا سیل فون بجا۔چونک کر اُس نے تیزی سے فون اُٹھایا جہاں 'مُدثر کالنگ' لکھا آرہا تھا۔

"اسلام علیکم! سب خیریت ہے؟" آج کل وہ ہر کال پر لرز اُٹھتی تھی۔

"ہاں! ناناجان کو ڈسچارج کر دیا ہے۔ ہم اُنہیں گھر لے کر جارہے ہیں۔" اُسکی اطلاع پر ڈھیلے ہوتے اعصاب کے ساتھ اُس نے کرسی کی پُشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

"جذاک اللہ، مُدثر!" نرمی سے کہہ کر اُس نے کال مُنقطع کر دی۔ساری کثافت اور تھکن اُس خبر پر ختم ہونے لگی۔ مُسکرا کر بیٹھتے ہوئے اَب وہ پورے عظم اور حوصلے سے کام کی جانب متوجہ ہوگئی تھی۔اُسے سارے کام جلد سے جلد ختم کر کے 'قصرِ بزنجو' جانا تھا۔

"مِس کائنات! میری آج کی ساری میٹنگز کینسل کر دیں۔" دوپہر تین بجے آفس سے نکلتے ہوئے کائنات کے آفس میں داخل ہو کر اُس نے نرمی سے کہا اور پِھر تیز قدموں سے پیک بیگ کندھے پر لٹکائے اُسکے قدم پارکنگ لاٹ کی جانب بڑھ رہے تھے۔گھر جانے سے قبل فلور شاپ پر گاڑی روک کر وہ مُسکراتے ہوئے اندر آئی۔

"اسلام علیکم، مِس زینت!" اُسکی مُسکراتی آواز پر زینت نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا اور کاونٹر چھوڑ کے اُسکی جانب بڑھ کر بغلگیر ہو گئی۔

"آج بڑی چمک رہی ہو ہو، کیا بات ہے بھئی؟" کاونٹر پر کھڑے کسٹمر کو چھوڑ کر اُس نے مُسکرا کر میزاب کا شانہ تھپتھایا اور واپس کاونٹر تک جا کر پہلے والے کسٹمر کے پُھول تراشنے لگی۔

"بس! داداجان ڈسچارج ہو گئے ہیں آج۔" کاونٹر تک آ کر اُس نے جُھکتے ہوئے پُھولوں کی مہک اندر اُتار کر ایک جذب سے کہا جبکہ برابر کھڑے مرِد نے چہرہ پھیر کر اُس عورت کو دیکھ اور چونک گیا۔

"میں بھی کہوں اِس چاند چہرے پر بہار کیسے آ گئی۔" زینت کا انداز چڑھاتا ہوا تھا۔

"تم آج جو مرضی کہتی پِھرو۔ میں بہت خُوش ہوں۔" ریک میں لگے پُھولوں کی پتیاں چُھو کر اُس نے مُسکرا کر کہا۔

"اِتنا بھی اپنے دادا کو اعصاب پر سوار مت کرو، لڑکی۔" زینت نے پُھول ریپنگ کے بعد سامنے کھڑے کسٹمر کی جانب بڑھائے۔

"اِس دُنیا میں ایک ہی تو میرا مُخلص رشتہ ہے اُسے بھی نہ اعصاب پر سوار کروں تو گزارا کیسے ہو۔" ریک سے ہٹ کر پھر سے کاونٹر تک آئی اور ایک بازو اُس پر ٹِکا کر ہاتھ کے پیالے میں چہرہ گرا کر کہتے ساتھ اُس نے سرسری سا چہرہ پھیر کر زینت کو پیسے پکڑاتے مردِ کو دیکھا جو پلٹ رہا تھا۔ وہ جو اُسکو پُکارنے لگی تھی اُس کو تیز مگر مضبوط قدموں سے فلاور شاپ کا شیشے کا دروازہ پار کر کے دیکھ کر رہ گئی۔ زینب نے اُسکی نظروں کے تعاقب میں باہر دیکھا۔

"کیا ہوا؟" اُسکے سوال پر میزاب نے چہرہ واپس کاؤنٹر کی جانب پھیرا۔

"کچھ نہیں۔ تم مجھے مِکس فلورز کا بُکے دو جلدی سے۔" کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے اُس نے عُجلت میں کہا جبکہ زینت اُسکی تیزی پر نفی میں سَر ہلا کر رہ گئی۔ پانچ منٹ بعد خوبصورت سا مِکس پُھولوں کا گلدستہ پسنجر سیٹ پر رکھنے کے بعد اُسکی گاڑی قصرِ بزنجو کی جانب تیزی سے دوڑ رہی تھی۔

"اسلام و علیکم، دادا جان!" اُسکی پُکار پر آنکھیں موند کر ٹیک لگائے بیٹھے ہاشم بزنجو نے تیزی سے آنکھیں کھولیں اور اُسکے ہاتھ میں خوبصورت سا گلدستہ دیکھ کر مُسکرا دیئے۔

"وعلیکم اسلام!" اُنکے نرم لہجے پر اُس نے گلدستہ اُنکی جانب بڑھا کر اُنکے گردِ کمبل اچھی طرح دُرست کیا اور پھر کرسی رکھ کر بیٹھ گئی۔

"اَب کیسی طبیعت ہے آپکی؟" اُنکا ہاتھ کمبل کے اندر کرتے ہوئے اُس نے محبت سے کہا۔

"بس بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں اور شدید بوریت کا شکار۔" اُنکے گلے پر وہ بے ساختہ مُسکرا دی۔

"جب تک مکمل ٹھیک نہیں ہو جاتے آپ کو بستر سے نیچے پاؤں نہیں رکھنا۔" اُسکی تنبیہہ پر پِھر سے ہاشم بزنجو ہنس دیئے۔

"اپ کی بوریت دُور کرنے کے لیئے میں آپکی سٹڈی سے کچھ کتابیں لا کر یہاں رکھوا دوں گی۔" پھولوں کا ٹکے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر کہتے ہوئے اُس نے ہاشم بزنجو کو خوش کر دیا۔

"ہمم! اَب میں آرام سے بستر پر لیٹا رہوں گا۔" اُنکی بات پر اندر آتا مُدثر بھی مُسکرا دیا۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے، زیبی؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اُنہوں نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے میزاب کو چونکا دیا جبکہ اُنکی دوائیوں کی ٹرے اُٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے مُدثر نے میزاب کو ایک نظر دیکھا جو اُسکی آمد سے مزید سنجیدہ ہو گئی تھی۔ وہ زوبیہ اور ہاشم بزنجو

کے علاوہ سب سے بس لیا دیا سا واسطہ رکھتی تھی۔ نہ سارے خاندان کے ہم عُمر کزنز سے اُسکی اِتنی بول چال تھی نہ ہی ایک گھر میں رہتے، تقی، ذکی اور مُدثر سے۔ خیر! اَب تو سب کے لیئے یہ معمول کی بات ہو چکی تھی مگر مُدثر کو ہر بار یہ بات نئے سرے سے محسوس ہوتی۔

"جی! آپ حکم کریں۔" اُسکے لہجے کا خلوص بڑا کھرا تھا۔ ہاشم بزنجو اپنے اِنتخاب پر مُسکرا دیئے۔

"میں نے تمہارے لیئے سیکورٹی کا اِنتظام کروایا ہے اور اَب میں تمہاری ایک نہیں سُننے والا۔" اُنکی اگلی وہی ہمیشہ والی تھی۔ میزاب نے گہرا سانس لیا۔

"آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سیکیورٹی کو نہیں نکالا۔ خود ہی مُجھ سے تنگ آکر بھاگ جاتے ہیں۔" اُس کے انداز پر ہاشم بزنجو نے خفگی سے اُسکو دیکھا۔

"تمہیں پرواہ نہ ہو، بیٹا۔ مجھے ہر وقت تمہاری جانب سے دھڑکا لگا رہتا ہے۔" اُنکی بات میں وزن تھا۔

"میں سمجھتی ہوں لیکن مجھے ہر جگہ سیکورٹی کی پوری فوج لے جانا پسند نہیں۔ سارا ماحول عجیب آکورڈ سا ہو جاتا ہے۔" میزاب کی دلیل بھی جائز تھی۔ وہ ہر جگہ سیکورٹی کی ٹیم کو لے کر نہیں گھوم سکتی تھی۔

"اِسکا بھی میں نے حل نِکال لیا ہے۔ تم بس اَب اِنکار نہیں کر سکتی۔" ہاشم بزنجو کے انداز کی قطعیت پر میزاب ٹھٹک گئی یعنی اُنہوں نے کچھ سوچ لیا تھا۔

"جان لیوا حملہ آپ پر ہوا ہے اِسی لیئے ٹھیک ہوتے ہی ہم آپکی نئی ٹیم رکھیں گے جو زیادہ پروفیشنل ہو۔" جُھک کر ہاشم بزنجو کا ہاتھ تھپتھپا کر اُنکو تسلی دی۔

"میری پچھلی ٹیم اچھی ہے بس جہاں جانا تھا وہاں ٹیم کو لے کر نہیں گیا لیکن میں وہ معاملہ ختم کر چُکا ہوں اور اَب میری جان کو کوئی خطرہ نہیں۔" ہاشم بزنجو کی سنجیدہ بات میزابِ رحمت جیسی عقلمند اور زمانہ شناس عورت کے لیئے تعجب انگیز تھی۔

"کوئی متنازعہ زمین جائیداد کا مسئلہ ہے، دادا جان؟" اُسکا سوال بر وقت آیا اور ہاشم بزنجو نے گہرا سانس لیا۔ اُنکی یہ پوتی جہاندیدہ تھی۔ اِس سے کچھ مُخفی نہیں رکھا جا سکتا تھا۔

"فیض آباد کے قریب والی آٹھ ایکڑ کی زمین پر منظور کرامت کا ناجائز قبضہ تھا تو بس وہی زمین قانونی کارروائی کے ذریعہ چھڑوا کر واپس آرہے تھے میں اور میرا وکیل۔" اُنکی تفصیل پر مُدثر اور میزاب نے پریشانی سے اُنکو دیکھا۔

"آپ اِتنے خطرناک کام اکیلے کرنے سے پہلے گھر میں کسی کو تو بتا دیتے، نانا جان۔" کرسی گھسیٹ کر میزاب سے قدرے ہٹ کر بیٹھتا مُدثر نے خفگی سے کہا۔

"تو اَب کیا ہم کیس جیت گئے؟" میزاب کا سوال کچھ اور تھا۔

"ہمم! جیت گئے۔ وہ زمین میں نے تمہارے نام کر دی ہے۔" اُنکی اگلی بات پر میزاب نے آنکھیں بند کر کر گہرا سانس لیا۔

"گھر میں اِتنے افراد کے ہوتے ہوئے آپکو میرے نام نہیں کرنی چاہیے تھی زمین۔ آپ جانتے ہیں نہ پہلے میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہوں سب کو۔" اُسکی سنجیدگی پر مُدثر اور ہاشم بزنجو نے پشیمانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ سہی ہی تو کہہ رہی تھی۔

"یہ سب کچھ تمہاری پوزیشن اِس خاندان میں مستحکم کرنے کے لیئے ہی تو تمہارے نام کرتا آ رہا ہوں۔" اُنکی اپنی منطق تھی جسے ظاہر ہے میزاب نہیں سمجھ سکتی تھی۔

"مجھے یہاں اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کی کوئی چاہ نہیں ہے، دادا جان۔ میرے لیئے بس میرے باپ کے شاپنگ مالز کافی ہیں۔" میزاب کے لہجے میں کوئی لچک نہیں تھی۔

"اَب سب کچھ تمہارے نام ہے۔ تم جِس کے نام آگے کرتی ہو، کِسے بیچتی ہو، کِس کو رکھتی ہو۔ یہ سب تمہارا فیصلہ ہوگا۔" ہاشم بزنجو نے اُسکا ہاتھ اپنی نرم، نحیف گرفت میں لے لیا اور یہی طریقہ میزابِ رحمت کو موم کر جاتا تھا۔ اِس گرفت میں اُسکے مرحوم باپ کا لمس تھا۔ اِس گرفت کو نہ وہ جھٹک سکتی تھی اور نہ ہی رَد کر سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے! پِھر میں جِس جِس کے نام کروں آپ کچھ نہیں کہیں گے۔" اُسکی تسلیم پر ہاشم بزنجو کے کاندھوں سے گویا منوں بوجھ اُتر گیا۔ وہ جانتے تھے کہ ہمیشہ کی طرح میزابِ رحمت اُنکو کبھی مایوس نہیں کرے گی اور ناگزیر حالات میں سخت چٹان کی طرح کھڑے ہو کر اُنکے خوابوں اور دِن رات کی محنت کو ہر سَرد گرم سے بچا کر رکھے گی۔ اُس پر اُنکا بھروسہ بے اِنتہا تھا۔ میزابِ رحمت، ہاشم بزنجو کو کبھی مایوس نہیں کر سکتی تھی۔

آفس میں بیٹھ کر جب وہ جرمنی کی زُوم میٹنگ میں مصروف تھی تبھی کائنات نے آکر اُسکے سامنے نیلی جلد والی لیدر کی فائل رکھی۔ میٹنگ کے اختتام تک کائنات وہیں صوفے پر اُسکے کہنے پر بیٹھی رہی۔ لیپ ٹاپ بند کر کے میزاب نے فائل اُٹھا کر کائنات کو دیکھا۔

"ہاشم صاحب نے بھجوائی ہے یہ فائل۔" کائنات کی اطلاع پر اُس نے کچھ چونک کر فائل کھولی اور پھر گہرا سانس لیا۔ وہ اُسکے لیئے اُنکی جانب سے رکھے جانے والی باڈی گارڈ کی تفصیل تھی جِسکا نام 'عباس جان نثار تھا'۔ وہ یقیناً اُس باڈی گارڈ کا ریزیومے تھا جس میں اِیسا ورک ایکسپیرینس تھا کہ وہ مُسکرا دی۔

"جان نثار!" مُسکرا کر اُس نے فائل پر طائرانہ نظر ڈالی۔ شُکر ہے پوری پلاٹون کے بجائے اِس بار ہاشم بزنجو نے ایک شخص کو بوڈی گارڈ رکھ کر میزابِ رحمت کی آدھی مشکل آسان کر دی تھی۔ فائل پر درج معلومات کچھ یوں تھی:

نام: عباس جانثار

والد: وارث علی

تجربہ: ایلیٹ پولیس فورس کمانڈو۔

نیچے نہ جانے کون کونسے وی-ای-پیز کو دی گئی اُس کمانڈو کی کامیاب سیکورٹی کے تجربات رقم تھے۔فائل بند کر کے اُس نے ورکنگ میز کے سب سے پہلے والے خانے میں رکھ دی۔

"ہاشم صاحب نے اِس فائل کے دیکھتے ہی آپکو گھر آنے کا کہا ہے۔"کائنات کی بات پر اُس نے سیل فون اُٹھایا اور بیگ وہیں رکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔اُسکو دادا جان سے مل کر واپس آفس آنا تھا۔آج بہت اہم میٹنگز تھیں جِن کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

قصرِ بزنجو میں گاڑی پورچ میں کھڑی کرنے کے بجائے پاتھ وے پر کھڑی کر کے تیز قدموں سے وہ باہر نِکلی اور پِھر اندر آکر ہاشم بزنجو کے کمرے کی جانب بڑھی تبھی راستے سے بُرے بُرے مُنہ بناتا ذکی اور سنجیدہ سا مُدثر اُسے دیکھ کر ٹھٹکا۔

"کیسے دوڑی چلی آئی ہو تم ایک بُلاوے پر۔"ذکی کا طنزیہ انداز اُسکے لیئے کوئی نیا نہیں تھا تبھی بھاؤ نہیں دیا۔

"دوڑ کر تو آنا تھا دادا کو زی-فوڈ ذمیں ہوئے تماشے کا بتانے کے لیئے۔" اُسکے معصوم انداز پر ذکی نے دانت کچکچائے جبکہ مُدثر نے ٹھٹک کر اُسکو دیکھا۔ذکی کی خون آشام نظریں نظرانداز کر کے آگے بڑھ گئی۔

"اسلام علیکم، داداجان!" دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہوتے ہوئے اُس نے کتاب کی رُو گردانی کرتے ہاشم بزنجو کو چونکا دیا۔

"وعلیکم اسلام!" اُسکے آگے بڑھنے پر اُنہوں نے بستر کے برابر رکھی کرسی پر بیٹھنے کا اِشارہ کیا۔

"کیسی طبیعت ہے اَب آپ کی؟" اُنکے بازو اور کندھے کو بغور دیکھ کر پوچھا۔

"ٹھیک ہوں بالکل اور تب تک رہوں گا جب تک تم میری بات مانتی رہو گی۔" اُنکی مصنوعی خفگی پر میزاب دھیرے سے مُسکرا دی۔

"آپ کی بات میں ٹال سکتی ہوں؟ بتائیں کیا حکم ہے میرے لیئے؟" اُسکے تابعدار انداز ہاشم بزنجو کا سیروں خُون بڑھا دیتے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں نے تمہارے لیئے باڈی گارڈ کا اِنتظام کیا ہے۔اِنتہائی پُروفیشنل ہے۔ایلیٹ فورس میں کئی سال گزار چُکا ہے۔"اُنکی وہی ساری معلومات دُہرانے پر میزاب نے مُسکراہٹ دبائی۔

"میں نے یہ سب کچھ آپکی بھیجی گئی فائل میں پڑھ لیا تھا۔"اُسکے انداز کی طمانیت پر ہاشم بزنجو ٹھٹکے۔

"تو پِھر؟"

"تو پِھر یہ کے پورے پلاٹون سے تو ایک کمانڈو بہتر ہے۔"اُسکے مان جانے پر ہاشم بزنجو پہلے حیران ہوئے اور پِھر ہلکے پُھلکے ہوتے اعصاب کے ساتھ مُسکرا دیئے۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم مجھے کبھی مایوس نہیں کر سکتی۔"اُسکا ہاتھ تھپکتے ہوئے اُنہوں نے جُوش سے کہا جبکہ اُنکے بچوں جیسے جُوش پر ہنستے ہوئے میزاب کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے ضروری میٹنگ پر جانا ہے۔آپ دیکھ لیں کسی چیز کی ٹینشن نہیں لینی۔"اُسکی تسلی پر ہاشم بزنجو کو سب سہل لگنے لگا۔

"تمہارا باڈی گارڈ باہر اِنتظار کر رہا ہو گا تمہارا۔اُسکے ساتھ جانا۔"اُنکی اگلی ہدایت پر دروازے تک پُہنچتی میزاب ٹھٹک کر پلٹی۔

"یعنی آج سے ؟"

"بالکل آج سے۔" اُسکے لہجے میں ہی جواب آیا جبکہ وہ پلٹ کر کمرے سے باہر نِکل آئی۔ اَب کے اُسکا چہرہ مُسکراتا ہوا، نرم نہیں بلکہ خطرناک حد تک سنجیدہ اور سپید تھا۔

"زیب !" پاس سے گزرتا تقی قبل اِسکے اُسے روکتا وہ تیز قدموں سے لکڑی کا دروازہ پار کر کے باہر پورچ میں آئی اور چٹختے اعصاب کے ساتھ گہرا سانس لیا۔ ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اُس نے دُھکتی پیشانی سہلائی اور جیسے ہی آگے بڑھنے لگی اپنی گاڑی کے سامنے مُدثر اور کسی اُونچے لمبے، ڈیل ڈول والے آدمی کو دیکھ کر ٹھہر گئی جو سیاہ اُوور کوٹ میں ملبوس یقیناً اُسکا نیا باڈی گارڈ تھا۔ باڈی گارڈ کی میزاب کی جانب پُشت تھی جبکہ مُدثر کی اُس پر جیسے ہی نظر پڑی چونک کر مُسکرایا۔

"تمہارا باڈی گارڈ۔ آخر تم دَام میں آ ہی گئی۔" مُدثر کا مُسکراتا ہوا لہجہ ہلکا پُھلکا مگر میزاب کو تیر کی طرح لگا۔ بامشکل چہرے کے تاثرات سنبھال کر وہ آگے بڑھی۔

"اسلام علیکم !"اُسکا سلام ظاہر ہے مُدثر کے لیئے نہیں تھا تبھی باڈی گارڈ پلٹا اور میزاب کی سُرمائی آنکھیں اُٹھ کر اُس آدمی کے چہرے سے جیسے ہی ٹکرائیں، وہ چونک کر سنبھلی۔ سامنے کھڑے شخص کی حیرانگی اور چونک جانا بھی اُس جیسا ہی تھا۔

"یہ ہیں میزابِ رحمت جِسکی تم نے حفاظت کرنی ہے۔"مُدثر نے اُن دونوں کی حیرانگی سمجھ کر تعارف کی رسم نبھائی جبکہ میزاب نے نا سمجھی سے مُدثر کو دیکھ کر اُس اجنبی مگر مُحسن شخص کے چہرے کے آہنی ہوتے تاثرات دیکھے۔

"اور یہ تمہارا باڈی گارڈ، عباس جان نثار۔"میزاب کو اَب جا کر اپنے مُحسن کا نام معلوم ہوا تو وہ بھی اِس عجیب سی سیچوئشن میں۔

"اسلام علیکم ! کیسے ہیں آپ ؟"سنبھل کر اُسکو دوبارہ سے سلام کرنا پڑا جبکہ عباس اُسکے راستے سے مؤدبانہ ساہٹ کر سائیڈ پر ہوا۔

"وعلیکم اسلام ! تھینک یو۔"اُسکے جواب پر وہ صرف ایک پَل کو ٹھٹکی۔مُدثر نے اُس عجیب سی آکورڈنس کو صاف محسوس کر کے میزاب کو دیکھا جو اپنے ماتحت کو دوبارہ چہرہ اُٹھا کر نہیں دیکھ رہی تھی۔

"میری میٹنگ کو دیر ہو رہی ہے، مُدثر۔ میں چلتی ہوں۔" نرمی سے کہہ کر قبل اِسکے وہ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتی، عباس جان نثار نے جُھک کر پچھلی سیٹ کا دروازہ اُسکے لیئے وَا کر کے ہلکا سا سَر کو مودبانہ خم کیا۔ ایک پَل کو چونک جاتی میزاب دوسرے ہی پَل سَر جھٹک کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"ہمیں اِجازت، مُدثر صاحب!" اُس سنجیدہ، بھاری لہجے میں عجیب سی مرعوب کر دینے والی بات تھی تبھی مُدثر اُن الفاظ کی چُبھن کے باوجود پیچھے ہو گیا اور عباس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر دروازہ بند کرتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی۔ کچھ ہی دیر بعد سیاہ رنگ کی مرسِڈیز قصرِ بزنجو کو بہت پیچھے چھوڑے تیزی سے 'الرحمت' مال کی جانب بڑھ رہی تھی۔ سارا راستہ خاموشی سے طے ہوا۔ مال کی اندرونی پارکنگ میں گاڑی کے رُکتے ہی قبل اِسکے میزاب دروازہ کھوُلتی، پہلے سے کھول دیا گیا۔ خاموشی سے باہر نِکل کر چند قدم آگے بڑھی اور پِھر یک دَم کچھ سوچ کر پلٹی اور وہ جو اُسکے پیچھے ایک فاصلے سے سَر اُٹھا کر چل رہا تھا، بروقت ٹھہر گیا۔

"مجھے بند دروازے خود کھولنے کی عادت ہے۔" اُسکی سنجیدہ بات میں کچھ چونکا دینے والا تھا۔

"آئندہ آپ میرے لیئے دروازہ نہیں کھولیں گے۔" اُسکی اگلی بات پر عباس نے خاموش نظر روشنی میں دھمکتے چہرے پر ڈال کر ہٹالی۔

"یہ میری جاب کا حصّہ ہے۔ میں اپنے کلائنٹ کی حفاظت یقینی بنا کر ہی ہر بند دروازہ کھولتا ہوں اِسی لیئے آپ مجھے منع نہیں کریں۔" سامنے کھڑے شخص کو چہرہ اُٹھا کر دیکھتی میزاب کی سُرمئی آنکھوں میں تحیر جگمگا یا۔ اُسے اِس صاف گوئی اور قطعیت کی سامنے کھڑے مودب شخص سے اُمید نہیں تھی۔ وہ جو اُسکے کہے کی تردید کرنے والی تھی کچھ سوچ کر بغیر کچھ کہے آگے بڑھ گئی۔ لفٹ کے قریب پُہنچ کر بھی مُناسب فاصلہ رکھ کر ایک مضبوط ہاتھ آگے آیا اور بٹن دبا کر پیچھے ہو گیا۔ میزاب کو موقع نہیں مل سکا۔ مخصوص آواز سے لفٹ کُھلی اور میزاب کے اندر داخل ہونے کے بعد وہ داخل ہوا اور پہلے پیچھے ہونے والا شخص اَب قدرے آگے کھڑا تھا۔

"آپ کا نام کیا تھا؟" لمحے کی خاموشی کے بعد اُسے خاموشی قطع کرنی پڑی۔ وہ بھولی نہیں تھی مگر فضا میں کچھ عجیب سَرد تناؤ سا محسوس کر کے اُسے ہی پہل کرنی تھی۔ مکمل پلٹنے کے بجائے نیم رُخ اُسکی جانب کر کے 'عباس جان نِثار' کہہ کر اُس نے رُخ پھیر کر چہرہ عین سیدھ میں کر لیا۔

"میں آپ کو جان نِثار کہہ سکتی ہوں؟" اُسکے یوں اِجازت مانگے جانے کا عباس جان نِثار نے سوچا نہیں تھا تبھی اندر تک ساکن ہوا۔

"کہہ سکتی ہیں۔" توقف کے بعد تحمل سے جواب آیا۔

"اور آپ مجھے۔۔۔" وہ الفاظ سوچنے لگی۔ آخر کیا پُکارنے کو کہے۔

"مِس رحمت؟" پِھر سے تصدیق کے لیئے نیم رُخ اُسکی جانب کیا جبکہ میزابِ رحمت کتنی دیر تک اُس شخص کے نیم رُخ کو دیکھے گئی۔ وہ دیکھتے رہنے کا سبب سامنے کھڑے شخص کی وجاہت اور کشش نہیں تھی۔ میزابِ رحمت کو اُس سوال مانگتے تخاطب نے گنگ کیا تھا۔ اِس نام سے پُکارنے والا شخص صرف اُسکے مرحوم باپ تھے۔

"کہہ سکتے ہیں!" اُس انداز میں مُختصر کہہ دیا۔ تبھی لفٹ کُھلی اور باہر نکلنے کے بعد بجائے اُس نے قدرے پیچھے کو ہو کر میزابِ رحمت کو راستہ دیا۔

"جذاک اللہ!" اُسکے برابر سے گزرتے ہوئے میزاب نے نرمی سے کہ جبکہ اُس لہجے کی نرمی کا عباس جان نِثار نے خاص اثر نہیں لیا۔

"آپ اِس آفس میں ٹھہریں گے۔" اپنے آفس کے سامنے موجود نفیس سے شیشے کے آفس کی جانب اِشارہ سے بتانے پر عباس نے اُس جانب دیکھ کر اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میرا بالکل سامنے ہے۔" اُسکے اپنے آفس کی شیشے کی دیوار سامنے واضح تھی مگر اُس پر وہ ہمہ وقت بلائینڈز گرائے رکھتی تھی مگر جب سے اُس نے اپنے لیئے باڈی گارڈ رکھنے چھوڑے تھے تب سے ہٹا رہتا تھا۔ عباس کی نگاہ دیوار پر لگی خوبصورت سی تختی تک گئی جِس پر 'میزابِ رحمت' لکھا تھا۔ چہرہ پھیر کر اُس نے میزابِ رحمت کو دیکھا جو اپنے آفس جانے کے بجائے وہیں جم کر کھڑی تھی۔

"آپ کو کچھ اور بتانا ہے؟" اُسکو یوں شش و پنج میں خاموش کھڑا دیکھ کر اُسکو پوچھنا پڑا جبکہ میزاب نے چونک کر اُسکو دیکھا۔

"نہیں! میں تو آپ کے آفس جانے کا ویٹ کر رہی ہوں۔" اُس نے سنبھل کر جس طرح بات بنائی اُس پر عباس جان نثار نے ہلکا سا سر کر خم کیا اور پھر سائیڈ شیشے کا دروازہ کھول کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔ اُسے پہلے ہی ہاشم بزنجو نے ہدایت کی تھی کہ تمام سیکورٹی سٹاف کے ساتھ کنٹرول روم کے بجائے اُسے میزابِ رحمت کے آفس کے پاس اور اُسکے ساتھ رہنا ہے گو کہ اُسکے تجربات اور قابلیت کو دیکھ کر اُسے 'الرحمت' مالز کی سیکورٹی کا چیف بنایا گیا تھا مگر اُسکی پہلی فوقیت میزابِ رحمت کو سیکورٹی فراہم کرنا تھا۔ اپنے آفس میں آکر کرسی پر بیٹھتے ہوئے میزاب نے بے چینی سے گردن سہلا کر ایک ترچھی نظر برابر کی شیشے والے آفس کو دیکھا جہاں کائنات اُسکا پیک بیگ اُسے دے کر جارہی تھی اور اُسکے جاتے ہی اُس نے بیگ سے لیپ ٹاپ نکال کر ٹیبل پر رکھا اور اِدھر اُدھر دیکھے بغیر کام میں مصروف ہو گیا۔ میزاب نے کچھ چونک کر سر جھٹکا پھر پورا گھنٹے وقفے وقفے سے اُس نے جب بھی ساتھ والے آفس میں نظر ڈالی وہاں بیٹھے شخص نے ایک بار بھی نظر اُٹھا کر ہٹے بلائینڈز والی کھڑکی کی جانب نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھا۔ ایک گھنٹے بعد کہیں جا کر سُکھ کا سانس لیتے ہوئے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"کم اِن!" کائنات کے دروازہ بجانے پر اُس نے مصروفیت سے اجازت دی۔

"میم! آپکی کمال اِنٹیریئر کے ساتھ میٹنگ کا وقت ہونے والا ہے۔" کائنات کے بتائے جانے پر اُس نے چونک کو سَر اُٹھا کر دیوار گیر گھڑی کو حیرانگی سے دیکھا۔ دو گھنٹے کیسے گزرے معلوم ہی نہیں ہو سکا۔

"جذاکِ اللہ، مِس کائنات!" فائلز تیزی سے بند کرتے ساتھ اُس نے اپنا پیک بیگ ہاتھ میں لیا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُسکے آفس سے نکلنے سے قبل ہی دوسرے آفس کا دروازہ کھول کا عباس پہلے ہی نِکل آیا۔

"تم نے اُنکو میرا اشیڈول دے دیا ہے؟" میزاب ابھی دروازے کے قریب ہی پُہنچی تھی تبھی اُسکو باہر کھڑے دیکھ کر ٹھٹک کر ٹھہر کے کائنات سے پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں دیا۔ جیسے ہی آپ لوگ میٹنگ سے آتے ہیں، میں کر دیتی ہوں میل۔" کائنات کے کہے جانے پر میزاب اثبات میں سَر ہلا کر باہر نِکلی۔

"میم کی کمال اِنٹیریئر کے ساتھ میٹنگ ہے۔ یہ اُنکا ایڈریس ہے۔" کائنات نے کہہ کر ایک کارڈ عباس کی جانب بڑھایا جسے اُس نے ہاتھ میں لے کر ایک بار پڑھ کر سیاہ پینٹ کی جیب میں ڈالا اور آگے بڑھنے کے بجائے میزاب کو اِشارے سے آگے جانے کا کہا۔ کائنات واپس

اپنے برابر والے آفس میں چلی گئی جبکہ میزاب تیز قدم اُٹھا کر راہداری سے ہوتے ہوئے لفٹ کے قریب پُہنچی اور قبل اِسکے آگے ہو کر عادتاً لفٹ کا بٹن دباتی، سائیڈ پر کھڑا شخص پہلے ہی دبا چُکا تھا۔ چُونکے بغیر سیدھا ہو کر کُھلی لفٹ میں داخل ہوئی اور تبھی بند ہوتی لفٹ کے دروازے کے خلا میں تیزی سے اندر ہاتھ رکھ کر داخل ہوتے ذکی کو دیکھ کر اُس نے گہرا سانس لیا۔

"کہاں بھاگی جا رہی ہو؟" ذکی نے ایک نظر سنجیدہ اور آہنی سے اُسکے باڈی گارڈ کو دیکھ کر چہرہ پھیر کر دیوار سے ٹیک لگائی۔

"تم آفس میں ہوتے تو ضرور معلوم ہوتا۔" میزاب کے ٹھنڈے ٹھار جواب پر وہ تلملا کر رہ گیا۔

"تم۔۔۔"

"شہلا کو تم نے دوبارہ تنگ کیا تو میں تمہارا ہرگز لحاظ نہیں کروں گی۔" اُسکی سخت تنبیہ پر آگے کھڑے عباس نے چہرہ پھیر کر ایک نظر بل کھاتے ذکی نامی شخص کو دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"تمہاری تو۔۔۔" وہ تیزی سے ہاتھ ہوا میں لہرا کر اُسکو مارنے کے اِرادے سے جیسے ہی آگے بڑھنے لگا بروقت اُسکی کلائی ایک فولادی گرفت میں آئی۔ کراہ کر اُس نے چہرہ پھیر کر خود کو سختی سے دیکھتی آنکھوں کو دیکھا۔

"تم۔۔۔ تمہاری اِتنی۔۔۔ آہ۔۔۔ آہ۔۔۔" اُسکا ہاتھ پوری قوت سے جھٹک کر عباس نے پیچھے دھکیلا جبکہ چونک اُٹھتی میزاب کے کھنچتے اعصاب یک دم پُر سکون ہو گئے۔

"اِسکو کہو۔۔۔ آہ۔۔۔ میرا ہاتھ تو چھوڑے۔" ذکی کی کراہتی آواز نے میزاب کو تسکین سے کھینچ کر باہر نِکالا۔

"چھوڑ دیں اِسے، جان نِثار۔ یہ گُفتار کا غازی ہے۔" اُسکے ٹھنڈے لہجے پر جہاں ذکی نے دانت پیسے وہیں عباس اُسکا ہاتھ چھوڑ کر اپنی جگہ پر واپس کھڑا ہو گیا۔

'ت۔۔۔ تمہ۔۔۔ تمہیں تو میں دیکھ لوں گا۔" لفٹ کے کُھلتے ہی اپنی کلائی سہلا کر اُس نے کینہ توز نظر سپاٹ تاثرات سے کھڑے باڈی گارڈ پر ڈالی اور تیزی سے باہر نِکل گیا۔ پیچھے ہو کر اُس نے میزاب کو باہر جانے کا راستہ دیا اور پِھر اُسکے پیچھے مگر ایک سائیڈ پر ہو کے دو قدم کا فاصلہ رکھ کر اُسکے چلنے لگا۔ گاڑی کے پاس پُہنچ کر اُس نے وہی بروقت عمل دُہرایا۔ عجیب سا

محسوس کرتی میزاب اندر بیٹھ گئی۔ گاڑی میں پہلے کی طرح خاموشی ہی طاری رہی۔ وہ اِتنی جلدی نہ کسی سے گھلنے مِلنے والی تھی، نہ بھروسہ کرنے والی۔ اُسکے اندر ابھی بھی وہی خوف اور تحفظات کنڈلی مارے بیٹھے تھے جسے چاہ کر بھی زُبان نہیں دے سکتی تھی۔ چہرہ اُٹھا کر اُس نے اُوپر دیکھا تو نگاہ نیچے کیئے گئے بیک ویو مرر سے ٹکرائی۔ سَر جھٹک کر بیگ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اُس نے گہرا سانس لیا۔ کمال اِنٹیریئر کی بلڈنگ زیادہ دُور نہیں تھی تبھی ایک گاڑی کے تیزی سے راستہ کاٹ کے آگے آنے پر عباس نے بروقت بریک لگا کر تیزی سے پیچھے دیکھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" جھٹکا کھا کر پیچھے ہوتی میزاب نے ایک نظر اُسکو دیکھ کر سامنے کی گاڑی میں سے نکلتے افراد کو دیکھا۔ اُن پھیلتی سُرمائی آنکھوں کے تعاقب میں عباس نے چہرہ پھیرا اور پھر سیدھا ہوا کر دروازہ کھولا۔

"آپ نے باہر نہیں نِکلنا۔" نرمی سے کہتے ہوئے اُتر کر گاڑی لاک کرتے ہوئے اُن آدمیوں کی جانب بڑھا۔ میزاب نے پریشان ہو کر ایک نگاہ اطراف میں ڈالی جہاں ٹریفک نہ ہونے

کے برابر تھی۔ابھی پیک آورز گزرے تھے۔آفس ورکرز لانچ وغیرہ کر کے جا چکے تھے تبھی اُس سڑک پر رش کم تھا جو کہ ایک فوڈ سٹریٹ تھی۔

"یہ کونسا طریقہ ہے گاڑی روکنے کا؟"اُن تینوں لوگ کو گاڑی سے اُترتے دیکھ کر اُسکے سنجیدہ سوال پر وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیئے۔

"ہمارا تم سے کوئی لینا دینا نہیں۔اِسی لیئے چلتے بنو۔"اِشارے سے سائیڈ پر ہونے کا اِشارہ کر کے ایک اُسکی جانب بڑھا۔

"کافی عرصے بعد اِس نے کوئی گارڈ رکھا ہے خیر! یہ لو پکڑو اور سائیڈ پر ہو۔"اُسکو یونہی جما دیکھ کر اُن میں سے ایک آگے بڑھا جو یقیناً اُنکا سرغنہ تھا۔میزاب نے تیزی سے آگے ہو کر ایک آدمی کو اپنے والٹ سے موٹی تازی رقم نکالتے دیکھا۔عباس نے سختی سے اُسکو دیکھ کر پاس سے گزر کر آگے بڑھنے والے کو شانے سے جھکڑ کر اپنے مُقابل کیا۔

"معاملہ کیا ہے؟"اُسکے لیئے یہ جاننا زیادہ اہم تھا۔

"تُو کیوں بیچ میں کود رہا ہے؟ پیسے لے اور نِکل۔"اُس آہنی گرفت پر چونکتے ہوئے اُس آدمی نے اپنا کندھا چُھڑوانا چاہا مگر مقابل کی گرفت مضبوط تھی۔

"ہم جلدی میں ہیں تو اگر اِس بے وقوفی کا مطلب واضح ہو جائے تو زیادہ مُناسب رہے گا۔" پیسے مزید نکالتے شخص کو دیکھ کر اُس نے جس تُندہی سے کہا اُن تینوں نے ایک دوسرے کو ٹھٹک کر دیکھا۔

"اُس ناجائز زمین پر قبضہ کرنے کے بعد اَب یہ لڑکی اُسکی مالکن ہے۔ ہمیں اپنی زمین واپس چاہیئے۔" سارے پیسے والٹ سے نکال کر اُسکی جانب بڑھا کر عباس کو چونکا دیا۔ اُسکے چونکنے پر پیسے لہراتا آدمی تمسخرانہ مُسکرا دیا۔

"قانونی طریقہ زیادہ بہتر نہیں رہے گا؟" وہ اُن لوگوں کے اِرادے جاننا چاہ رہا تھا تبھی پیسے نظر انداز کر اطمینان سے سوال کیا۔

"یہ ہمارا وقت ضائع کر رہا ہے، اُستاد۔" پیچھے کھڑے شخص نے ناگواری سے لقمہ دیا۔

"قانونی طریقے میں اَب ہماری ناکامی ہی ہو گی کیونکہ زمین ہاشم بزنجو کچھ دِن پہلے اپنے پوتی کے نام کر چُکا ہے۔ تم نئے ہو گے اور نہیں جانتے ہو گے کہ ہاشم بزنجو نے اپنے ہر سیاہ سفید کا مالک اُس عورت کو بنا رکھا ہے۔" حقارت سے ایک ایک لفظ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے

اُس شخص نے پیسے والا ہاتھ نیچے کر کے گاڑی کی سمت اِشارہ کیا۔ عباس نے اُس اِشارہ کے تعاقب میں پلٹ کر پچھلی سیٹ سے جھانکتے، متفکر چہرے کو دیکھ کر اُس آدمی کو دیکھا۔

"مرد کے بجائے عورت سے مُقابلہ کرنے کی سوچ ہی ناکام شخص کی ہوتی ہے۔" برابر کھڑے شخص کو کندھے سے واپس کھینچ کر سہولت سے جواب دیا۔

"اے لڑکے! تمہیں سب بتانے کا مقصد یہ نہیں کہ ہم ہر آئے گئے کو مقصد تھما دیتے ہیں بلکہ اِسی طریقے سے ہم نے اُس عورت کے ہر باڈی گارڈ کو خرید خرید کر اُسے اکیلا کیا ہے۔"

اُس آدمی کی اگلی طنزیہ بات پر عباس جان نثار کی آنکھوں کے قریب موجود سیاہ گھنی بھنویں اکھٹی ہوئیں۔

"اِن پیسوں سے ہم تمہیں خرید رہے ہیں۔" ایک بار پھر وہ پیسے اُسکے آگے لہرائے گئے۔

"تم ابھی جانتے نہیں ہو ہم کس کے آدمی ہیں۔" پیچھے کھڑے آدمی نے اُس پتھر جیسے تاثرات پر اُسے خُوف دِلانا چاہا۔

"مجھے جاننے میں دلچسپی بھی نہیں اور شرافت سے راستہ صاف کرو۔" ہاتھ سے پرَے ہونے کا اِشارہ کر کے عباس جیسے ہی پلٹا اُنکے سرغنہ نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ٹھہرنے پر مجبور کر

دیا۔ سنجیدگی سے پلٹ کر اُسکا ہاتھ شانے سے پکڑ کے مروڑتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں موجود پیسوں کی گڈی اُس آدمی کے مُنہ میں زبردستی ٹھونس کر اُسے کھانسنے پر مجبور کر دیا۔ باقی تو ہڑبڑا کر ہک دق پیچھے ہوئے جبکہ اُنکو یونہی چھوڑ کر عباس پلٹ کر گاڑی کی جانب بڑھا۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا اور پھر گاڑی ریورس کر کے سائیڈ سے گزار لے گیا۔ چند پَل کی خاموشی کافی تھی میزابِ رحمت کو اپنے چٹختے اعصاب سنبھالنے کے لیئے۔

"کون لوگ تھے وہ؟" اُسکے مدھم سوال پر عباس نہیں چونکا۔

"خریدار!" مگر اُسکے لفظی جواب پر میزاب ضرور چونک گئی۔

"کس چیز کے خریدار؟" اُسکے سوالیہ لہجے میں تعجب صاف محسوس کیا جا سکتا تھا۔

"آپکے باڈی گارڈ کے۔" میزابِ رحمت کو اُس شخص سے اِتنی صاف گوئی کی اُمید نہیں تھی۔ نا سمجھی سے اُس شخص کی پُشت کو دیکھا۔ دِل میں اِسی خوف کو لے کر پنپتے جذبے بے یقینی کے بادل گھرے کرنے لگے۔ اُسے وہ وقت یاد آنے لگا جب اُسکے اپنے باڈی گارڈ نے دُشمنوں کے ہاتھ بِک کر میزابِ رحمت کو نا قابلِ معافی نقصان پُہنچایا تھا۔ اِیسا نقصان جِس کی بھرپائی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ناممکن تھی تبھی تو اُس غدار کے بعد میزاب نے کبھی بھی گارڈ نہیں رکھے تھے۔ رکھ نہیں سکتی تھی۔ جو دھوکہ وہاں سے مِلا تھا وہ بہت کربناک اور خطرناک تھا۔

"تو خرید لیا؟" اُسکی سنسناتی آواز سرگوشی سے زیادہ نہیں تھی۔ عباس جان نثار اُس کانپ اُٹھتے لہجے کے خدشات پر اپنی ہستی سمیت سُن رہ گیا۔ بے اِختیار چہرہ اُٹھا کر اُس نے اُوپر دیکھا۔ گاڑی ریورس کرنے کو اُوپر کیئے گے بیک ویو مرِر سے جھانکتی شہد رنگ آنکھیں، خوف سے لرزتی سُرمائی آنکھوں سے ٹکرائیں۔ اُن آنکھوں میں تیرتا خوف اعصاب ہلا دینے والا تھا۔

"خرید لیتے اگر کوئی اور ہوتا۔" جب وہ بولا تو میزاب کے دِل نے چند دھڑکنیں مدغم کیں۔

"مگر عباس جانثار کو خریدا نہیں جا سکتا۔" اُس اگلی حتمی بات پر میزاب رحمت سانس نہیں لے سکی۔ وہ جو بدعنوانی اور خوف کی فضا گاڑی میں تیزی سے پھیل رہی تھی اُس نے دَم توڑ دیا۔ سُرمائی آنکھیں بے یقینی سے لرزیں اور پھر اُس لرزاہٹ پر شہد آنکھیں جُھک کر بھاگتی سڑک کی جانب متوجہ ہو گئیں۔ کبھی کسی منزل پر ختم ہو جانے والا باقی ماندہ سفر گہری خاموشی سے طے ہونے لگا۔

✓اَب اُس کی مرضی مسافر کہے یا گردِ پا

میں اُس کے ساتھ مسلسل سفر میں رہتا ہوں۔۔۔

(حسیب الحسن)

جاری ہے!

'پابندِ سَلاسل' اَز قلم: مرجان قُطب

تیسری قِسط:

"میں نے آپکو پہلے بھی بتایا تھا کہ ہمیں صرف اِنٹیریئر کی ٹیم چاہیئے۔" کچھ دیر پہلے ہی وہ کمال اِنٹیریئر پُہنچی تھی اور اَب آفس میں بیٹھ کر اُسکا ضبط کبھی بھی رُخصت ہو سکتا تھا۔

"کمال صاحب! میرے ساتھ بزنس تبھی ہو سکتا ہے جب غیر جانبدار رہ کر کام کیا جائے۔" اُس کمینے کی کمینی مُسکراہٹ کو نظرانداز کرکے اُس نے آخری بار اپنی وہی بات رکھی۔

"میری بھی ٹرمز واضح ہیں میزاب۔ اگر ہم بزنس کے ساتھ لائف پارٹنر بھی۔۔۔" اُسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی میزاب تمکنت سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"الرحمت کو آپ کے ساتھ بزنس کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ ڈیل کبھی نہیں ہو گی۔" اپنا بیگ اُٹھا کر وہ تیز قدموں سے دروازے تک آئی تبھی مُسکراتا زرق کمال بھی اُسکے پیچھے ہی آیا۔

"آپ بزنس ڈیل کو لے کر اتنا جذباتی ہو جائیں گی مجھے نہیں معلوم تھا۔ آخر اس ڈیل سے بزنجو اور کمال فیملی کے بہت مفاد جُڑے ہیں۔" وہ میزاب کی بے بسی سے بے حد محضوظ ہو رہا تھا۔ پلٹ کر کوئی جواب دیئے بغیر میزاب نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا۔ دروازے سے چند قدم دُور کھڑے عباس نے چہرہ پھیر کر دیکھا اور پھر ٹھٹک کر اُس تک آیا جِسکا چہرہ شدید طیش سے تمتمارہا تھا۔

"سب ٹھیک ہے، مِس رحمت؟" دروازہ بند کر کے وہ جیسے ہی آگے بڑھی اُسکے پیچھے آتے عباس نے آہستگی سے پوچھا۔ میزاب اُسکا جواب کیا دیتی بے چینی سے ہاتھ مَسل کر آگے چلنے لگی۔ اِس ڈیل کے حق میں ہاشم بزنجو دو مہینوں سے تھے اور اُس نے دو منٹ میں ختم کر دی

تھی۔اُسے گھر میں ہونے والے تماشے کی پرواہ نہیں تھی مگر ہاشم بزنجو کو مایوس وہ ناگزیر حالات میں بھی کرنا نہیں چاہتی تھی۔اُسکی خاموشی پر عباس نے مزید کچھ پوچھے بغیر آگے بڑھ کر لفٹ کا دروازہ کھولا اور پھر اندر آتی میزاب نے جِس طرح بے دم ہو کر لفٹ کی ریکنگ کو تھاما،عباس نے چونک کر بغور اُسکے سپید پڑتے چہرے کو دیکھ کر رُخ دروازے کی جانب پھیر لیا۔لفٹ بند ہوئی اور میزاب یونہی خالی دماغ لیئے سوچنے لگی۔اُسے پروفیشنل لوگوں کو ڈیل کرنے کے ہزار طریقے آتے تھے مگر ایسے گھٹیا اور اپنی پٹڑی سے اُتر آنے والوں لوگوں کے وہ کبھی مُنہ لگنا پسند نہیں کرتی تھی تبھی اُس نے اپنے بزنس سرکل اور ورک پلیس میں یہ تاثر اور سوچ عام کر رکھی تھی اور تبھی کسی میں جُرأت نہیں ہوتی تھی میزابِ رحمت سے بزنس کے علاوہ کوئی اور بات کرنے کی مگر کچھ لوگ بزنس میں آکر بھی نہیں سُدھرتے۔لفٹ کا دروازہ کُھلنے پر عباس نے سائیڈ پہ ہوکے اُسکو راستہ دیا اور پارکنگ لاٹ میں آکر اُسکے لیئے دروازہ کھولتے ہی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی ریورس کی اور 'کمال اِنٹیرئیر' کی بلڈنگ سے نکال لے گیا۔سیاہ گاڑی تیزی سے مین شاہراہ پر دوڑ رہی تھی۔ آفس لے جانے کے بجائے گاڑی کم رش والی سڑک پر موڑ کر چلاتے ہوئے پچھلی سائیڈ کا شیشہ تھوڑا سا کھول کر اُس نے میزاب کو چونکا دیا۔اپنی سوچوں کو جھٹک کر میزاب نے باہر

اُترے خوبصورت موسم کو دیکھا اور پھر چہرے پر پڑتی ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا پر آنکھیں موند کر گہرا سانس لیا۔ دُھوپ کے ساتھ ٹھنڈی ہوا تھکتے اعصاب کو پُر سکون کر کے رگ و پے میں طمانیت بھر رہی تھی تبھی آدھے گھنٹے بعد سوچوں کو یکجا کر کے سنبھل کر بیٹھی۔ گاڑی کو یونہی بے مقصد دوڑتے دیکھ کر اُس نے ایک نظر عباس کی پُشت کو دیکھا۔

"گھر ڈراپ کر دیں مجھے۔" اُسے ابھی آفس میں ضروری کام تھا مگر جانتی تھی کہ زرق کمال نے ذکی کو کال کر کے قصرِ بزنجو پہ قیامت ڈھادی ہو گی۔ آمینہ کاشف اور رفعت شیراز اُسکی خُون کی پیاسی ہوں گی مگر اُسے دادا کا بلیڈ پریشر کنٹرول میں رکھنا تھا۔ عباس نے گاڑی کا رُخ قصرِ بزنجو کی جانب کر دیا اور کچھ دیر بعد وہ قصر سامنے تھا جہاں عباس جان نِثار کے دُشمنوں کی رہائش تھی۔ سب منفی سوچوں کو لگام ڈال کر اُس نے ہارن دیا۔ دروازے وَا ہونے پر گاڑی اندر لا کر کھڑی کرتے ہوئے اُسکو بھی اندر ہی آنا تھا کیونکہ اُسکی رہائش بھی سیکورٹی چیف کے کمرے میں مُنتقل ہو گئی تھی۔ دروازہ کُھلتے ہی میزاب نے باہر قدم رکھ کر طوفان سے پہلی والی خاموشی کو دیکھا اور پھِر اندر کی جانب قدم بڑھائے۔ عباس جان نِثار اُس سے دو قدم سائیڈ پر چل رہا تھا تبھی بھاری شیشے کا مرتبان سائیڈ ہال سے لہراتا ہوا آیا اور اُس سے پہلے کہ میزاب کے سَر کے چیتھڑے اُڑتے، عباس نے بروقت میزاب کو دونوں شانوں سے تھام

کر تیزی سے اپنی جانب کھینچ لیا۔اپنے شانے سے آلگتی عورت کے ٹھیک ہونے کا تعین کر کے اُس نے سائیڈ پر دیکھا جبکہ اِتنی زور سے مرتبان کے پاش پاش ہونے پر بھی میزاب کا نہ دِل دہلا، نہ لرزا۔

"یہ۔۔"رفعت شیراز کو دیکھ کر اُس نے بامشکل اپنے طیش پہ قابو پایا۔سامنے کھڑی کینہ توز نظروں سے دیکھتی اِسی عورت کا ہاتھ عباس نے ہسپتال میں اپنے گریبان تک پُہنچنے سے پہلے ناگواری سے جھٹک دیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں، جان نِثار۔"میزاب کے نرمی سے اُسکی جانب نیم رُخ کر کے کہنے پر عباس آہستگی سے اُسکے شانے چھوڑ کر چند قدم پیچھے ہوا۔

"کیا کر رہی ہیں، آپا؟"آمینہ کاشف اُس زوردار آواز پر تیز قدموں سے باہر بھاگ کر آئیں۔

"میں آج اِسکا قتل کر دوں گی۔"اُنکے تیز لہجے پر عباس نے ایک نظر میزاب کے سپاٹ تاثرات کو دیکھا۔

"بابا جان گھر پر ہیں، آپا۔"آمینہ کاشف نے اُنکو سمجھانا چاہا مگر رفعت شیراز کو کون روک سکتا تھا۔

Clubb of Quality Content

"تو بابا کو بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ کس سانپ کو آستین میں پال رہے ہیں۔" اُنکی چیخ پہلے سے بھی زیادہ بلند تھی۔اپنے کمرے سے تقی اور زوبیہ بھی اُس شور پر باہر نِکل آئے۔

"پھوپھو!" ہال میں کام کرتے مُلازمین کو دیکھ کر زوبیہ تیزی سے اُن تک آئی مگر اُنہوں نے زوبیہ کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ یہاں کام کرنے والوں کے لیئے کونسا کوئی نئ اور ڈھکی چھُپی بات تھی۔

"تم مجھے روکنے کے بجائے اِس کم بخت سے پوچھو کیا چاہتی ہے یہ۔" اُنکے پِھر سے چلانے پر میزاب نے ناگواری سے چہرہ پھیر کر اُنکو دیکھا۔

"چِلانے کی ضرورت نہیں ہے، رفعت پھوپھو۔میں آپ سے زیادہ اُونچا چِلا سکتی ہوں۔" اُسکی ٹھنڈی ٹھار آواز میں مُقابل کو جلا کر بھسم کر دینے والا اطمینان تھا۔عباس نے چونک کر اُسکو دیکھا تبھی آمینہ کاشف کو آگے بڑھنا پڑا۔ ظاہر ہے رفعت شیراز اُنکے بیٹے کے لیئے لڑ رہی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم۔۔۔ بابا کو کہہ کر تمہارے تو میں پَر کٹواتی ہوں۔"مُٹھیاں بھینچ کر کھڑیں رفعت بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ میزاب کا مُنہ نوچ لیتیں تبھی آمینہ کاشف نے کہہ کر اُنکو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"میری تراش خراش کے بجائے اپنے بیٹے کو لگام ڈالیں جو ہر گھٹیا شخص سے کاروباری مراسم بڑھاتا ہے۔"اِس گھر میں رہ کر اُس نے سب کچھ سیکھ لیا تھا۔نہیں سیکھا تھا تو دَب جانا۔ تذلیل پر جواب نہ دینا۔ چھوٹی موٹی باتوں پر میزاب خاموش رہتی تھی مگر اُنکے تذلیل بھَرے لہجے پر وہ کسی صورت سمجھوتہ نہیں کر سکتی تھی۔اُس جواب پر جہاں زوبیہ نے اپنا ماتھا پیٹ کر ماں کے سُرخ ہوتے چہرے کو دیکھا وہیں عباس جان نثار اُبھرنے کو بے تاب مُسکراہٹ دبا کر سائیڈ راہداری کی جانب بڑھ گیا جہاں سیکورٹی چیف کی رہائش تھی۔اُسے اِس نجی مسئلے میں نہیں کھڑا ہونا تھا۔وہ عورت مضبوط تھی اور سب اکیلے ہینڈل کر سکتی تھی یہاں تک کے خاندانی سیاست بھی۔اِن لفاظی جنگوں میں اُسے تحفظ درکار نہیں تھا۔

"تمہاری شادی تو میں نے زرق کمال سے نہ کروائی تو میرا نام بدل دینا۔"رفعت شیراز کے اِنتقامی انداز کم اَز کم میزاب خاطر میں نہیں لاسکتی تھی۔

"کیوں آپ لوگ سب کے سامنے تماشا لگائے رکھتی ہیں۔" تقی بے زاری سے کہہ کر اپنے کمرے میں واپس چلا گیا اور اُسکے پیچھے زوبیہ بھی۔ اُن دونوں کے جاتے ہی میزاب خاموشی سے اُنکے عین سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"پھر دیکھتے ہیں کیسے ہوتی ہے زرق کمال سے شادی۔" اُسکا انداز اُکستا ہوا تھا۔ جانتی جو تھی زرق کمال جِس قماش کا ہے ہاشم بزنجو کبھی بھی اُس آدمی کو بزنجو خاندان کے لیئے نہیں سوچیں گے۔ رفعت شیراز نے نفرت سے اُسکو دیکھا جو اُنکو ہمشیہ کی طرح شعلوں کی زَد میں دھکیل کر ہاشم بزنجو کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"آپا! اِس لڑکی کا کچھ تو کرنا پڑے گا۔" آمینہ کاشف کی سوچتی آواز پر رفعت شیراز نے کسی مُصمم اِرادے سے اثبات میں سَر ہلایا۔

"اِسکو اِسکی ماں کی طرح اُوقات یاد دِلانی ہی پڑے گی۔" اُنکے حوصلے پست نہیں ہونے والے تھے۔ نفرت کا سب کچھ تباہ کر دینے کا جو جذبہ اُنکے اندر نہ جانے کب سے موجزن تھا، اُسکو جلد ہی رہائی کا راستہ مِلنے والا تھا۔ میزابِ رحمت سے اُنکی نفرت کوئی ڈھکی چُھپی نہیں تھی۔ اُسکی تذلیل، سُبکی اور بے عزتی کا عظیم موقع وہ دونوں کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھیں

مگر یہ بھی تلخ حقیقت تھی کہ میزابِ رحمت اپنے پَروں پر پانی تک نہیں پڑنے دیتی تھی مگر آخر کب تک۔۔۔

✓میرے اپنے مجھے لوٹ کر نکلے ہیں ابھی

میرے دُشمن! تُجھے اِس بار بھی تاخیر ہوئی ہے۔۔۔

"میں نے تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے سب سے بنا کر رکھو کرو، زیبی۔" ہاشم بزنجو کی اُسی ہدایت پر اُس نے سَر جھٹکا۔

"میں تب تک ہی جُھک کر عزت احترام دے سکتی ہوں جب تک میری عزتِ نفس مجروع نہ ہو، دادا جان۔" اُسکے لہجے کی اُٹھان نظر انداز کیئے جانے کے قابل نہیں تھی۔

"تو یعنی تم اپنے دادا کی بات نہیں مانو گی۔" اُنکے مایوس کن لہجے پر میزاب نے گہرا سانس لیا۔

"آپ کی ہر ماننے والی بات میرے لیئے حکم کا درجہ رکھتی ہے لیکن اگر وہ مجھے ذلیل کرتی رہیں گی تو مجھے معاف کردیں میں چُپ نہیں رہ سکتی۔" اُسکے انداز میں قطعیت تھی۔

"آپ جانتے ہیں میں اُنکی ہمیشہ عزت کرتی آئی ہوں مگر وہ دونوں ہمیشہ مُجھ پر رکیک جُملے اُچھال کر میری تذلیل کرتی ہیں۔"اُسکی بات بالکل دُرست تھی مگر گھر کا امن بحال کرنے کے لیئے ہاشم بزنجو نے کسی ایک کو تو سَرنگوں کرنا ہی تھا۔

"بیٹے! وہ بڑی ہیں۔ کڑوی ہیں مگر دِل کی بہت اچھی ہیں۔"اُنہوں نے بات سنبھالنی چاہی۔

"داداجان! دِل کی اللہ پاک کے سوا کِس کو خبر ہے۔اِنسان زُبان سے ہی دوسرے اِنسان کو پرکھتا ہے۔اگر زُبان نرم تو اِنسان کا اندر نرم اگر وہ کڑوی تو اندر سب کڑوا اور سخت۔"میزابِ رحمت کی بات وزن دار تھی۔اُسکو گفتگو میں دبایا نہیں جاسکتا تھا۔

"مجھے غلط جگہ جُھکنے کو مت کہیں۔اِسکی اِجازت میرا رب بھی نہیں دیتا۔جہاں میں غلط ہوں گی،ہزار بار جُھکوں گی مگر جہاں نہیں ہوں وہاں مرِکر بھی نہیں جُھک سکتی۔"نرمی سے اُنکا ہاتھ تھپکتے ہوئے کہہ کر اُس نے ہاشم بزنجو کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"تم بالکل اصفہان کی طرح ہو۔وہ بھی نہیں جُھکتا تھا۔اُسے میں نے بہت جُھکانے کی کوشش کی اور ہر بار ناکام رہا۔"اپنے کسی خیال میں غرق اُنہوں نے میزاب کو چونکا دیا۔وہ اُسکے سامنے اپنے بیٹے کا ذکر بہت کم کرتے تھے۔بس کبھی کبھار اور یہ وقت بھی اِیسا ہی تھا۔

"مجھے بھی بے فیض لوگوں کے سامنے مت جُھکائیں۔" وہ آگے کہہ نہیں سکی کہ ناکام ہو جائیں گے مگر ہاشم بزنجو کواِس بات کی خبر تھی۔

"زرق کمال کی ڈیل کیوں رَد کردی؟" اُنہوں نے موضوع بدل کر سوال کیا۔

"آپ کو معلوم ہے زرق کمال کس قدر بد فطرت اور خائن شخص ہے۔ایک بار ہمیں کروڑوں کا نقصان کرواچُکا ہے وہی کافی ہے۔" اُسکے فاصلے جذباتیت پر مبنی نہیں ہوتے تھے اور یہی بات اُسکی ہاشم بزنجو کو سب سے زیادہ پسند تھی۔

"ذکی تو تمہارا جینا حرام کرنے والا ہے۔" اُنکا انداز ہلکا پُھلکا سا تھا تبھی میزاب مُسکرادی۔

"اُسکو میں دیکھ لوں گی مگر کمال اِنٹیریئر سے ہماری ڈیل نہیں ہو گی۔ مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا، داداجان۔" اُسکے انداز میں اِیسی قطعیت ہوتی تھی کہ ماننے بغیر کوئی چارہ نہیں بچتا تھا۔

"چلواِس معاملے کو بعد میں دیکھتے ہیں۔ یہ بتاؤ! تمہارا نیا باڈی گارڈ کیسا ہے؟" اُنکے موضوع تبدیل کرنے پر میزاب جو مُسکرانے لگی تھی اگلے سوال پر مُسکرا نہیں سکی۔

"آپ جانتے ہیں میں اِتنی جلدی بھروسہ اور رائے قائم کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ابھی کچھ بھی کہنا قبل اَز وقت ہے۔" وہ واقعی سچ کہہ رہی تھی۔ ہاشم بزنجو نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"چلو تم آرام کرو پھِر۔" اُنہوں نے اُسکا ہاتھ نرمی سے تھپکا جبکہ میزاب کلائی پہ بندھی گھڑی پر وقت دیکھ کر تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"آرام کہاں سے۔ بہت ضروری کام ہیں۔" اُنکو آرام کرنے کی ہدایت کر کے باہر نِکلی۔ تبھی اُسے یاد آیا کہ اُسکا باڈی گارڈ تو جا چُکا تھا۔ خیر! سَر جھٹک کر تیزی سے باہر آئی۔ گاڑی کے پاس پُہنچنے سے قبل اُسکی پورچ کے ساتھ والے پچھلے دالان کو جاتی گیلری تک نگاہ گئی۔ ناسمجھی سے چند قدم اُٹھا کر وہاں گئی اور پھِر اُدھر عباس جان نِثار کو فون پر بات کرتے دیکھ کر واپس پلٹی۔

"میرے ساتھ بکواس نہیں جواد۔ تمہیں اچھی طرح سب معلوم ہے پھِر بھی اِتنی کمینی بات کیسے کر سکتے ہو؟" اُس لہجے کا طیش خُون مُنجمند کر دینے والا تھا۔ میزاب تیزی سے جانے لگی

مگر سَرد، بینچے لہجے پہ ٹھہر کر پلٹی۔ شاید کچھ مزید کہا گیا تبھی عباس جان نِثار نے دائیں ہاتھ کا مُکہ بنا کر ساتھ کھرِدری دیوار پر مارا۔

"وہ جو کر رہے ہیں اُنکو کرنے دو۔ تم تو وہی بکواس نہ کرو۔ میرا مقصد واضح ہے۔ یقین دِلا کر آیا ہوں پِھر بھی جاسوس بھیج دیتے ہیں میرے پیچھے۔" اُسکا خُون کھول رہا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا ورنہ کریم بخش سنجرانی کو ضرور سمجھا کر آتا۔ ناسمجھی سے میزاب سَر جھٹک کر گاڑی کی جانب بڑھی۔ گو کہ اُن آخری الفاظ نے اُسکے پہلے سے چوکنا اعصاب کو مزید چونکا دیا تھا۔ گہرا سانس لے کر اُس نے ریموٹ سے گاڑی اَن لاک کی۔ گاڑی کی آواز پر سیل فون کان سے لگائے عباس گیلری سے نکلا اور پِھر جواد کو الوداعی کلمات کہے بغیر سیل فون جیب میں ڈال کے تیز قدموں سے اُس تک آیا جو ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے لگی تھی۔

"مِس رحمت!" اُسکی پُکار پر میزاب نے ٹھٹک کر پیچھے دیکھا۔

"آپ کو مجھے اِنفارم کر کے جانا چاہیئے۔" اُسکی سنجیدگی پر میزاب نے بغور اُس شخص کو دیکھا جو قابل اِعتبار لگتا تھا مگر۔۔۔ اُسے اعتبار نہیں کرنا تھا کم اَز کم بہت جلدی تو نہیں۔ ویسے بھی اِس شخص کی کال والی بات میزاب کو کھٹکا گئی تھی۔

"مجھے آپ کو ڈسٹرب کرنا مُناسب نہیں لگا۔" اُس نرمی پر عباس نے آگے آکر اپنا دائیاں ہاتھ اُسکے سامنے پھیلایا۔

"جی؟"

"ریموٹ!" اُسکے کہے جانے پر میزاب نے سوچے بغیر ریموٹ اُسکے ہاتھ میں رکھ دیا۔

"آپ آئندہ کہیں بھی میرے بغیر نہیں جائیں گی۔" اُسکا لہجہ اِتنا پروفیشنل تھا کہ حد نہیں۔ وہ جو کچھ کہنے والی تھی، کہہ نہیں سکی۔ عباس نے اپنے کوٹ کی جیب سے سیل فون نکال کر اُس کی جانب بڑھایا۔

"اپنا نمبر سیو کریں۔" اُسکی بات پر چونکے بغیر میزاب نے اُسکے ہاتھ سے سیل فون لے کر آنکھوں کے سامنے کیا۔ وہ ابھی یہی کہنے والی تھی۔ اپنا نمبر لکھ کر نمبر سیو کیئے بغیر سیل فون اُسکی جانب بڑھایا جبکہ عباس نے ایک نظر نمبر کو دیکھ کر ذہن نشین کر کے کال مِلائی۔ اُسی وقت میزاب کے بیگ میں موجود سیل فون بج اُٹھا۔ ایک نظر اپنی جانب متوجہ جان نثار کو دیکھ کر اُس نے تیزی سے سیل فون نکال کے آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے اُسکو دیکھا جِس نے کال مُنقطع کر دی تھی۔

"سیو کر لیں اور آئندہ کہیں بھی جانے سے پہلے صرف ایک مِس بیل اِس نمبر پر۔" ہاشم بزنجو نے اِیسے ہی اُسکا اِنتخاب نہیں کیا تھا۔ وہ اُسکے تمام پچھلے باڈی گارڈز میں سب سے زیادہ سنجیدہ، پروفیشنل اور بے تاثر تھا۔ اُسکے چہرے اور تاثرات سے باقی کی نسبت نہ پر کھا جا سکتا تھا، نہ سمجھا۔ عباس اُسکو نمبر سیو کرتے دیکھ کر آگے بڑھ کے دروازہ کھول کر پیچھے ہوا۔ سیل فون یونہی ہاتھ میں تھامے میزاب سَر کو ہلکا سا خم دے کر اندر بیٹھ گئی۔ عباس نے دروازہ بند کرتے ہی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر معمول کی طرح گاڑی سٹارٹ کی۔ گاڑی کے سٹارٹ ہوتے ہی پیچھے مین دروازہ کھلا اور گاڑی گولی کی رفتار سے نِکل کر اپنی منزل کی جانب دوڑنے لگی۔

"آفس جانا ہے؟" گاڑی کی خاموشی کو عباس کی آواز نے توڑا۔

"ایک سیکنڈ!" سیل فون پر تیزی سے اُنگلیاں چلا کر اُس نے گہرا سانس لیا۔

"پی-سی ہوٹل میں اگلی میٹنگ ہے۔" اُسکے بتائے جانے پر عباس نے گاڑی کا جی-پی-اِیس سیٹ کر کے 'الرحمت' مال کے بجائے گاڑی 'پَرل کونٹیننٹل' کی جانب موڑ دی۔

"میں آپ کو 'تم' کہہ سکتی ہوں؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد جس بات کی اِجازت چاہی گئی اُس پر عباس نے بروقت بریک لگا کر اپنی تحیر پر قابو پایا۔ میزاب نے خجالت سے اپنے ہاتھ مَسلے۔ اندر تمام بزنس سرکل کا سیمینار تھا۔ یہاں ہر طرح کے لوگ ہونے تھے اور تقریباً سب ہی جانتے تھے کہ میزابِ رحمت تنہا ہو گی۔ اُسکے باڈی گارڈز خریدے جاتے رہے ہیں۔ وہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتی تھی مگر یہاں اُسے اِس تاثر کو غلط ثابت کرنا تھا۔

"کہہ سکتی ہیں آپ۔" اُسکے لیئے یہ معمولی بات ہونی چاہیئے۔ آخر وہ عباس جان نثار کی کلائنٹ تھی۔ اُسکا آپر ہینڈ تھا۔

"جذاک اللہ!" گہرا تشکر بھرا سانس لے کر اُس نے اپنے اعصاب یکجا کیئے اور پِھر تیز قدموں سے اندر کی جانب بڑھی۔ اندر اِتنی چہل پہل تھی کہ کوئی حد نہیں۔ کائنات آفس کے کاموں کی وجہ سے نہیں آئی تھی مگر اُسکا آنا ضروری تھا۔ درمیان والے ٹیبل پر بیٹھنے سے قبل اُس نے اپنے شناسا عورتوں اور مردوں کو سلام کیا جبکہ عباس چند قدم دُور کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا جہاں اور بھی باڈی گارڈ کھڑے تھے۔ اُسکی نگاہیں تکلف سے مُسکراتی میزابِ رحمت پر ہی تھیں۔ ویٹر نے آکر جوس سب کو پیش کیا مگر اُس نے معذرت کر لی۔

"تمھارے اور زی- فوڈز کے بڑے چرچے ہو رہے ہیں ہر جانب۔" مہرین نے مُسکرا کر کہتے ہوئے میزاب کو چونکا دیا۔

"اِنویسٹرز اور پارٹنرز چُوز کرنے میں آپ کو کوئی نہیں ہرا سکتا۔" کامران ربانی کی بات پر میزاب نے صرف مُسکرانے پر اِکتفا کیا۔

"سچ کہہ رہے ہیں آپ۔ اِنکے ساتھ جتنا پروفیشل اور ہیلتھی ورک اِنوئیرمنٹ ملتا ہے وہ اور کہیں نہیں مل سکتا۔" شہلا کے مزید ٹکڑا لگانے پر اُس نے ساتھ بیٹھی شہلا کو مُسکرا کر دیکھا۔

"پروفیشنل لوگوں کے ساتھ کام کرنے کا ہی تو اصل لُطف ہے۔" اُس نے نرمی سے کہا اور سب کو اُسکی بات سے اتفاق بھی تھا۔ میزابِ رحمت کے کاروباری لحاظ سے کبھی کوئی عناد، جھگڑا اور چپقلش منظرِ عام پر نہیں آئی تھی۔ وہ اپنے مسئلوں کو بڑا ہونے سے پہلے ہی ڈیل کر کے ختم کر دینے کا ہنر رکھتی تھی۔ بزنس کی باتوں کی ہوتی شروعات کے بعد میزاب ٹیبل پر پڑے لاتعداد پمفلٹس میں سے ایک اُٹھا کر پڑھتے ہوئے سب کی باتوں میں ٹکڑا لگا دیتی۔ ایک گھنٹے بعد ہی کھانا سرو ہونے لگا۔ میزاب نے ایک نظر آٹھ بجاتی گھڑی کو دیکھ کر کھانے لگاتے

ویٹرز کو بے چینی سے دیکھا۔ اُسکو دیکھتا عباس کچھ چونک کر آگے ہوا۔ میزابِ رحمت چہرے سے اُسے مُضطرب اور بے چین لگ رہی تھی۔

"پلیز! میں اِتنا سب نہیں کھا سکتی۔ آپ بس سٹیک رہنے دیں اور باقی لے جائیں۔" ویٹر کو کہہ کر اُس نے باقی سب کو چونکا دیا۔

"یار! کبھی تو تم سب کے ساتھ پراپر لنچ کیا کرو۔" مہرین کے شکوے پر اُس نے محض مُسکرا کر سَر ہلایا۔ ویٹر تیزی سے سب کچھ اُٹھا کر ٹرالی میں رکھنے لگا۔

"اور وہاں جو باڈی گارڈز کھڑے ہیں اُنکے کھانے کا بھی سامنے بڑے ٹیبل پر ارینجمنٹ کر دیں۔" میزاب کی اگلی بات پر ویٹر ٹھہرا اور پھر سَر اثبات میں ہلا کر چلا گیا۔ اُنہیں ویسے بھی باڈی گارڈز کو سَرو کرنا ہوتا تھا مگر بعد میں مگر چلو ابھی سہی۔

لمبی طویل ٹیبل پر کھانا سرو کرتے ویٹرز میں سے ایک ویٹر شیشے کی دیوار کے پاس کھڑے گارڈز تک گیا اور اُنکے لاونج کی جانب متوجہ کیا۔ عباس نے ایک نظر میزاب کو دیکھا جِس نے ہلکا سا سَر کو خم دے کر اُسے جانے کی اِجازت دے دی۔

"شہلا بتا رہی تھی تم نے کافی سال بعد نیا باڈی گارڈ رکھا ہے۔" مہریں نے کھانے سے انصاف کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ وہ ساری بزنس کلاس تھی۔ سب کے اندر حد سے زیادہ نزاکت تھی جو کافی زیادہ غیر ضروری بھی تھا مگر اِس کلاس میں چلنے کے لیئے اِیسے حرکتیں کرنی پڑ تیں ہیں جو میزاب کو سخت ناپسند تھی۔ اُس نے شہلا کو مُسکرا کر سٹیک کھاتے دیکھا۔

"جی!" اُسکے مُختصر جواب پر اُویس نے پیچھے پلٹ کر اُس طویل میز کو دیکھا جہاں سیاہ سوٹ میں ملبوس کافی سارے ڈیل ڈول والے باڈی گارڈ باتوں میں مصروف تھے۔ صرف ایک تھا جو خاموشی سے گاہے بگاہے اطراف میں نظریں ڈال رہا تھا۔

"وہ ہے جو کافی محتاط لگ رہا ہے؟" اُویس کے سوال پر اُس نے چہرہ اُٹھا کر وہاں دیکھا اور اُسی لمحے عباس نے بھی۔ وہ بے ساختہ دھیرے سے مُسکرا دی۔

"وہی، محتاط سا۔" اُسکے یوں مُسکرا اُٹھنے پر اُن سب نے تعجب سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ سب میزاب کو جامعہ کے زمانے سے جانتے تھے۔ سب ہی شہر کے جانے مانے بزنس مین فیملیز سے تعلق رکھتے تھے مگر بزنس میں آنے کے بعد سب کا آمنا سامنا زیادہ ہونے لگا تو اِیسی بزنس گیدرنگ میں مِکس ٹیبل پر یہی ایک ساتھ عموماً بیٹھتے تھے۔ اِس گروپ میں

Clubb of Quality Content

میزابِ رحمت: شاپنگ مالز اُونر، شہلا عارف: کلاتھنگ برینڈ، مہرین سلیم: ایلیٹ بیوٹی سیلون، اُویس قیصر: کنسٹرکشن، کامران ربانی: الیکٹرونکس تھے۔اُس ہال میں پانچ افراد کے لیئے کرسیاں ہر جانب گول دائرے کی صورت ایک ٹیبل کے گرد رکھی گئی تھیں اور سب کرسیوں کا رُخ اُس سٹیج کی جانب تھا جہاں سکرین پر آج کے سیمنار کی جھلکیاں چل رہی تھیں۔

"نظر رکھنا کڑی۔کوئی بھروسہ نہیں ہوتا آج کل گارڈز کا بھی۔" مہرین نے نخوت سے اُسے خبر دار کیا۔

"شیور، جذاک اللہ۔" سٹیک کی چند بائیٹس لے کر وہ اُنکو کچھ دیر میں جوائن کرنے کا کہہ کر ریسٹ روم جانے کے لیئے اُٹھ گئی۔ایک نظر عباس پر ڈالی جو سیل فون پر بات کر رہا تھا اور جِس طرح کرسی چھوڑ کر شیشے کے پاس جاکر کی جارہی تھی وہ سمجھ گئی کہ ضروری بات ہے اور ویسے بھی اُسے ہر بات میں باڈی گارڈز کو اِنولو کرنا نہیں پسند تھا۔

جب وہ واش روم سے نکل کر سائیڈ پر بنے لاتعداد سینک کے پاس آئی تو بڑے سے خوبصورت روشنیوں والے شیشے میں اُسکا نکھرا چہرہ واضح ہوا۔کچھ دیر پہلے والے صحت مند

چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ جُھک کر نَل اُوپر کی جانب کر کے کھولتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے ٹھنڈا پانی چہرے پر مارنے لگی۔ اعصاب تقویت پانے لگے تو نَل بند کر کے سائیڈ سے ٹشو نکال کر چہرے کو تھپتھپا کر سامنے شیشے میں خود کو دیکھا۔ شیشے میں پہلے جیسا شاداب چہرہ واضح ہونے میں کچھ لمحے لگے اور پھر گہرا سانس لے کر باہر نِکلی۔ راہداری میں کھڑے ہو کر اُس نے اوپن بالکونی میں آکر ٹھنڈی ریلنگ پر ہاتھ رکھے۔ اندر کی نسبت باہر سَرد ہوا چل رہی تھی اور وہ اپنا لونگ کوٹ کرسی کی بیک پر ہی چھوڑ آئی تھی۔ ٹھنڈک محسوس کرنے کے باوجود چہرہ اُٹھائے، آنکھیں موند کر وہ وہیں کھڑی رہی۔ ایک۔۔۔ دو۔۔۔ اور بس پانچ منٹ۔ سُرمائی آنکھیں کھول دی گئیں۔ میزابِ رحمت کو خود کو یکجا کرنے کے لیئے، اپنے لیئے اِتنا ہی وقت مل سکتا تھا۔ ایک آخری نظر روشنیوں میں نہائے اسلام آباد پر ڈال کر جیسے ہی پلٹی بھاگ کر تیز قدموں سے گزرتے عباس کو اُس نے ناسمجھی سے دیکھا۔

"جان نِثار!" بالکونی سے ہٹتے ہوئے دروازے پر آکر اُس نے حیرانگی سے پُکارا اور عباس جان نِثار کے قدم تھم گئے۔ تیزی سے پلٹ کر خود کی جانب ناسمجھی بھری حیرت سے دیکھتی میزاب کی جانب بڑھا۔

"آپ۔۔۔ کہاں تھیں؟"اُس سوال پر میزاب نے اُسکے چہرے کے گھبرائے تاثرات کو بغور دیکھا۔ پہلی بار میزاب نے اِس چہرے پر کوئی تاثر دیکھا تھا۔

"میں ریسٹ روم تک۔۔۔"

"آپ کو مجھے بتا کر جانا چاہیئے تھا۔"اُسکے ایک دَم اُسکی بات قطع کر کے کہتے پا کر میزاب ایک پَل کو تحیر سے اُسے دیکھا۔

"تم۔۔۔ میرے بے-بی سِٹر نہیں ہو، جان نِثار۔"اُس کے ناگواری سے کہے جانے پر عباس نے گہرا سانس لے کر اعصاب یکجا کیئے۔ وہ واقعی زندگی میں پہلی بار کسی اور کے لیئے پریشان ہوا تھا۔

"مجھے معلوم ہے لیکن آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ جو زمین آپکے نام کی گئی ہے اُسکے بعد آپ محفوظ نہیں ہیں۔"اُسکے سَرد لہجے میں کچھ اِیسا باور کرواتا ہوا تھا کہ میزاب ٹھٹک گئی۔ کیا وہ اُسکی غیر موجودگی کو لے کر پریشان ہوا تھا اور اُسے ڈھونڈ تا رہا تھا؟ یہ بات اُسے ہاشم بزنجو نے باڈی گارڈ رکھتے وقت چیدہ چیدہ لفظوں میں بتائی تھی۔

"تم۔۔۔ مجھے ڈھونڈ رہے تھے؟"زمین والی بات نظر انداز کر کے آہستگی سے سوال کیا۔

"ظاہر ہے، مِس۔ میں آپکا باڈی گارڈ ہوں۔ آپکی حفاظت میری پہلی ترجیح ہے۔" اُس اگلی وضاحت پر میزابِ رحمت کے اِرد گرد بڑھتی مُنجمد کرتی سردی معدوم ہو گئی۔ اُس خلوص بھَرے لہجے کی حدت نے اُسے لمحے بھَر کے لیئے سُن کر دیا تھا۔ اُن آنکھوں کا تحیر عباس جان نِثار کی سمجھ سے باہر تھا۔

"جذاک اللہ!" نرمی سے مُختصراً کہہ کے وہ واپس دروازے سے ہو کر خالی بالکونی تک گئی۔ عباس نے چونک کر آگے بڑھتے ہوئے بالکونی میں جھانکا کہ شاید وہاں کوئی میزاب کی جان پہچان کا ہو مگر بالکونی خالی تھی اِسی لیئے دروازے سے ہٹ کر کھڑے ہونے کے بجائے پیچھے آیا۔

چند لمحے یونہی خاموشی کے سرکنے لگے اور تبھی میزاب کو اپنے شانے پر حدت کا اِحساس ہوا۔ چونک کر اُس نے چہرہ پھیرا۔ عباس اپنا سیاہ لانگ کوٹ اُس کے شانوں پر ڈال کر پیچھے ہو رہا تھا۔ میزاب چند پَل اُسکو نیم رُخ سے دیکھتی رہی۔

"تم جانتے ہو میں تم پر بھروسہ نہیں کرتی۔" اُسکے اِتنے صاف گوئی سے کہے جانے کی عباس کو اُمید تو نہیں تھی مگر وہ حیران نہیں ہوا۔

"تین، چار دِن میں کسی پر بھروسہ کرلینا بے وقوفی ہوتی ہے۔" اُس نے جیسے بہت کچھ اُسے باور کروایا۔

"تو بعد میں تم پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟" سوال پوچھنے سے قبل اُس نے چہرہ مکمل پھیر لیا۔

عباس نے کچھ نا سمجھی سے اُسکو دیکھا۔ نہ جانے کیوں عباس کو یہ عورت چند دِن کی مُلاقات میں ہی عجیب گورکھ دھندہ سی لگتی تھی۔ وہ جو ہر بات کی تہہ تک پُہنچ کر جان لینے کا حریص تھا، اِس عورت کو جاننے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا تھا مگر کچھ تھا خیر! وہ دُشمنوں کی عورت تھی۔ اُسکے سائے تک کا تعاقب کرتے رہنا فلحال عباس جان نِثار کی مجبوری تھی۔

"نہیں! اپنے اِرد گرد کسی پر بھی بھروسہ مت کریں۔ اِنسان کے اِرادوں کی رَب کے علاوہ کسی کو خبر نہیں ہوتی۔" وہ جو بہت کم گو تھا اِس عورت کو تفصیلی جواب دینے کا پابند تھا۔

میزاب نے سمجھ کر سَر ہلایا۔

"یعنی تم پر بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔" آہستگی سے اپنے شانوں سے کوٹ اُتار کر وہ اُسکی جانب پلٹ کر نرمی سے بولی۔ عباس نے اُسکے دیکھتے ہی آنکھیں جُھکا کر سَر کو خم کیا اور اُسکے بڑھے ہاتھ سے کوٹ لے کر سائیڈ پر ہوتے ہوئے اُسے جانے کا راستہ دیا۔ وہ جیسے ہی اُسکے

پاس سے گزرنے لگی، میزاب نے اپنا رومال اُسکے ہاتھ کی بند مُٹھی پر رکھا جِس کے بازو پر اُس نے کوٹ اُٹھا رکھا تھا۔ چونک کر عباس نے چہرہ جُھکایا اور پِھر اُسکو دیکھا جو تیز قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی۔ رُومال بے ربطی سے اُنگلیوں پر یونہی لپیٹ کر تیز قدموں سے وہ اُسکے پیچھے لپکا۔ واپس جا کے سب سے مِلنے کے بعد میزاب اُن سے معذرت کر کے اپنا کوٹ اُٹھا کر واپس اپنی جانب مؤدب ہو کر متوجہ عباس تک آئی۔ ایک نظر اُسکے ہاتھ کو دیکھ اور باہر نِکل آئی۔ پارکنگ لاٹ کی جانب بڑھتے ہوئے کچھ سوچ کر وہ ٹھہری اور پِھر کندھے پر لٹکا رکھے زنجیر والے کلچ سے کچھ نِکال کر گاڑی کے پاس آکر ٹھہرتے ہوئے پلٹی۔ عباس جو جُھک کر دروازہ کھولنے لگا تھا، بروقت پیچھے ہوا۔

"ہاتھ سامنے کرو۔" اُس نرم حکم پر عباس نے ناسمجھی سے اُسکو دیکھا اور پِھر کوٹ بائیں بازو میں اُٹھا کر رومال والے ہاتھ کی پُشت سامنے کی۔ میزاب نے تاسف سے اُسکو دیکھ کر رومال اُتار کر واپس اپنے کلچ میں ڈالا اور ہاتھ میں تھام رکھی بینڈ ایج کو کھول کر اُسکی تین اُنگلیوں کے ہاتھ سے مِلنے والے کناروں پر لگانے لگی۔ عباس نے بے اِختیار جُھکا رکھی آنکھیں اُٹھا کر اُسے دیکھا جو پوری توجہ سے بینڈ ایج لگا رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میرے باڈی گارڈ بن کے رہنے کا صرف ایک اُصول ہے، جان نِثار۔" بینڈ تیج لگا کر سُرمائی آنکھیں اُٹھ کر خاموش شہد رنگ آنکھوں کو دیکھ کر کہنے لگیں۔

"کیا؟" وہ یہ سوال نہیں کر سکا۔

"کہ میری حفاظت تب تک کرنی ہے جب تک باڈی گارڈ کی جان کو خطرہ لاحق نہ ہو۔" اُس چہرے کی سنجیدگی کو عباس نے بہت غور سے پڑھنا چاہا مگر اُسکے سامنے کھڑی عورت واحد اِنسان تھی جِسے عباس جان نِثار پڑھ نہیں پا رہا تھا یا شاید پڑھنا نہیں چاہتا تھا۔ ورنہ وہ ایک سرسری نظر میں اِنسان کا شجرہ کھنگال لیتا تھا۔ اِتنا ہی ٹرینڈ تھا وہ اپنی فیلڈ میں مگر۔۔۔

"اگر لاحق ہوا تو؟" یہ سوال کرنے سے عباس جان نِثار رُک نہیں سکا۔

"تو پہلے باڈی گارڈ کو خود کی جان بچانی ہے۔ کلائنٹ ملتے رہیں گے مگر جان دوبارہ نہیں ملے گی۔" آخر میں جو تحکم اُسکے لہجے میں دَر آیا تھا اُس پر قبل اِس کے عباس چونکتا، وہ خود ہی دروازہ کھول کے اندر بیٹھ گئی جبکہ عباس نے چہرہ جُھکا کر اپنے ہاتھ کو دیکھا۔

✓ہر چند سُبک دَست ہوئے بُت شِکنی میں

ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگِ گراں اور۔۔۔

"میم! سب کو آپکے وزٹ کا اِنفارم کر دیا ہے۔" کائنات کے اطلاع دینے پر وہ آخری فائل پر دستخط کر کے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مہینے میں ایک دو بار وہ سارے مالز کا چکر ضرور لگاتی تھی اور تمام سٹور ز مالکان سے خود براہِ راست رابطے میں رہتی تھی تاکہ کوئی بھی مسئلہ ہو بر وقت بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اُس تک پہنچے اور عین وقت پر صدِ باب ہو سکے شاید یہی وجہ تھی کہ عام مالز کی نسبت 'الرحمت' کا اپنا الگ ایک نام اور مقام تھا۔ عباس جان نِثار کو کائنات نے میزابِ رحمت کا سارے اُن کاموں کا بتا دیا تھا جہاں عباس جان نِثار کی موجودگی بھی لازم و ملزوم تھی۔ اُسکے آفس سے باہر نکلتے ہی اُس نے ایک نظر دوسرے آفس کی جانب دیکھا۔

"سیکورٹی چیف مال کی سیکورٹی دیکھنے گئے ہیں۔" کائنات کی اطلاع پر وہ اثبات میں سَر ہلاتے ہوئے راہداری میں آئی۔ ہال میں بیٹھے تمام ورکرز سے سلام دُعا کر کے لفٹ کہ جانب بڑھی تبھی کائنات نے سیکورٹی کو کال کی۔

"وی-آی-پی آرہی ہیں راونڈ پر۔" اطلاع کے بعد کال مُنقطع کر دی گئی۔ لفٹ کا دروازہ کھلا اور سامنے مؤدب کھڑے عباس کو دیکھ کر وہ ایک پَل کو ٹھہری اور پِھر باہر نِکل آئی۔

کائنات کے نکلتے ہی لفٹ پھر سے بند ہو گئی۔ میزاب قدرے آہستہ اگے بڑھ رہی تھی کیونکہ پیک آورز تھے۔ رش بھی بہت تھا اور وہ اپنی آمد کی وجہ سے کبھی بھی ایمپلائیز اور سٹاف کو ہوشیار، خبر دار رہنے کا نہیں کہتی تھی۔ ابھی بھی اُسکے گزرنے پر تمام سٹور کے ورکز اپنا کام کرتے رہے کیونکہ سب کے لیئے میزابِ رحمت کا اِس طرح کا وزٹ معمول کی بات تھی۔ اُسے پروٹوکول، لوگوں کا قیمتی وقت ضائع کر کے خوامخواہ کی توجہ بالکل نہیں پسند تھی۔ تبھی جہاں سے گزرتی تمام ورکز سَر کو احترام سے ہلکا سا خم دے کر اپنے کام میں مصرف رہتے۔

پرفیوم کے سٹور کے پاس پُہنچ کے ایک نظر سیمپلز پرفیومز کو دیکھ کر ٹھہری۔ ریک کے پاس آ کے اُس نے پرفیوم کی بوتل اُٹھا کر بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں پر سپرے کر کے چہرے کے قریب کیا۔ خُوشبو بھینی بھینی سی تھی۔ اعصاب مُعطر کر دینے والی۔

"مِس میزاب!" قبل اِسکے میزاب وہ پرفیوم خریدنے کا اِرادہ باندھتی، سائیڈ سے آتی پُکار پر اُس نے چہرہ پھیر کر دیکھا جہاں سے مُسکرا کر ضوریز کمال آرہا تھا۔

"اسلام و علیکم!" اُسکو اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر میزاب نے تکلف سے کہا۔

"وعلیکم اسلام! میں بس یہاں سے گزر رہا تھا سوچا اپنے فوڈ کورٹ کا وزٹ کرتا جاؤں۔"اُسکی اطلاع پر میزاب نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"اچھا کیا آپ نے، آئیں۔ ہم وہیں جا رہے ہیں۔""میں' کے بجائے 'ہم' کہتے ہوئے اُس نے نہ صرف ضوریز کو چونکایا بلکہ اپنے سے ایک قدم سائیڈ پر چلتے عباس کو بھی۔

"مِس کائنات سے تو میں مل چُکا ہوں۔ یہ آپکے نئے باڈی گارڈ ہیں؟"ضوریز کے سوال پر میزاب نے چہرہ پھیر کر عباس کو دیکھ کر اثبات میں سَر ہلایا۔

"کیسے ہیں آپ؟ اَب تو مِس میزاب کی وجہ سے آپ سے بھی ملنا جُلنا لگا رہے گا۔" ضوریز سکندر نے اُس سنجیدہ چہرے، دراز قامت کو خوش مزاجی سے کہا جبکہ عباس نے مُسکرائے بغیر 'شکریہ' کہہ کر سَر کو خم کیا۔

"مِس میزاب! آپکو معلوم ہے وہ بندہ پکڑا گیا ہے جِس نے ہماری پارٹنرشپ کے دوران توڑ پھوڑ کی تھی۔"ضوریز کی اگلی بات پر میزاب کے بڑھتے قدم تھمے۔ عباس نے اُسکے چہرے کے بدلتے تاثرات بہت تفصیل سے دیکھے۔

"اُو! کیسے؟"اُسکا سوال بہت آہستہ آیا۔

"منظر سے تو اُس دِن غائب ہو گیا مگر کسی نے ٹِپ دے دی اُسکے بارے میں۔" ضوریز کی اگلی بات پر میزاب کا ماتھا ٹھنکا۔ اُسے ذکی کے ساتھ ہوئی دو ہفتے پہلے کو گھر کی راہداری میں ہوئی مُنہ ماری یاد آئی اور میزابِ رحمت خود کو کوس کر رہ گئی۔

"ہمم! تو کہاں ہے وہ شخص؟" اُسکا انداز بے حد سر سری سا تھا۔

"تھانے میں بند ہے۔ مجھے یقین ہے سب اُس نے خود پلان کیا تھا۔ ایک بار مُنہ کھول کر اعتراف کر لے تو جیل جائے گا۔" ضوریز اپنی دُھن میں مگن میزاب کے سنجیدہ تر ہوتے تاثرات نہیں دیکھ سکا۔

"مجھے وہ ایک غریب اور بے بس اِنسان لگ رہا تھا۔ نا ممکن ہے کہ اُسکے اقدام کے پیچھے کوئی ماسٹر مائینڈ نہ ہو۔" وہ بہت سنجیدگی اور تحمل کے باوجود خود کو کہنے سے روک نہیں سکی۔

"ہو بھی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ کام پولیس کے کرنے کا ہے۔ دو دِن حوالات میں رہے گا تو خود ہی عقل ٹھکانے آجائے گی۔" ضوریز کمال کی اگلی بات پر میزاب نے نا گواری سے اُسکو دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"مجھے آپ جیسے باشعور اِنسان سے اِیسی بات کی توقع نہیں تھی۔"ناپسندیدگی دبائے بغیر اُس نے سنجیدگی سے کہا جبکہ ضوریز نے حیرانگی سے اُسکو دیکھا۔

"مجھے ضروری کام ہیں۔آپ اپنے فوڈ کورٹ کو ضرور وزٹ کیجیئے گا۔" کہہ کر وہ ضوریز سکندر کو یونہی ہک دَک چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔عباس اور کائنات بھی آگے بڑھ گئے۔

"مِس کائنات! میرا باقی وزٹ کینسل کر دیں۔مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔" نیچے کو جاتے ایکسلیریٹر پہ پاؤں رکھ کر کہا جبکہ کائنات اثبات میں سَر ہلا کر وہیں سے پلٹ گئی۔اُس نے مزید میٹنگز کی کوئی بات نہیں کی کیونکہ وہ کسی حد تک میزابِ رحمت کو جانتی تھی۔عباس خاموشی سے اُسکے پیچھے چلتے ہوئے اُس عورت کے اِرادے اخذ کرنا چاہ رہا تھا۔

Clubb of Quality Content!

"کہاں جانا ہے، مِس رحمت؟"اُسکو اپنے کسی خیال میں غرق دیکھ کر دروازہ کھولتے ہوئے عباس نے اِتنی آہستگی سے سوال پوچھا کہ وہ چونک نہ جائے مگر پھر بھی میزاب نے بے طرح چونک کر چہرہ پھیرا۔

"پولیس اسٹیشن۔" کُھلے دروازے سے اندر بیٹھنے سے قبل آہستگی سے کہا گیا جبکہ ٹھہر جاتے عباس نے دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی ریورس کی اور پھِر گاڑی اسلام آباد پولیس سٹیشن کے تھانے کی جانب موڑ دی۔ سارا راستہ گاڑی میں مکمل خاموشی طاری رہی۔ تھانے کے آگے گاڑی رُکتے ہی وہ جِس عُجلت سے باہر نِکلی، عباس نے ناسمجھی سے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا اور گاڑی سہی پارک کیئے بغیر باہر نِکل آیا۔

"سب خیریت ہے؟" اُس عورت کے چہرے کے تاثرات عباس اِن دو ہفتوں میں پہلی بار مُضطرب دیکھ رہا تھا۔

"ہمم!" سَر جھٹک کر میزاب تیز قدموں سے اندر کی جانب بڑھی۔

دوپہر کا وقت ہونے کی وجہ سے اندر بےاِنتہا رش تھا۔ وہ رش کو چیرتے ہوئے بہت بے چینی سے آگے بڑھ رہی تھی تبھی جواد کی نظر عباس تک گئی۔

"عباس! تم یہاں۔۔۔" قریب آنے پر اُسکی چونک کر رُکتی عباس کے مُقابل کھڑی بزنجو خاندان کی عورت تک نگاہ گئی۔ وہی عورت جو بزنس ویمن تھی اور آئے روز اپنی ذہانت اور مشہوری کی وجہ سے شہ سُرخیاں میں رہتی تھی۔

"اسلام علیکم !" آگے بڑھ کر اُس نے اُن دونوں سے سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام ! آئی-جی صاحب آفس میں ہیں۔" اُسکی وردی دیکھ کر میزاب نے سوال کیا۔

"نہیں ! وہ آدھے گھنٹے پہلے ہی میٹنگ کے لیئے نکلے ہیں۔" ڈی-ایس-پی جواد کی اطلاع پر اُس نے گہرا سانس لیا۔

"آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔ اُمید ہے سب خیریت ہو گی، عباس۔" اُسے کہتے ہوئے اُس نے ایک تیز نظر خاموش کھڑے عباس پر ڈال کر ہٹالی۔

"آپ جان نِثار کو جانتے ہیں ؟" چونک کر میزاب نے عباس کو دیکھا جسکے چہرے کے تاثرات اُسکو متوجہ دیکھ کر سنبھلے۔

"ہم دونوں اکیڈمی فرینڈز ہیں۔" عباس کے کہے جانے پر میزاب نے سمجھ کر سَر ہلایا۔

"یہاں کسی آدمی کو لایا گیا ہے جِس نے زی-فوڈز میں توڑ پھوڑ کی تھی۔ میں اُس سے ملنا چاہتی ہوں۔" میزاب کے کہے جانے پر عباس اور جواد کی نظروں کا آپس میں تبادلہ ہوا۔ ایک کی آنکھوں میں سوال تھا تو دوسرے کی آنکھوں میں لاعلمی۔

"مجھے معلوم ہوا تھا کہ اُس آدمی نے آپ پر بھی حملہ کیا ہے۔" جواد کے کہے جانے پر میزاب کو مزید اندر سے پریشانی گھیرنے لگی۔ اُس نے یہ تو نہیں چاہا تھا۔

"نہیں! میں اِسی وضاحت کے لیئے یہاں آئی ہوں۔" اُسکی اگلی بات پر جواد چونکا سو چونکا۔ عباس اُسے دیکھ کر رہ گیا۔ اُسکے سامنے کی بات نہ ہوتی تو شاید وہ اِتنا حیران نہ ہوتا۔

"ضوریز صاحب تو آپ کی وجہ سے اُس بچارے کو مرنے مارنے پر تُلے ہوئے ہیں۔" جواد کے طنزیہ اضافہ میں کچھ اِیسا تھا کہ میزاب کے چہرے پر ناگواری چھائی۔

"تمیز سے، ڈی-ایس-پی صاحب۔" اُس ناگواری کے بَرملا اِظہار سے میزاب چُوک نہیں سکی۔ جواد کی عباس کے سامنے اِس عزت افزائی پر آنکھوں کے آگے تارے ناچ گئے جبکہ اُسکی حالت پر عباس نے چہرہ جُھکا کر مُسکراہٹ ضبط کی۔

"ایم سوری! آئیں آپکی مُلاقات کروادیں۔" جواد کو اپنی زُبان قابو میں رکھنی پڑی۔ سامنے کھڑی عورت جیسی خبروں اور اخباروں میں دیکھتی تھی اصل میں بھی ویسی ہی تھی۔ سنجیدگی سے میزاب اُسکے پیچھے چلنے لگی تبھی ایک کمرے کے باہر جواد رُک گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اِس میٹنگ روم میں وہ بندہ ہے اور کھانا کھا رہا ہے۔" اُس کی اطلاع پر میزاب نے اثبات میں سَر ہلایا اور دروازہ دھکیل کر اندر آئی۔ اُسکے اندر قدم رکھتے ہی کرسی پر بیٹھ کر کھانے سے انصاف کرتے شخص نے چہرہ اُٹھا کر اُسے دیکھا اور جیسے ہی جُھکنے لگا، کسی خیال کے ساتھ ایک جھٹکے سے اُسے دیکھا جو آنکھوں میں نرمی لیئے اُسکی جانب ہی آ رہی تھی۔

"اسلام علیکم!" میزاب کے آہستگی سے کہے جانے پر عباس نے ٹیبل کے پاس رکھی کرسی گھسیٹ کر پیچھے کی۔ میزاب کے بیٹھتے ہی اُس نے ایک تفصیلی نگاہ کمرے پر ڈالی۔

"تم۔۔۔ آپ۔۔۔" کھانا بھول کر اُس نے حیرت سے سامنے وقار سے بیٹھی عورت کو دیکھا۔

"لگتا ہے آپ نے مجھے پہچان لیا۔" نرمی سے کہہ کر وہ دھیرے سے مُسکرائی۔ اُس آدمی نے آنکھیں پھاڑ کر اُس عورت کو دیکھا جو تب اُسے تھوڑی پاگل لگی تھی مگر اَب وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ میزاب نے ایک نظر اُسکے تازہ، بھاپ اُڑاتے کھانے کو دیکھا۔ اُسے شاید ابھی ابھی کھانا دیا گیا تھا اور اُس نے بامشکل دو لقمے لیئے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں نے آپ سے تب بھی کہا تھا کہ قانون مظلوم اور بے بس کا ساتھ نہیں دیتا لیکن شاید آپ میری بات سمجھے نہیں۔" اُس تفکرانہ انداز پر عباس نے چونک کر میزاب کو دیکھا جسکی عباس کی جانب پُشت تھی۔

"میں۔۔۔ میں نے سب اکیلے۔۔۔" اُس نے اپنی وکالت میں کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ نہیں مل سکے۔

"مجھے معلوم ہے۔ آپ اپنی فیملی کے لیئے مجبور ہو گئے ہوں گے۔ اِنسان فیملی کے لیئے سب کچھ کرنے پر مجبور ہو سکتا ہے۔" اُس اگلی بات میں کچھ ایسا حزن تھا کہ اُس کمرے کی ساری فضا بو جھل ہو گئی تبھی میزاب کو کچھ محسوس ہوا۔ کچھ عجیب سا۔ یہ کیفیت اُس پر ہر روز حاوی ہوتی تھی۔ اُس نے کھڑے ہو کر ایک جھٹکے سے اُس آدمی کے سامنے پڑی کھانے کی ٹرے ٹیبل سے دھکیل کر نیچے پھینک دی۔ کمرہ ساونڈ پروف تھا اِسی لیئے کوئی اندر نہیں آیا مگر عباس ضرور تیزی سے اُس تک آیا جو لپک کر اُس شخص تک گئی۔

"کھانا باہر نکالو۔" اُسکی گُھٹتی ہدایت پر اُس شخص نے رنگ بدلتے، نا سمجھ چہرے سے اُس عورت کو دیکھا جو لٹھے کی مانند سفید پڑ رہی تھی۔

"مِس رحمت! آپ ٹھیک ہیں؟" عباس نے ناسمجھی سے اُسکو دیکھ کر پوچھا مگر میزاب کو اُسکی آواز نہیں آئی۔

"حلق میں ہاتھ ڈال کر کھانا نکالو باہر۔" آب کے وہ تیزی سے چیخ اُٹھی۔ دِل میں بڑھتی گھٹن اُس آدمی کے چہرے سے ظاہر ہونے لگی تبھی خود بھی کچھ عجیب سا محسوس کر کے اُس نے حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کر دی۔ میزاب جِس نے اُس پیٹھ زور سی تھپکی تھی اُس اُلٹی سے اپنا کوٹ نہیں بچا سکی۔ سامنے آتے عباس نے بغور میزاب کے سپید پڑتے چہرے کو دیکھا۔ اُسے جیسے اپنی پرواہ نہیں تھی۔

"ڈی-ایس-پی جواد کو بُلاؤ۔" عباس کو بازو سے دروازے کی جانب دھکیل کر ہذیانی انداز میں کہتے ہوئے اُس آدمی کی پیٹھ تھپکنے لگی۔

"آپ کے کپڑے۔۔۔" نیلے پڑتے چہرے کے باوجود جو ندامت اُس آدمی کے چہرے پر اُسکے قیمتی لباس کو دیکھ کر در آئی تھی اُس پر میزاب کا دِل چکنا چُور ہونے لگا۔

"جواد۔۔۔" آگے بڑھتا عباس وہیں ٹھہر گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آپ کی جان زیادہ قیمتی ہے۔ کپڑے مل جائیں گے مگر آپ اپنے گھر والوں کو کبھی واپس نہ ملتے۔"نرمی سے پیٹھ تھپک کر اُس آدمی کو زمین سے اُٹھا کر اُس نے کرسی پر بٹھایا تبھی جواب دروازے سے بھاگ کر اندر آیا۔

"یہ۔۔۔"اُس نے حیرانگی سے زمین پر بکھرے کھانے کے برتن دیکھ کر عباس کو نا سمجھی سے دیکھا۔

"اِنکو فوراً ہاسپٹل لے جا کر اِنکا معدہ واش کروائیں۔"اُسکی سنجیدہ ہدایت پر عباس نے چہرہ پھیر کر کھانے کے برتنوں کو دیکھا۔

"اِن کے کھانے میں کسی نے سلو پوائزن ڈالا ہے لیکن آپ کو اگر دوسرے معملات میں دلچسپی سے فرصت مِلتی تو آپ اِنکا کھانا چیک کرواتے۔"اُس کی جھاڑ پر جواد کا چہرہ سُرخ ہوا اور تبھی کُھلے دروازے سے دو اہلکار اندر داخل ہوئے اور کرسی پر نڈھال سے بیٹھے شخص تک گئے۔

"رُکیں، ایک سیکنڈ!"اُسکی پُکار پر اہلکاروں نے رُک کر اُسے دیکھا جس کی سنجیدگی بُت شکن تھی۔

"اگر راستے میں اِس شخص کو کچھ بھی ہوا تو اُس کے ذمہ دار میں آپ لوگوں کو ٹھہراؤں گی۔ اِسی لیئے حفاظت سے لے کر ہاسپٹل جائیں اور وہاں بھی سیکورٹی بڑھائیں۔" اُسکی ہدایت پر اہلکاروں نے نا سمجھی سے اپنے ڈی-ایس-پی کو دیکھا جس نے چونکنے کے باوجود اثبات میں سَر ہلایا۔ میزاب گھوم کر پھِر اُس شخص تک آئی۔

"آپ آرام سے ہاسپٹل جائیں اور اپنے گھر والوں کے لیئے پریشان نہیں ہونا۔" اُسکی مہربان آواز پر اُس آدمی نے اپنے نڈھال ہوتے وجود اور پانی بہاتی آنکھوں سے اُس عورت کو دیکھا جِس نے کچھ دیر پہلے ہی اُسے ایک بار پھِر بچا لیا تھا جیسے اُس دِن بچایا تھا۔ ممنونیت سے اُس سے سَر بھی نہیں جُھکایا گیا۔ میزاب نے اُسکی حالت سمجھ کر اُسکا گیلا ہاتھ اپنے دوپٹے سے صاف کر کے ہاتھ تھپتھپایا۔ عباس جان نثار اُس عورت کی ایک ایک جُنبش پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

"احتیاط سے لے کر جائیں۔ یہ مُجرم نہیں، ملزم ہے۔" اُن اہلکاروں کو باور کرواکر اُس نے ایک کڑی نظر جواد پر ڈالی۔ اہلکار تیزی سے اُسکو سنبھالے باہر لے گئے۔

"آپکے تھانے میں کھانا لانے کی ذمہ داری جسکی بھی ہے اُسے اندر کریں۔" میزاب کی اگلی بات پہ جواد نے گہرا سانس لیا۔

"تفتیش کرنا ہمارا کام ہے، ہم کرلیں گے۔" اُسکی سنجیدگی بھی دیکھنے لائق تھی۔

"جی! آپ لوگوں کے کام تو میں دیکھ ہی چکی ہوں۔ کل میرا وکیل آئے گا اِس آدمی کا کیس لڑنے کے لیئے۔" اُسکے طنز کا جواب دینے کو تیار، جواد آخری انہونی بات پر ٹھہرا۔ اُس نے اگر ریسٹورنٹ کی فوٹیج نہ دیکھی ہوتی تو شاید اِس عورت کو سمجھتا بھی مگر وہ عورت۔۔۔ابھی اُسکی سمجھ سے باہر تھی۔

"مہروں کے بجائے اُنکو چلانے والے سرغنہ کو ڈھونڈ کر اُسکا سر کُچلیں۔" اُسکی حتمی بات میں کچھ اِیسا تھا کہ عباس اور جواد کی نظروں کا ایک بار پھِر تبادلہ ہوا۔ جواد کچھ کہے بغیر تیز قدموں سے باہر نِکل گیا جبکہ میزاب نے اُس کرسی سے اپنا بیگ اُٹھایا جہاں بیٹھی تھی۔ اُسکے پلٹتے ہی عباس کی نگاہ اُسکے بُری طرح خراب ہوچکے گہرے سبز رنگ کے سٹولر اور لونگ کوٹ تک گئی۔ وہ بیش قیمت تھے مگر اُسکے خراب ہونے کا غم اُس عورت کے چہرے سے ذرا واضح نہیں تھا۔ اُس اُلٹی کی بدبو، کرائیت، کوئی تحقیر آمیز ہلکا سا تاثر بھی نہیں۔

"آپ کا کوٹ خراب ہو گیا ہے، مِس رحمت۔" باہر نکلنے کو تیار، میزاب اُسکی اطلاع پر چونک کر ٹھہری۔

"کوئی بات نہیں۔" نرمی سے کہہ کر بیگ کندھے پر لٹکائے وہ کُھلے دروازے سے باہر نِکلی اور سَر جھٹک کر عباس کو بھی اُسکی تقلید کرنی پڑی۔ گاڑی جیسے ہی آفس کی عمارت کی جانب بڑھنے لگی، میزاب نے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔ اُسکی آدھے گھنٹے بعد میٹنگ تھی۔

"قریب کوئی شاپنگ مال آئے تو وہاں روک دینا گاڑی۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہتے ہوئے اُس نے عباس کو چونکا دیا۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ اپنے مال کیوں نہیں کیونکہ جانتا تھا اُسے لباس تبدیل کرنا ہے میٹنگ کے لیئے۔ خاموشی سے گاڑی کا رُخ قریبی مال کی جانب موڑ دیا گیا۔

صوفے پر بیٹھے اُسے دس منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ اُسکا سیل فون بج اُٹھا۔ سکرین پر چمکتے جواد کے نام کو دیکھ کر اُس نے کال اُٹھا کر سیل فون کان سے لگایا۔

"اُس بندے کا معدہ واش ہو چُکا ہے اور سیکورٹی میں اُسکو واپس لا کر الگ رکھا جائے گا۔" جواد کی معلومات پر اُس نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ خاندانی لڑائی کا مہرہ ہے تبھی تو محترمہ ہمارے سامنے اِتنی مہربان بننے کا ناٹک کر رہی تھیں۔" جواد کے تمسخرانہ لہجے پر عباس کے کچھ سوچتے چہرے کی سنجیدگی گہری ہونے لگی۔

"ماشاءاللہ! یہ تو آپ کے لیئے ہی بنا ہے۔" سائیڈ سے آتی ورکر کی آواز پر عباس نے چہرہ اُٹھایا اور سامنے سیاہ ٹخنوں تک آتے فراک میں کھڑی عورت کو دیکھ کر ایک پَل کو اُسکی نظر ٹھہری اور دوسرے ہی پَل جُھک گئ۔

"جذاک اللہ! میں یہی لوں گی۔" شیشے کے آگے حجاب سیٹ کرتی وہ مصرف، نرم سی آواز بھی جواد کی باتوں کے ساتھ اُسکی سماعت میں جا رہی تھی۔

"ہے یہ پورا خاندان ایک جیسا۔ بس دوسروں کے سامنے پاکباز بنتے ہیں۔" جواد کی بات پر نظر اُٹھائے بغیر وہ صوفے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

Clubb of Quality Content

"میم! یہ ڈریس پھینکنا ہو گا آپ نے۔" ورکر بڑے یقین سے کہہ کر وہ شاپنگ بیگ اُسکے سامنے لائی جِس میں اُسکا گندہ ہو چُکا لباس اور کوٹ تھا۔

"نہیں! ڈرائی کلین ہو جائے گا۔" نرمی سے کہہ کر اُسکے ہاتھ سے شاپنگ بیگ لیتے ہوئے کاونٹر کی جانب بڑھ کر وہ پیمنٹ کرنے لگی۔

"میری بکواس سُنائی دے رہی ہے؟" دوسری جانب ہنوز خاموشی پر جواد نے جَل کر اُسے پُکارا۔

"ہمم! یعنی تمہیں بھی معلوم ہے کہ تم بکواس کر رہے ہو، ویری گڈ!" اُسکو تپنے کو چھوڑ کر اطمینان سے کال بند کر کے سیل فون پینٹ کی جیب میں ڈال کر اُس نے آگے بڑھ کر جُھکتے ہوئے اُسکے ہاتھ سے شاپر لے لیا۔ چونکتی میزاب نے پلٹ کر پیچھے دیکھا اور دھیرے سے مُسکرائی۔ وہ مُسکراہٹ اِیسی تھی کہ اُسکو دیکھ کر ٹھہرا جاسکتا تھا مگر اُسکے مقابل کوئی اِیسا مردِ نہیں تھا جو ٹھہر جاتا۔

میزاب کے پلٹ کر نکلتے ہی وہ بھی تیز قدموں سے اُسکی تقلید کرنے لگا۔ پارکنگ میں آکر میزاب کے بیٹھتے ہی عباس نے گاڑی سٹارٹ کرنے سے قبل شاپنگ بیگ پسنجر سیٹ پر

رکھتے ساتھ گاڑی سٹارٹ کر کے شاپنگ مال سے باہر نِکال لی۔ چند لمحے سفر اُسی خاموشی سے طے ہوتا رہا۔

"آپ کو میٹنگ کے لیئے ڈراپ کر کے یہ ڈرائی کلین کے لیئے بھجوانا ہے؟" موڑ کاٹتے ہوئے جو سوال آیا اُس پر میزاب آگے ہوئی اور تیزی سے شاپر اُٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ عباس نے کسی قدر نا سمجھی سے چہرہ ترچھا کر کے اُسکو دیکھا۔

"یہ ڈرائی کلین نہیں کروانا۔" اُسکے مدھم لہجے پر عباس کی سماعتوں میں جواد کے الفاظ گونجے تو ایک تمسخرانہ مُسکراہٹ اُسکے ہونٹوں کو چُھو گئی۔

"اِسے میں اِیسے ہی سنبھال کر رکھوں گی۔" بیک ویو مرر اُوپر کرتے عباس جان نِثار کی تمسخر سے اُٹھی مُسکراہٹ بیک ویو مرر میں دیکھتے ہی سِمٹی۔ وہ اُس بدبودار بیگ کو بے حد حفاظت سے یوں اُٹھائے ہوئے تھی جیسے کوئی قیمتی شے ہو۔

"سوری!" عباس کو پہلی بار لگا جیسے سُننے میں مُغالطہ ہوا ہے۔

"یہ میرے لیئے ایک اعزاز ہے، ایک میڈل!" اُس چہرے پر ایسے مُلائم تاثرات تھے کہ عباس نے تیزی سے نظریں جُھکا کر روڈ پر ٹِکا لیں۔

"میں ۔۔۔ سمجھا نہیں !" عباس جان نثار واقعی سمجھا نہیں تھا۔

"یہ اعزاز مجھے عُمر بھر یاد دِلاتا رہے گا کہ میں نے کسی کو بے خبر موت سے بچا لیا تھا۔ میں ناکام نہیں ہوئی۔" چہرہ جُھکا کر اُس نے شاد ہوتے دِل سے نرم ہاتھوں کے ساتھ اُس شاپنگ بیگ کو چُھوا۔ عباس نے مزید کچھ نہیں کہا، مزید کچھ نہیں کہہ سکا کیونکہ سامنے 'الرحمت' شاپنگ مال آ گیا تھا۔

"آپ اِسکو ڈرائی کلین کروا کر اپنے پاس رکھیں گی تو زیادہ عرصے تک آپکے ساتھ رہے گا۔" گاڑی سے نِکلنے سے قبل کہی جانے والی بات پر میزاب نے چہرہ اُٹھا کر اُسکو دیکھا جو گاڑی سے باہر نِکل کر اُسکی جانب کا دروازہ کھول رہا تھا۔ باہر نکلتے ہوئے اُس نے ایک نظر پیچھے کو ہوتے عباس کو دیکھا اور پھر وہ شاپنگ بیگ اُسکی سمت بڑھایا۔ گہری شہد رنگ آنکھیں تیزی سے اُوپر کو اُٹھیں۔

"اِسے ڈرائی کلین کروا کر مجھے دے دینا۔" آہستگی سے کہہ کر اُس نے شاپر مزید اُسکی جانب کیا۔ عباس نے بغیر کچھ کہے اُسکے ہاتھ سے شاپر لے کے سَر کو ہلکا سا خم کرتے ساتھ گاڑی کا دروازہ بند کر دیا۔

"تم۔۔۔ کسی اچھے وکیل کو جانتے ہو، جان نثار؟" آگے بڑھتے ہوئے اُس کا سوال سرگوشی سے زیادہ نہیں تھا۔ عباس اَب کی بار واضح ٹھٹکا۔

"جی!" حیرت کے باوجود لفظی جواب آیا۔

"تو تم مجھے ایک فیور دے سکتے ہو؟" لفٹ کے کُھلتے ہی اندر داخل ہونے کے بعد لفٹ کے اُوپر کو جاتے نمبرز کو دیکھ کر سوال کیا۔

"حکم کریں!" اُس غیر اِرادی لفظ پر میزاب کی نظر لفٹ کی شفاف دیوار تک گئی جہاں اپنے آگے کھڑے شخص کا مضبوط عکس نمایاں تھا۔ وہ ابھی تک اعتبار کی سَرحد پار نہیں کر سکا تھا مگر پھِر بھی۔

"مجھے اُس آدمی کے لیئے بہت اچھے وکیل کی ضرورت ہے مگر میں چاہتی ہوں کہ میرا نام نہیں آئے۔" وہ بات بہت دِقت سے کی گئی۔ اگر عباس جان نِثار اُسکے دُشمنوں کا مہرہ ہوا تو میزابِ رحمت کو مات سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے!" اُس نے بغیر وقفے کے کہہ کر میزاب کو چونکا دیا مگر لفٹ کے کُھلتے ہی وہ تیز قدموں سے باہر نِکل گئی۔ اُسکے قدم آفس روم کے بجائے کانفرنس روم کی جانب تھے۔

"آج پھر ناشتے کے بغیر نکلنے کی تیاری ہے؟" وہ جو تیز قدموں سے باہر نکلنے لگی تھی، ہال سے آتی ہاشم بزنجو کی آواز پر پہلے ٹھہری اور پھِر خوشگواریت سے پلٹی۔ اُنکے ہاتھ کا کاسٹ اُتر چُکا تھا اور وہ بالکل صحت مند، ہشاش بشاش طویل ڈائیننگ ٹیبل کی اپنی مخصوص کرسی سنبھالے ہوئے تھے۔

"اسلام علیکم، دادا جان!" اُنکی جانب تیزی سے بڑھ کر اُس نے مُسکراتے ہوئے سَر جُھکایا جبکہ ہاشم بزنجو نے شفقت سے اُسکے سَر پر ہاتھ پھیرا۔

"دیر ہو بھی رہی ہے تب بھی ناشتہ کرو پہلے۔ بزنس کے ساتھ اپنی صحت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔" اُنکے مہربان لہجے پر اُس نے مُسکرا کر اُنکے برابر کرسی دھکیلی۔

"میں آفس سے ناشتہ کرلوں گی لیکن آپ نے اَب اپنا مکمل دھیان رکھنا ہے۔" اُسکی ہدایت پر رفعت شیرازاور آمینہ کاشف کے درمیان متنفر نظروں کا تبادلہ ہوا۔

"یاد سے کرنا اور مُدثر مجھے بتا رہا تھا کہ تمہارے نئے بزنس پارٹنر کے ریسٹورنٹ میں کوئی ہنگامہ ہوا ہے۔" اُنکے اِستفسار پر میزاب نے سامنے بیٹھے مُدثر کو سنجیدگی سے دیکھا جِس نے آنکھیں بند کر کے تیزی سے کھول کر اُسے خاموش تسلی بھرا اِشارہ دیا۔

"آپ کو معلوم تو ہے میڈیا رائی کا پہاڑ بناتا ہے۔" وہ جانتی تھی کہ اُنکو خبر کہاں سے ملی ہے۔

"پِھر بھی کسی اور کی حرکت تو نہیں؟" ہاشم بزنجو کے سوال پر میزاب نے ایک تیز نظر ذکی پر ڈالی جو اُسکی نظروں پر ڈھیٹ بنا ناشتے سے انصاف کرتا رہا۔

"بے فکر رہیں! اِس معاملے کو فاش کیئے بغیر میں چین سے بیٹھنے والی نہیں۔" اُسکے لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ سب کے ساتھ ہاشم بزنجو نے بھی چونک کر اُسکو دیکھا۔

"تمہیں کسی پر شک ہے؟" مُدثر نے کسی خدشے کے تحت سوال پوچھا۔

"شک تو نہیں یقین ہے مگر خیر میں اِس معاملے کو دیکھ لوں گی۔" مُدثر کو دیکھے بغیر اُس نے ہاشم بزنجو کو کہہ کر اُنکے ہاتھ کی پُشت تھپتھپائی۔

"تم تھوڑا سا ناشتہ کر لو۔ یہ کھاؤ۔" ہاشم بزنجو نے بے حد محبت بھرے اصرار کے ساتھ اُسکے سامنے ناشتے کے لوازمات رکھے۔ میزاب نے ایک نظر تمام چیزوں کو دیکھا۔

"یہ میرے پسندیدہ ہیں۔ نائمہ بوا کے ہاتھ کے۔" اُنکی سرگوشی پر میزاب نے مُسکرا کر شیشے کی ٹرے سے خستہ، بُھوک تازہ کرتے 'croissant' میں سے ایک اُٹھا کر تھوڑی سی بائیٹ لی۔ رس گھولتا ذائقہ حلق تک گیا اور پھر بیگ اُٹھا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے، دادا جان۔ جزاک اللہ! اِسکے لیئے۔" ہلکا سا ہاتھ ہوا میں لہرا کر وہ تیز قدموں ہال کے کُھلے دروازے سے باہر نِکل گئی۔

"اللہ جانے کیا مسئلہ ہے اِسے ہمارے ساتھ ٹِک کر بیٹھ کے کھانے میں؟" رفعت شیراز کی ناگوار آواز پر سب نے ہی اُنکے پیچ و تاب کھاتے چہرے کو دیکھا۔

"تم زیبی سے اپنا دھیان ہٹا کر کسی اور کام کی طرف لگاؤ۔" ہاشم بزنجو کی سنجیدہ تنبیہہ پر رفعت شیراز کا چہرہ سُرخ ہوا۔ اُن لوگوں کے معمول کے جھگڑے سے بے نیاز میزاب تیز قدموں سے پاتھ وے اُتر کر سائیڈ گیلری سے ہوتے ہوئے پچھلے دالان کی طرف بھاگ کر گئی اور پھر سائیڈ پر بنے نلکے کے پاس تیزی سے بیٹھتے ہوئے جُھکی۔ دو نوالے جو اُس نے لیئے تھے وہ بھی قے کی نظر ہو گئے۔ کھانس کر سُرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اُس نے جیسے ہی چہرہ اُٹھائے بغیر نلکا کھولا۔ اُس سے پانی نہ نکلتے پا کر وہ مزید جُھکتے ہوئے کھانسی۔

کلائی پر گھڑی دُرست کر کے اندر کی سمت جاتے عباس جان نِثار کے اُس تکلیف سے کھانستی آواز پر قدم تھمے۔بے اِختیار تیز قدموں سے وہ پیچھے گیلری کی جانب آیا اور وہاں میزابِ رحمت کو جُھک کر بیٹھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ کُھلتے نلکے سے پانی نہ نکلنے پر وہ مدغم مگر تیز قدموں سے گاڑی تک گیا اور اُس میں سے رات کو رکھی گئی منرل واٹر کی بوتل نکال کر اُس تک آیا جسے یقیناً وامیٹنگ ہو رہی تھی۔ جُھک کر بوتل اُسکے سامنے کی۔ٹشو سے چہرہ تھپتھپاتی میزاب کا سانس رُکا، کرنٹ کھا کر چہرہ اُٹھایا مگر سامنے جُھک کر کھڑے شخص کو دیکھ کر سُرخ چہرے اور نمکین آنکھوں والی عورت نے گہرا تشکرانہ سانس لینے کو آنکھیں موندیں تو دو نمکین پانی کے قطرے رُخساروں پر پھسلتے چلے گئے۔عباس جان نِثار یونہی ناسمجھی سے جُھکا کھڑا اُس چہرے کی تکلیف، خوف اور طمانیت کو دیکھے گیا۔اُس عورت کا ہر تاثر صرف اُسی ایک لمحے عباس جان نِثار پر واضح ہوا تھا

"آپ ٹھیک ہیں؟""آہستگی سے سوال کیئے جانے والے شخص سے کھولی گئی پانی کی بوتل لے کر اُس نے اثبات میں سَر ہلا کر واپس پھیر کے چہرہ صاف کر کے نیچے پھینکا اور پھر اُٹھ کھڑی ہوئی۔عباس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اُس سے بوتل لے لی۔میزاب نے ایک نظرِ اِرد گرد طائرانہ ڈال کر ہاتھ میں تھام رکھا 'croissant' دیوار پہ رکھ دیا اور پھر کچھ دیر بعد ہی وہاں

کبوتر اُترنے لگے۔دالان کا یہ حصّہ اُسکے تیسرے فلور پر موجود کمرے کی جانب کا تھا۔اُن کبوتروں کو اُترتے دیکھ کر عباس نے ایک نظر اُسکو دیکھا جسکے چہرے کے تاثرات اُن پرندوں کو دیکھ کر بحال ہونے لگے۔

"جذاک اللہ !"نرمی سے اُن کبوتروں کو دیکھ کر کہتے ہوئے اُس نے اپنا بیگ کندھے پر ڈالا اور عباس پر ایک نظر ڈال کر گیلری کی جانب بڑھی۔دیوار پر بیٹھتے کبوتروں سے نظریں پھیر کر وہ تیز قدموں سے میزابِ رحمت کے پیچھے ہولیا۔

"تم۔۔۔"دروازہ کھولتا عباس اُسکی جِھجھکتی پُکار پر ٹھہرا۔چہرہ پھیر کر اُسکو حیرانگی سے دیکھا۔

"تم۔۔۔کسی کو بتانا مت۔"اُسکی سرگوشی پر سیاہ گھنی بھنویں تعجب اور ناسمجھی سے اکھٹی ہوئیں۔

"سوری!"وہ واقعی سمجھا نہیں تھا یا بَن رہا تھا،میزابِ رحمت جیسی کامیاب بزنس مین یہ فیصلہ نہیں کر سکی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"سب پریشان ہو جائیں گے۔" اُسکے مدھم لہجے کے بجائے وہ اُسکی نظروں کے تعاقب میں پچھلے دالان کو جاتی گیلری کو دیکھ کر چونکا۔ شہدرنگین آنکھوں نے بہت تفصیل سے اُس پُراعتماد عورت کو نظریں چُراتے دیکھا۔ ظاہر ہے عباس نے اپنی آنکھوں سے اُس دِن گھر والوں کی اُسکے لیئے فکر دیکھی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" عباس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے دروازہ کھولا جبکہ میزاب نے حیرانگی سے اُسکے چہرے کو دیکھ کر سَر جھٹکا اور اندر بیٹھ گئی۔ گاڑی کے چلنے سے لے کر مال پُہنچنے تک ہر بار والی گاڑی میں خاموشی طاری رہی۔ میزاب باہر بھاگتے دوڑتے مناظر کو تھکتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی تبھی 'الرحمت' کی بلند عمارت نظر آنے پر اُس نے گہرا سانس لیا۔ نہ جانے اور کتنی جنگیں تھیں جو اِس عمارت کو بچانے کے لیئے اُسے لڑنی تھیں؟ نہ جانے اور کتنے تیر تھے جو اُس نے پُشت پہ کھانے تھے؟

لفٹ کا دروازہ جیسے ہی بند ہوا اُس نے ٹیک لگا کر لمحے بھَر آنکھیں بند میں مگر ٹاپ فلور پر ہمیشہ کی طرح رُکنے کے بجائے لفٹ تیسرے فلور پر رُکی کر کُھلی اور اندر آتی عورت کو دیکھ کر میزاب نے تھکتے اعصاب بامشکل یکجا کیئے۔

"پلیز، ربِ کعبہ! ابھی نہیں۔" اُسکا ابھی اِس عورت سے بحث کا کوئی دِل نہیں تھا۔ یہاں وہ ذلیل نہیں ہونا چاہتی تھی۔

"تم جان بوجھ کر میری کالز نظرانداز کر رہی ہو نہ؟" اُسکو یونہی اطمینان سے کھڑے دیکھ کر وہ عورت انگاروں پر لوٹنے لگی۔ عباس نے چونک کر چہرہ پھیر کے اُس عورت کو دیکھا جسے اُس نے کوئی عام عورت سمجھ کر نظرانداز کیا تھا۔

"جب معلوم ہے تو کیوں پوچھ رہی ہیں۔" میزاب کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"تم۔۔۔ بالکل اپنے باپ پر گئی ہو۔ کب ختم کرو گی یہ گھٹیا پَن؟" اُس کڑکڑاتے سوال پر میزاب کی آنکھیں سُرخ ہوئیں۔ ٹیک چھوڑ کر اُنکو تنفر سے دیکھا۔

"گھور کیا رہی ہو ایسے۔ سب کے سامنے تمہارا پول کھول سکتی ہوں میں۔" اُن اندر تک اُترتی نظروں پر گڑبڑائے بغیر اُس عورت نے جم کر کہا مگر میزاب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عباس جان نِثار کی سماعتیں نہ چاہتے ہوئے بھی متوجہ ہو گئیں۔

"آج میں جواب لیئے بغیر یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔" اُسکو خاموش دیکھ کر دانت پیس کر وہ عورت اُس تک آئی۔

"میرا جواب ہمیشہ کی طرح اِنکار۔۔۔" اُسکا جملہ پورا نہیں ہو سکا۔اُس عورت نے چیل کی طرح جھپٹ کر اُسکے چہرے پر زناٹے دار تھپڑ مارا۔عباس ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا اور بجلی کی سی تیزی سے اُس عورت کا ہوا میں معلق ہاتھ مروڑ کر پیچھے کو دھکا دے کر اُس عورت کو چیخنے پر مجبور کر دیا۔

"کون ہے یہ، کمینہ؟ کوئی نیا یار؟؟" کراہ کر اپنا کندھا تھام کر اُس نے میزاب کا سُرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر مزید زہر اُگلا جبکہ میزابِ رحمت نے بامشکل مُٹھیاں بھینچ کر اپنے اِشتعال پر قابو پایا۔

"ہر کسی کو اپنے جیسا سمجھ رکھا ہے آپ نے۔" آگے بڑھ کر اُن سُرمائی آنکھوں میں، اپنی سُرمائی آنکھیں گاڑھ کر چبا چبا کر کہتے ہوئے اُس عورت کا میک اَپ کی تہوں میں چھپا طرحدار مگر خوبصورت چہرہ سُرخ کر دیا۔

"تم۔۔۔۔تم تو چھوڑو میرا ہاتھ۔۔۔" اُس پر چلانا چھوڑ کر اُس نے ایک نظر سَرد، لہو جما دیتی نظروں والے شخص کو گھور کر دیکھا۔

"اگر اِس ڈائن کے خواب دیکھ رہے ہو تم تو جاگ جاؤ۔ اِس کا سودا کہیں اور کر رکھا ہے میں نے۔" اُس عورت کی اگلی گھٹیا بات اِتنی عامیانہ تھی کہ عباس جان نِثار کے کان سُرخ ہوئے۔ شہد رنگ آنکھوں میں لہو دوڑا اور ہاتھ بے ساختہ ہوا میں اُٹھا۔

"جان نِثار، نہیں!" تیزی سے آگے آکر میزاب نے اُسکو بازو سے پکڑ کر پیچھے کیا۔ عباس کو میزابِ رحمت جیسی عورت کا اُس بازاری گفتگو پر خاموش رہنے کی اُمید نہیں تھی۔

"ہونہہ، جان نِثار! بہت تم جیسے آئے اور گئے۔" بازو جھٹک کر اُس عورت کا کروفر عباس جان نِثار کا ضبط آزما رہا تھا۔

"اپنی بکواس بند کریں، محترمہ! ورنہ زُبان کھینچ لینے میں مجھے لمحہ نہیں لگے گا۔" میزاب کو اپنا سَر تھام کر خاموش کھڑے دیکھ کر اُس نے بامشکل دانت پر دانت جما کر ضبط سے کہا۔ ایک پَل کو وہ عورت اُس آہنی لہجے، لہو جماتی نظروں پر ٹھٹکی۔ یہ لہجہ پہلے جیسے مردوں جیسا نہیں تھا۔ چونک کر سَر تا پا تولتی نظروں سے اُس وجیہہ، دراز قامت مرد کو دیکھا۔ سامنے کھڑے سیاہ بلیک فارمل پینٹ کوٹ میں کھڑا مرد نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آپ یہ تماشا گھر آ کر بھی لگا سکتی تھیں۔" میزاب کی سنجیدہ آواز اِس قدر سپاٹ اور بے تاثر تھی کہ عباس کو چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھنا پڑا۔ وہ یوں بے سُدھ کھڑی تھی جیسے یہ بازاری اور عامیانہ گفتگو اُسکے کیئے ہر گز معنی نہ رکھتی ہو۔

"ٹھیک کرتی ہوں تمہارے دادا کو بھی۔ بہت سَر پر چڑھا رکھا ہے تمہیں اور تم۔۔۔ بھول جانا کہ اپنی بیٹی میں تمہیں دوں گی۔" میزاب کو کٹیلی نظروں سے دیکھ کر کہتے ساتھ خود کو قتل کر دیتی نظروں سے دیکھتے اُس وجیہہ مردِ پر نظر جمالی۔ اُن الفاظ کے سماعت میں جاتے ہی عباس جان نِثار 'اپنی بیٹی' لفظ پر ساکن ہوا۔ تو کیا اُسکے سامنے کھڑی عورت میزابِ رحمت کی ماں، اَصفہان بزنجو کی بیوہ، ثریا اَصفہان تھی؟

"آپ جا رہی ہیں یا سیکورٹی کے دھکے کھانے ہیں؟" سپاٹ چہرے کے ساتھ آگے ہو کر لفٹ کا بٹن دبا کر اُس نے اِتنے کاٹ دار لہجے میں کہا کہ عباس جان نِثار کو پیچھے ہونا پڑا۔ یہ اِنتہائی ذاتی نوعیت کا معاملہ تھا مگر کہیں اندر تک اُس عورت کی عامیانہ گفتگو نے اُس جیسے مضبوط مردِ تک کو ہلا کر رکھ دیا تھا تو پھر؟

لفٹ کے کُھلتے ہی وہ عورت پیر پٹخ کر باہر نِکل گئی جبکہ لفٹ بند ہوتے ہی عباس نے جُھک کر ٹاپ فلور کا بٹن دبا کر سیدھ میں دیکھا۔وہ نیم رُخ سے پلٹ کر مضبوطی سے کھڑی،سپاٹ تاثرات والی عورت کو نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

"ایم سوری!ثریا اصفہان جانتی نہیں ہیں کہ تم میرے باڈی گارڈ ہو۔"کچھ دیر کے بعد اُسکے عقب سے بے تاثر،مدہم لہجا گونجا۔عباس نے چونک کر بھی پلٹ کے پیچھے نہیں دیکھا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں۔"اُسکا لہجہ بھی اُتنا ہی مدہم اور بے تاثر تھا۔میزاب کے تھکتے اعصاب سے مانوں کوئی منوں بوجھ اُترنے لگا۔یہ بے تاثر،سَرد لہجہ اُسے پہلی بار اچھا لگا۔اِس لہجے میں کوئی تجسس،کوئی تمسخر یا بدلاؤ نہیں تھا۔

"جذاک اللہ!"میزاب خود کو یہ کہنے سے روک نہیں سکی اور اَب کی بار چہرہ جُھکا رکھے شخص نے آہستگی سے چہرہ اُٹھا کر اُوپر لفٹ کے صاف شفاف دروازے میں اپنے عقب سے نمایاں ہوتے عکس کو دیکھا۔وہ عکس جو دُھندلا سا تھا اور پھِر لفٹ کے دونوں دروازے مخصوص آواز کے ساتھ وَا ہوئے اور دُھندلا عکس بے نیاز ہوتی شہد رنگ آنکھوں کی بے خبری سے تحلیل ہو گیا۔

✓بنامِ بے خودی ہر ایک ہنگامہ ہم ہی سے ہے

ہم آنکھیں پھیر لیں تو رنگ میخانہ بدل جائے۔۔۔

جاری ہے!

'پابندِ سَلاسل' اَز قلم: مرجان قُطب

چوتھی قِسط:

"ثریا تائی گھر آئی ہوئی ہیں۔" کام میں بُری طرح مُنہمک میزاب کو آج وقت گزرنے کا بھی احساس نہیں ہوا۔ سیل فون بجنے پر اُس نے شام کے چھ بجتے دیکھ کے گہرا سانس لیا مگر جانتی تھی کہ کال کس سبب سے کی جا رہی ہو گی تبھی نہیں اُٹھائی۔ لمحے کی دیر بعد مُدثر کے میسج کو ایک نظر اُوپر سے ہی دیکھ کے اُس نے سیل فون سائیڈ پر رکھا اور نماز پڑھنے کے لیئے اُٹھ

کھڑی ہوئی۔آفس سے ملحقہ کمرے میں نماز پڑھتے ہوئے وہ اِرد گرد سے غافل متواتر بجتے سیل فون کو بھی نہیں سُن رہی تھی تبھی پانچ منٹ بعد اُسکے آفس کا دروازہ کھلا اور عباس اندر آیا۔

"میں آپکی بات کرواتا ہوں۔"آہستگی سے کہہ کر مُلحقہ کمرے میں آیا مگر میزابِ رحمت کو سجدے میں جاتے دیکھ کر ایک پَل کو ٹھہرا اور دوسرے ہی لمحے پَلٹ کر آفس سے باہر نِکل آیا۔

"میٹنگ میں ہیں، باس۔میں اُنکو اِنفارم کردوں گا۔"مُدثر کو کہہ کے اُس نے کال مُنقطع کر کے کائنات کے خالی آفس کو دیکھا۔اُسکا آف دس بجے ہوتا تھا مگر آج ضروری کام کی وجہ سے گھر جلدی چلی گئی تھی۔اُسکو وہیں کھڑے دس منٹ ہی گزرے تھے کہ میزاب باہر نِکلی کیونکہ اُسکو اپنے دوسرے مال کے وزٹ پر جانا تھا۔

"آپ کے گھر سے کال آئی تھی۔"عباس کی اطلاع پر میزاب نے چونک کر اُسکو دیکھا اور بغیر کچھ کہے اثبات میں سَر ہلا کر آگے بڑھ گئی۔کچھ ہی دیر بعد سیاہ گاڑی تیز رفتاری سے الرحمت کے دوسرے مال کی جانب بڑھ رہی تھی۔

تبھی باہر نکلتے ہی عباس کو سڑک کنارے ایک بزرگ اِنسان دکھائی دیئے۔ اُسکا اِرادہ تھا کہ گاڑی پارک کرتے ہی اُس جانب جائے گا مگر میزاب پہلے ہی دروازہ کھول کر بزرگ آدمی کے پاس جا چُکی تھی۔ بیک ویو مرر سے اُس بزرگ اِنسان کے پاس گھٹنوں کے بَل نیچے بیٹھتی عورت کو دیکھا کر اُس نے سَر جھٹکتے ہوئے گاڑی ریورس کر کے پارک کی جب تک وہ پارک کر کے باہر نِکلا، میزاب اُن بزرگ کو پیسے اور اپنا کارڈ دے کر اُٹھ کھڑی ہوئی تبھی بزرگ اِنسان نے کچھ کہا اور میزابِ رحمت کا چہرہ یک دَم شاداب ہو کر مُسکرانے لگا۔ جُھک کر بزرگ کا ہاتھ اپنے سَر پر رکھتی عورت نے عباس جان نِثار کے قدم بس ایک پَل کو ساکن کیئے۔

"چلو!" آگے بڑھ کر وہ اُسکے پاس سے خزاں رسیدہ کرتے جھونکے کی مانند گزر کر آگے بڑھی مگر اپنے پیچھے ایک مہینے سے آتے قدموں کو نہ محسوس کرتے ہوئے رُک کر پلٹی۔ عباس نے چونکے بغیر اُسکو دیکھا اور تیز قدموں سے اُس تک آیا۔ اُسکے چلتے ہی میزاب بھی آگے بڑھی۔ مال کے اندر آ کر عباس نے بغور اِرد گرد بڑھتے رش میں جانچتی نگاہ دوڑائی۔ سردی کے باوجود رات کے وقت پاکستانیوں کو تفریح اور خریداری سے کوئی مائی کا لعل نہیں روک سکتا تھا۔ اُنہیں ساتویں فلور پر جانا تھا۔ لفٹ کے کُھلتے ہی عباس نے اُسے آگے جانے کا راستہ دیا۔

باہر نکلتے ہوئے میزاب کے سیل فون کی میسج ٹون بجی۔ کچھ چونک کر اُس نے سیل فون بیگ سے نکالتے ہی آنکھوں کے سامنے کیا۔ ایک پَل کو اُسکی آنکھیں پھیلیں دوسرے ہی پَل اپنے پیچھے آتے قدموں پر اُس نے سیل فون فولڈ کر کے اپنی مُٹھی میں بھینچ لیا مگر مسلسل ہوتی وائبریشن یہ بتانے کو کافی تھی کہ اَب میسج کے بجائے کال آرہی ہے۔

"میں ایک سیکنڈ ریسٹ روم سے ہو کر آتی ہوں۔ تم یہیں رہنا۔" نرمی سے اُسے دیکھے بغیر کہہ کر تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی۔ کچھ کہنے کا اِرادہ ترک کر کے عباس نے اُسکی عُجلت دیکھی تبھی کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔ بغیر سوچے سمجھے عباس تیز قدموں سے اُسکے پیچھے لپکا مگر تب تک میزاب نہ جانے لوگوں کے جمِ غفیر میں کہاں گُم ہوگئی۔ اگلے آدھے گھنٹے تک وہ اِدھر سے اُدھر ہر ریسٹ روم کے ساتھ راہداریوں اور بند دروازوں کو کھول کر دیکھتا رہا۔

"یااللہ!" پہلی بار، زندگی میں بہت پہلی بار عباس جان نِثار کے قدموں سے زمین کھینچی گئی۔ ساری ذہانت، بہادری، الرٹ ریفلیکسز، پَرکھتی، سب بھانپ لیتی حِسیں اُس پَل مُنہ چڑھانے لگیں۔ پُھولتی سانس کے ساتھ ابھی نچلے فلور کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ پورا مال لاتعداد فائر الارمز سے بَج اُٹھا۔ عباس نے چونک کر اُوپر پورشن کی جانب دیکھا جہاں سے ہلکے

ہلکے دُھویں کے مرغولے اُٹھ رہے تھے۔بس ایک پَل میں اُسکے دماغ میں جمع تفریق چلی اور پھِر بھاگتا ہوا سب کو سائیڈ پہ کر کے آگے بڑھا۔سارے مال میں بھگ دڑ مچ گئی تھی۔سب اپنی جان بچانے کو باہر بھاگ رہے اور اُن سب میں وہ واحد شخص تھا جو باہر نکلنے کے بجائے واپس اُس جگہ بھاگ کر جا رہا تھا جہاں سے دُھواں بادلوں کی صورت اُٹھ رہا تھا۔آٹھویں فلور پر پُہنچ کر اُس نے ریسٹ روم کے لوہے کے بند دروازے کو کھولنا چاہا جو یقیناً اندر سے مُقفل تھا۔تیزی سے کوٹ اُتار کے ہاتھ کا مکہ بنا کر اُسکے گرد لپیٹتے ہوئے اُس نے ہینڈل کے پاس لگے چکور صورت میں موجود شیشے پر پوری قوت سے مارتے ہوئے چکنا چور کر دیا۔ہاتھ ڈال کر اُس نے لاک کھولنا چاہا مگر اندر سے بھی کسی نے جام کیا ہوا تھا۔پوری قوت سے ہینڈل گُھمانے کے ساتھ دھکیلتے ہوئے اُسکے ہاتھ اندر سے آتی بلند سسکیوں پر تھمے۔وہ سِسکیاں اِتنی گُھٹی گُھٹی اور مدہم تھیں کہ عباس جان نِثار کے چہرے کا رنگ ماند ہوا اور پِھر پوری قوت سے اُس نے دروازے کا ہینڈل توڑ دیا۔اندر کافی بڑا سا ریسٹ روم تھا۔جگہ جگہ صوفے اور کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔جگہ یقیناً سٹاف کے لیئے مُختص تھی۔آگے بڑھتے ہوئے راہداری میں اُسکی نگاہ اور قدم ٹھہرے شہد رنگ آنکھیں اپنی حُجم سے پھیل کر سامنے دیکھنے لگیں۔جِس عورت کی حفاظت پر اُس نے خود کو مامور کیا تھا وہ کسی زخمی عورت کے پاس بیٹھی

اُسکے سَر اور پاؤں سے نکلتے خُون کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔اِدھر اُدھر سے کپڑوں کھینچ کر اُس زخمی عورت کے پاؤں پر باندھ کر اُسکی نگاہ جیسے ہی فرش کو رنگین کرتے سَر اور بازو تک گئی ایک پَل کو میزاب رحمت کا دِل حلق میں آگیا۔سپید پڑتے چہرے اور یک دَم آتی اَبکائی کو بامشکل روک کر اُس نے آخری کپڑا گیلا کر کے اُس عورت کی ناک پر لپیٹ کر خود کھانستے ہوئے کپڑے کی تلاش میں اِرد گرد دیکھا۔اُسکو یوں اِدھر اُدھر کپڑوں ڈھونڈتے پا کر عباس نے تھکتا گہرا سانس لیا اور آگے بڑھنے کو قدم اُٹھائے مگر اُسکے دیکھتے ہی میزاب رحمت نے اپنے سَر پر نفاست سے کر رکھا حجاب ایک جھٹکے سے اُتارا۔سیاہ رنگ کے گھنے بال جِن کے درمیان میں اخروٹی رنگ کی دھاریاں تھیں، کھینچے جانے پر سرک کر کندھوں سے پھِسل کر آبشار کی مانند زمین پر گر گئے۔بڑھتے باڈی گارڈ کے قدم زنجیر ہوئے، دَھڑکنیں مدغم ہوئیں۔عباس جان نِثار کو دُشمنوں کی اُس عورت سے کسی کی جان بچانے کے لیئے خود کو یوں بے حجاب کر دینے کی اُمید نہیں تھی تبھی شاید اُسکا دِل پہلی بار دَھڑکنا بھُول گیا تھا۔

چہرے پر گرتے بالوں سے بے پرواہ وہ جُھک کر حجاب کو پھاڑ کے دو حصّوں میں تقسیم کرنے کے بعد اُس عورت کے بازو اور سَر پر کچھ اِیسی صفائی سے باندھ رہی تھی جیسے اُسے فرسٹ ایڈ کی نالج ہو۔سَر سے خون روکنے کا جو اہم طریقہ تھا اُسے نہایت خوش اسلوبی سے بروئے کار

لا یا گیا۔ رُکتی سانس کے ساتھ عباس جان نِثار نے نگاہ کو جُھکا کر اُسکی جانب پیش قدمی کی جِس نے قدموں کی آہٹ پر چونک کر اُوپر دیکھا۔

"جان نِثار!" اُس لہجے کی خوشی اور مسرت اُس نگاہ جُھکائے شخص سے چُھپی نہیں رہ سکی۔

"پلیز! اِس عورت کو اُٹھانے میں میری مدد کرو۔ باہر کا دروازہ بند تھا اور میں"۔۔۔۔ تیزی سے پریشان لہجے میں کہتے ہوئے وہ کھانسی اور تبھی عباس نے ہاتھ میں تھام رکھا کوٹ جھاڑ کر اُسکے شانوں پر پھیلا دیا۔ یک دم چونکتی میزاب نے اُن مسلسل جُھکی نظروں کو دیکھا مگر فلحال سبب سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ عباس نے جُھک کر اُس زخمی عورت کو شانوں پر ڈالا اور میزاب اُس عورت کا سامان سمیٹ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہوئے تیز قدموں سے باہر جاتے عباس کے پیچھے بھاگی۔ ریسٹ روم سے نِکل کر ہی اُن کو پیرامیڈیکل کی ٹیم مل گئی۔ میزاب اِس سے قبل آگے بڑھ کر کچھ بتاتی۔ اُس عورت کو سٹریچر پر لٹا کر عباس نے تیزی سے اُسکی کلائی تھام کر اپنے عقب میں کر لیا۔

"اِن کا خون بہت بہہ چُکا ہے۔ جلد ایمرجنسی میں لے جائیں۔" پیرامیڈیکل سٹاف اُس مردِ کے مضبوط شانوں کے پیچھے موجود عورت کو مکمل نہیں دیکھ سکے تبھی شکریہ ادا کر کے تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بھاگے۔

"یہ سامان!" ناسمجھی سے اُسکے عقب سے نکلنا چاہا مگر عباس نے چہرہ پھیر کر اُس کو جن سنجیدہ نظروں سے دیکھا، وہ ٹھہر گئی۔ کلائی چُھڑواتی مزاحمت معدوم ہوئی۔

"کہاں تھیں آپ؟" اُسکے سامنے کر کے ایک بارِ پھر نظر جُھکاتے ہوئے کڑے لہجے میں اِستفسار آیا۔

"میں یہیں تھی کہ آگ۔۔۔" کہہ کر اُسے ایک دَم دھویں کی کمی کا احساس ہوا۔

"کسی نے ڈسٹ بِن کے کچرے کو جلا کر سینسرز کے نیچے رکھ دیا تھا۔" اُسکو حیرانگی سے اِدھر اُدھر دیکھتے پا کر عباس نے آہستگی سے کہا۔ اُوپر آتے ہوئے اُس نے آٹھویں فلور کے ریسٹ روم کے باہر راہداری میں جلتے ہوئے ڈسٹ بن کو دیکھ کر فائر اِکسٹینگویشر کی مدد سے اُسے بُجھا دیا تھا مگر آگ اِرد گرد رکھے گتے کے ڈبوں پر لگنے کی وجہ سے اِس فلور کے ریسٹ روم

اور پاس کی کھڑکیوں سے زیادہ دُھوؤاں باہر نِکل رہا تھا اور اَب اُس جگہ سے دُور آتے ہی بس مدہم سے جلنے کی بُو واضح تھی۔

"آپ کو۔۔۔" وہ جو کچھ کہنے والا تھا، سیڑھیوں سے آتے قدموں پر میزاب کا بازو تیزی سے تھام کر اُسے ایک کُھلے آوٹ لیٹ میں لے گیا۔ چند پَل اِرد گرد دیکھ کے اُس کا نے سیاہ رنگ کی پی۔کیپ سٹینڈ سے اُٹھا کر اطراف میں نا سمجھی سے دیکھتی میزابِ رحمت کے سَر پر رکھ دی۔ سُرمائی آنکھیں پلٹ کے شہد رنگ آنکھوں تک آئیں اور اَب اُن جُھکی آنکھوں کو اُٹھا دیکھ کر میزابِ رحمت کے دِل کے کسی کونے نے نا محسوس انداز میں کروٹ بدلی۔ اُس چہرے کی آگہی پر عباس جان نِثار نے اُسکا بازو نرمی سے چھوڑ دیا جبکہ میزاب نے شہد رنگ آنکھوں کے نگاہ نہ اُٹھا کر دیکھنے کا سبب دِل میں سمجھتے ہی سَر پر رکھی پی۔کیپ کو مضبوطی سے لرزتے ہاتھوں کے ساتھ جما کر کوٹ اپنے شانوں پر دُرست کیا۔

اناؤسمنٹ کی آواز پر میزاب نے پِھر سے لوگوں کے ہوتے رش کو دیکھ کر گہرا سانس لیا اور پِھر عباس کو کاونٹر پر پیسے رکھ کر باہر نکلتے دیکھ کے اُسکے پیچھے گئی۔ اُس نے یقیناً پیسے اُس پی۔کیپ کے رکھے تھے۔

"آگے آئیں۔" رُک کر بازو پھیلا کر اُسے آگے چلنے کا اِشارہ کیا مگر جیسے ہی وہ اُسکے آگے آئی، عباس کی نگاہ کوٹ کے نیچے سے جھانکتے بالوں تک گئی۔ اُن گھنے، لانبے بالوں کو اُسکا فارمل کوٹ ڈھکنے میں ناکافی ثابت ہو رہا تھا۔ دو قدم کا فاصلہ بھی سمیٹ کر اُس تک یوں آیا کہ میزاب کو محسوس تک نہ ہو سکے۔ گاڑی میں اُسکے بیٹھنے تک عباس اُسکے عین عقب میں رہا تھا۔ گاڑی کے سٹارٹ ہوتے ہی میزاب کا سیل فون بج اُٹھا۔ انجان نمبر پر ایک پَل کو اُسکا دِل سُکڑ کر پھیلا مگر دوسرے ہی پَل ہر منفی سوچ کو جھٹک کر میزاب نے سیل فون کان سے لگا لیا۔

"اسلام علیکم! جی بات کر رہی ہوں۔" دوسری جانب جو کہا گیا اُس پر میزاب کے ذہن میں جھماکہ ہوا۔ ایک پَل کو اُس نے کچھ سوچا۔

"میں ابھی آ رہی ہوں۔" کہہ کر اُس نے کال منقطع کر کے گاڑی توجہ سے چلاتے جان نِثار کو دیکھا۔

Clubb of Quality Content!

"مجھے پولیس سٹیشن جانا ہے، جان نثار!" اُسکے کہے جانے پر عباس چونکا ضرور مگر گاڑی یو ٹرن کرکے پولیس سٹیشن کے راستے پر ڈال دی۔ اُسے معلوم تھا کہ کچھ دیر پہلے جِس عورت کی جان بچائی تھی اُس کے لیئے یقیناً بیان ریکارڈ کروانا ہوگا۔

سامنے سے آتا جواد اُن دونوں کو پِھر سے آتے دیکھ کر گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ میزاب کے آگے بڑھتے ہی جواد نے عباس کا ہاتھ پکڑ کر سائیڈ ہال میں اُسے کھینچ لیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" جواد نے آنکھیں نکال کر عباس کی بے نیازی دیکھی۔

"باس نے بیان ریکارڈ کروانا ہے۔" اُسکے سکون میں کوئی کمی نہیں آئی۔

"تم۔۔۔ بُھول تو نہیں رہے کہ اِس عورت کا تعلق بزنجو خاندان سے ہے؟" جواد کے کڑے سوال پر اُسکے چہرے کے بدلتے تاثرات جواد کی زیرک نگاہوں سے مُخفی نہیں رہ سکے۔

"بُھول سکتا ہوں؟" جواب کے بجائے سنجیدگی سے سوال آیا، جواد اُسے دیکھ کر رہ گیا۔

"جِس حساب سے تم اُسکے لیئے کام کر رہے ہو نہ چاغی تک اطلاع گئی تو خیر نہیں ہے تمہاری۔" جواد کی فکر عباس سمجھ سکتا تھا۔

"میں اُس عورت کا باڈی گارڈ ہوں جواد۔ یہ میری ڈیوٹی کا حصّہ ہے۔" جواد کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ اُسے جبڑے بھینچ کر وضاحت کرنی پڑی۔

"اور جِس حساب سے اِن محترِمہ کے یہاں تھانے کے چکر لگ رہے ہیں کہیں یہاں رہنے نہ آ جائیں۔" جواد اُس بیان رکارڈ کرنے والے کمرے میں جاتے دیکھ کر پھِر سے تمسخرانہ ہنسا۔

"تمیز سے جواد!" عباس نے فوراً ناگواری سے اُسے ٹوک کر ٹھٹکا دیا۔

"تمیز سے تم رہو! اپنی ہمدردی اور اخلاق یہاں ضائع کیا تو میں بھی تمہارا لحاظ نہیں کروں گا۔" جواد نے بھی تڑخ کر جواب دیتے ہوئے عباس کو سَر جھٹکنے پر مجبور کر دیا۔

"تمہارے دماغ میں جو بھی فضول باتیں چل رہی ہیں خبردار جو اُنکو زبان دی۔" عباس کی تنبیہہ پر اُس نے بغور عباس کے پتھر تاثرات کو سَر تا پا دیکھا۔

"عباس! تم میرے بہترین دوست ہو۔ اِس عورت سے مُقابلہ تم جیسے مردِ کے بس کی بات نہیں ہے جو عورت کو زور سے پھُول لگتے بھی نہیں دیکھ سکتا۔" جواد نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہتے ہوئے عباس کو چونکا دیا۔

"تم سے کس نے کہا کہ میرا مُقابلہ ایک عورت سے ہے؟ عباس جان نِثار عورت سے جنگ نہیں کرتا۔ عورت سے دُشمنی اور بدلے کا سلسلہ نہیں رکھتا۔" جواد کا شانہ تھتھپا کر طمانیت سے کہتے ہوئے جواد کو یونہی بھونچکا چھوڑ کر اُس دروازے کی جانب بڑھ گیا جس سے میزاب اندر گئی تھی۔ دروازہ دھکیل کے اندر آتے شخص کو دیکھ کر اندر بیٹھے اِنسپکٹر نے تیزی سے سلیوٹ مارا جبکہ میزاب نے چونک کر چہرہ پھیر کر پیچھے دیکھا اور عباس کو دیکھتے ہی اُس کے پچھلے پانچ منٹ سے کھچے ہوئے اعصاب غیر محسوس طریقے سے اعتدال پر آنے لگے۔

عباس کے ہلکے سے اِشارے پر اِنسپکٹر تیزی سے کرسی سنبھال کر لیپ ٹاپ کھینچتے ہوئے پھِر سے بیان ریکارڈ کرنے لگا۔

"تو آپ نے اپنا کوٹ اُس عورت کو دے دیا کیونکہ آپکو بیمار لگ رہی تھی؟" اِنسپکٹر کے تصدیقی سوال پر عباس کچھ چونک کر آگے آیا۔

"جی! وہ عورت جیسے ہی واش روم سے نکل کر ریسٹ روم میں آئی تو مجھے اُس کے چیخنے کی آواز آئی۔ میں ہاتھ دھو کر تیزی سے باہر نکلی اور تبھی میں نے ایک آدمی کو چاقو سے اُس عورت کو زخمی کرتے دیکھا۔ مجھے دیکھتے ہی اُس عورت کو دھکا دے کر باہر بھاگ گیا تبھی وہ

کانچ کے ٹیبل سے ٹکرا کر گری اور باقی سب آپکو معلوم ہے۔" دونوں ہاتھ مضبوطی سے آپس میں مِلا کر میزاب بہت سوچ سمجھ کر کہہ رہی تھی۔

"آپ نے اُس آدمی کا چہرہ دیکھا؟" اُس اگلے سوال پر عباس نے آگے آ کر میزاب کے برابر رکھی کرسی کی پُشت پر ہاتھ رکھا۔

"نہیں! اُس نے کالے کپڑے کا ماسک پہنا ہوا تھا۔" اُس کی اگلی بات پر انسپکٹر نے سمجھ کر سَر ہلایا۔ عباس بڑے ضبط اور خاموشی سے بیان رکارڈ ہوتے دیکھتا رہا اور پھِر میزاب کے اُٹھتے ہی تیز قدموں سے اُسکے پیچھے لپکا۔

"باس!" پارکنگ میں اُسکی پُکار پر میزاب نے پلٹ کے سوالیہ نظروں سے اُسکو دیکھا۔

"آپ مُجھ سے کچھ چھپا رہی ہیں؟" اُسکے اگلے سوال کی میزاب کو اُمید نہیں تھی تبھی سُرمائی آنکھوں کا تحیر دیکھنے لائق تھا۔

"اِیسا نہیں ہے، جاں نثار!" اُن اندر تک اُترنے کو تیار آنکھوں سے تیزی سے نگاہ چُرا کر اُس نے آہستگی سے کہا

"سہی! تو پھر مجھے اپنا اندازہ لگا دیں۔" اُسکی سنجیدگی اُن سُرمائی آنکھوں کی کپکپاہٹ پر بڑھنے لگی۔

"اُس عورت کی اِتنی بُری حالت اِس وجہ سے ہوئی کیونکہ حملہ آور کو اپکے کوٹ سے لگا کہ آپ ہیں۔" اُس سنجیدہ انکشاف پر میزاب نے بے یقینی سے اُسکو دیکھا۔ اِسے کیسے معلوم ہوا؟

"اور پِھر آپ کو سہی سلامت نِکلتے دیکھ کر گھبرا کر بھاگ گیا۔" بات جاری رکھے شہد رنگ آنکھیں بہت تفصیل سے اُس عورت کے قدرے مُضطرب تاثرات دیکھ رہی تھیں جسے ایک مہینے سے اُس نے کبھی متزلزل ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

"آپ شاید بُھول رہی ہیں میرے پروفیشن کو۔" اُسکا اِشارہ یقیناً اپنے ماضی اور حال کی جاب سے تھا۔

"تمہیں غلط لگا ہے۔ یہ کام پولیس کا ہے تو اُنھیں کرنے دیتے ہیں اور تمہیں یاد ہے نہ میرے ساتھ کام کرنا کا واحد اُصول؟" تیزی سے اُسکی بات قطع کرکے آخر میں جِس طرح لہجہ کڑا ہوا، عباس جان نِثار کے چہرے کے سنجیدہ تاثرات تبدیل ہوئے۔

"یاد ہے!" نظریں پھیر کر آہستگی سے کہتے ہوئے دو قدم پیچھے ہوا اور پھر اُسکے لیئے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ اُسکو معلوم تھا کہ اَب اُسے کیا کرنا ہے۔

✓سب کا تو مداوا کر ڈالا، اپنا ہی مداوا کر نہ سکے

سب کے تو گریباں سی ڈالے، اپنا ہی گریباں بُھول گئے۔۔۔

"آپ کی اگلی میٹنگ چار گھنٹے بعد ہے؟" آفس کا دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آتے عباس کے سوال پر اُس نے چونک کر سَر اُٹھا کر دیوار گیر گھڑی کو دیکھا۔

"مجھے ایک ضروری کام سے دو گھنٹے کے لیئے جانا ہے۔" میزاب کے اثبات میں سَر ہلانے پر اُس نے پوچھے جانے کا سبب بھائی کے یونیورسٹی کا کوئی فیسٹیول بتایا۔

"اُوہو! آج کا آف لے لیتے تم۔" نرمی سے میزاب نے کہتے ہوئے فائلز سائیڈ پر کرتے ہوئے تفکر سے کہا۔

"نہیں! بس دو، تین گھنٹے کا کام ہے۔" سنجیدگی سے کہہ کر اجازت ملنے پہ تیز قدموں سے آفس سے باہر نِکل گیا اور پیچھے میزاب دوبارہ سے اپنے ڈھیروں اہم فائلز کی جانب متوجہ ہو

گئی۔ پارکنگ میں کسی ایمر جنسی میں کھڑا کر رکھا ہیوی بائیک نکال کر عباس 'الرحمت' کے دوسرے مال کی جانب تیز رفتاری سے رواں تھا۔ وہاں پہنچتے ہی وہ سیدھا سیکورٹی روم میں جا کر سی۔سی۔ٹی۔وی والے سیکشن میں داخل ہوا۔

"اسلام علیکم، چیف!" اُسکو داخل ہوتے دیکھ کر دیوا گیر سکرینوں کے آگے جمے تین سیکورٹی اہلکار نے اُسے سلام کیا۔

"بیٹھو رہو! میں کل کی فوٹیج چیک کرنے آیا ہوں۔" وہ سب اُسکی آمد کا مقصد جانتے ہی تھے کیونکہ ظاہر ہے وہ 'الرحمت' کی تمام سیکورٹی کا انچارج تھا اور کل کا واقعہ نظر انداز کیئے جانے والا تو نہیں تھا۔

"جی، سر! ہم نے باقی فوٹیج پولیس کو ہینڈ آور تو کر دی ہے مگر ہمارے پاس کاپی رکھی ہے۔" تیزی سے کی بورڈ پر اُنگلیاں چلاتے ہوئے اُس نے سکرین پر کل کی فوٹیج چلتے ہی عباس کو دیکھا جو سنجیدہ نظروں سے ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھ کر جُھک کے بہت توجہ سے تمام سکریز کو دیکھ رہا تھا۔ اُس سکرین پر مال کے تمام فلورز کی فوٹیجز چل رہی تھی تبھی عباس کی نگاہ تیسرے فلور میں کھڑے شخص تک گئی جو سیاہ لباس میں خود کو چھپانے کے بجائے نمایاں ہو رہا تھا۔

"اُس پر زوم کرو۔" اِشارے سے دُور کھڑے سیل فون کان سے لگاتے شخص کے بارے میں کہہ کر سیدھا ہوا اور پھر سیل فون جیب سے نکال کر اُس فوٹیج کی چند تصاویر لیں تبھی چونک کر مزید آگے ہوا۔اُس سیاہ لبادے والے شخص سے کافی قدم آگے میزاب اور عباس چل رہے تھے اور تبھی اُس نے میزاب کا سیل فون بجتے دیکھا۔میزاب کے چہرے کے تاثرات پر شہد رنگ آنکھیں سُکڑ کر بغور سکرین پر چلتی ایک ایک جُنبش دیکھنے لگیں۔ میزاب کے کال کاٹتے ہی اُس آدمی نے بھی سیل فون کان سے ہٹا کر جیب میں رکھا شک کی کوئی گنجائش باقی رہی ہی نہیں۔

"آگے چلاؤ! آٹھ فلور تک۔اِسی آدمی کو فوکس رکھ کر۔" وہ فاسٹ فارورڈ کرواکر اُس آدمی کے نقشِ قدم کی تصاویر لیتا جارہا تھا۔راہداری سے گزرتی میزاب نے رُک کر کسی لڑکی کو نڈھال دیکھتے ہوئے اپنا کوٹ اُتار کر اُسکے شانوں پر ڈالا اور اُسکو کچھ کہہ کر اپنے ساتھ بازو کا سہارا دے کر سٹاف ریسٹ ایریا کی جانب بڑھی۔ ہمم! یعنی عباس جان نِثار سہی تھا۔سٹاف ریسٹ ایریا میں اُس عورت کی موجودگی کی تصدیق ہوگئی تھی۔اُس کالے لباس والے شخص کو پچھلے دروازے سے نکلتے دیکھ کر عباس نے گہرا سانس لیا۔

"تھینک یو! تم اپنا کام کر سکتے ہو۔" اُسکا شانہ تھتپھا کر عباس تیز قدموں سے واپس پلٹا۔
پارکنگ لاٹ میں آ کر سیاہ ہیلمٹ پہنتے ہی اُس نے پھر سے بائیک کا رُخ پولیس سٹیشن کی جانب کر دیا۔ اُسکا جواد سے ملنا بہت ضروری تھا۔

"یہ تمہیں میں کچھ زیادہ ہی یاد نہیں آنے لگا۔" اُسکو اپنے آفس میں داخل ہوتے دیکھ کر جواد مُسکرا کر اپنی کرسی سے کھڑا ہوا۔

"اِیسا ہی سمجھ لو اور بتاؤ کہ کیس میں کہاں تک پہُنچے؟" اُسکے یوں سید ھا مُدعے کی بات پہ آنے پر جواد نے ناک چِڑھا کر اُسکی سنجیدگی دیکھا جو بڑے سکون سے کرسی پر بیٹھ چُکا تھا۔

"کونسا کیس؟" جواد کا انداز تپانے والا تھا۔

"زیادہ بنو مت۔" عباس نے اُسے گھُور کر دیکھا۔

"تم مجھے یہ بتاؤ شجاع کو کہاں ٹھکانے لگایا ہے تم نے؟" جواد کا انداز مشکوک ہوا جِس پر ہر دَم سنجیدہ رہنے والے چہرے کو بڑی خوبصورت سی مُسکراہٹ چھُو گئی۔

"تمہاری طرح فضول باتوں میں وقت ضائع کر رہا تھا میر اتو اُسکا نمل یونیورسٹی میں داخلہ کروا دیا ایم۔فل میں۔" اُسکے انداز میں طمانیت کا جہاں آباد تھا۔ شجاعت علی جب سے اپنے جامعہ

کے کاموں میں مصروف ہوا تھا عباس جان نثار کے کان ٹھنڈے تھے مگر جواد کو ٹھکانے نہیں لگایا جا سکتا تھا۔

"بے کار کی بات کر کے میرا وقت ضائع کرنے کے بجائے اِس بندے کے بارے میں جلد سے جلد معلوم کر کے مجھے انفارم کرو۔" جواد کو مُنہ کھولتے دیکھ کر اُس نے تیزی سے اُسکے سامنے اپنا سیل فون آن کر کے رکھا۔ جواد نے ایک تپتی نظر اُس پر ڈال کر سکرین کو دیکھا اور پھر عباس کو۔

"واہ! اور اِس تصویر سے میں کیسے معلوم کرواؤں گا؟ تم عقل سے پیدل کیوں ہو رہے ہو، عباس؟" اُس کے آخری طنز کو عباس نے کوئی بھاؤ نہیں دیا۔ جانتا تھا کیوں بھَرا بیٹھا ہے۔

"کچھ ویڈیوز اور تصاویر بھیجیں ہیں تمہیں۔ دیکھ کر مجھے ایک، دو دِن میں بتاؤ، جواد۔ اِٹس آ ریکوئسٹ۔" نرمی سے اُسکا بازو تھپتھپا کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ یقیناً تم دُشمنوں کے لیئے کر رہے ہو؟" جواد کی بات پر کرسی پیچھے کرتا عباس ٹھٹک کر ٹھہرا۔

"تم اگر میرے دوست ہو تو دوبارہ یہ بات نہیں کرو گے، جواد۔" بغیر کوئی اور وضاحت کیئے تیز لہجے میں تنبیہہ کر کے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھ کے اُس نے ٹیبل پر رکھی بائیک کی چابی اُٹھائی۔

"جیسے ہی کچھ معلوم ہو مجھے فوراً اِنفارم کرنا۔ کل تمہارے گھر پر ملیں گے۔" چابی اُٹھاتے ہوئے اُس نے ہلکے پُھلکے لہجے میں اُسکا اِشتعال کم کرنا چاہا۔ جواد کی آنکھیں اُسکی آخری بات پر پوری کُھلیں۔ چونک کر اُسکو دیکھا اور پِھر مُسکراتے چہرے کے ساتھ خود بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔

"خادم حاضر ہے آپ کا۔" اُسکو پُرانی جون میں لوٹنے میں کونسی دیر لگنی تھی۔ جواد دراصل تمام دوستوں کے ساتھ رکھی گئی دعوت پر عباس کے نہ آنے کی وجہ سے ناراض تھا اور عباس اُن آتے جاتے بھگو بھگو کر مارے گئے طنز کے سارے مطلب سمجھتا تھا تبھی کوئی بھاؤ نہیں دیا رہا تھا مگر جواد جیسے بہترین دوست کو زیادہ دیر تک ناراض رکھنا بہت گھاٹے کا سودا تھا۔

"مِس رحمت کہاں ہیں؟" آفس خالی دیکھ کر وہ تیز قدموں سے باہر مین میٹنگ روم میں موجود کائنات سے پوچھا۔

"وہ نیچے زرق کمال سے ملنے۔۔۔"اُسکی بات بیچ میں ہی رہ گئی کیونکہ پہلے ہی شیشے کا دروازہ دھکیل کر عباس جان نثار ہال سے باہر نکل گیا۔لفٹ کے کُھلتے ہی تیز قدموں سے آگے بڑھتے ہوئے وہ تفصیل سے اِرد گرد دیکھ رہا تھا۔

"چیف! میم تھرڈ فلور پر ہیں۔"سیکورٹی ٹیم کی اطلاع پر اُس نے کان میں لگا رکھے ٹرانسپیرنٹ آلے کو اُنگلی سے چُھو کر خاموش کروادیا۔ تبھی اُسکو میزابِ رحمت چہرے پر جہاں بھر کی سنجیدگی سمیٹے زرق کمال کو کچھ سخت سا کہتی دِکھائی دی۔وہ دُور سے بھی غیر آرام دہ ماحول کے تناو کو صاف محسوس کر گیا حالانکہ زرق کمال کے چہرے پر مسلسل مُسکراہٹ کا ڈیرا تھا۔

"گھر والے تو بضد ہیں، مِس میزاب۔کب تک بھاگ سکتے ہیں ہم دونوں۔"جِس بے چارگی سے کندھے اُچکا کر اُس نے کہا میزاب کا جی چاہا اُسکا منحوسیت سے مُسکراتا چہرہ نوچ لے۔

"جتنے والدین کے آپ وفادار ہیں اُسکی سب کو خبر ہے، زرق صاحب۔میں آخری بار اِنتہائی تہذیب سے کہہ رہی ہوں کہ بزنس کرنا ہے تو پروفیشنل رہیں۔"میزاب کا تحمل زرق کمال کو بے حد محضوظ کر رہا تھا۔وہ عورت غصّے اور سنجیدگی میں مزید حسین لگتی تھی۔

"جب سے ڈیڈ نے آپکے ساتھ بزنس کرنے کی بات کی ہے یقین جانیں اُنکا مرید ہو گیا ہوں۔" زرق کمال کہیں سے بھی سنجیدہ ہونے کو تیار نہیں تھا۔

"مجھے ضروری میٹنگ سے۔۔۔" اِس سے پہلے کلائی پر موجود گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے وہ جملہ مکمل کرتی، زرق کمال سارا فاصلہ طے کر کے اُسکے عین سامنے آ کھڑا ہوا کہ۔ اور قبل اِسکے کہ وہ جُھک کر اُسکی سماعتوں میں کوئی شوخ سی سرگوشی کرتا، سائیڈ سے آ کر کسی آہنی گرفت نے اُسکو شانے سے پکڑ کر پیچھے دھکیل دیا۔ لڑکھڑا کر پیچھے ہوتے ہوئے اُس نے تلملا کر سائیڈ پر کھڑے پتھر جیسے تاثرات والے باڈی گارڈ کو دیکھا جبکہ میزاب نے چہرہ قدرے سائیڈ پر جُھکا کر حیرانگی سے عباس کی سنجیدگی دیکھی۔ یہ تو یہاں نہیں تھا۔ کب آیا؟ نامحسوس ڈھارس نے دِل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا مگر میزابِ رحمت کو اِدراک نہیں ہو سکا۔

"فاصلے اور تمیز سے بات کرنی ہے آئندہ!" مُختصر دوٹوک بہت کچھ باور کرواتا ہوا لہجہ زرق کمال کو اندر تک بدمزہ کر گیا۔

"فاصلے اور تمیز سے باڈی گارڈ ہی بات کرتا ہوا اچھا لگتا ہے۔" زرق نے اُسکی سنجیدگی کو چٹکی میں اُڑا کر تمسخرانہ کہا جبکہ عباس سنجیدگی سے چند قدم کا فاصلہ بھی سمیٹ کر اُس تک آیا۔

شہد رنگ آنکھوں نے پتھر کر دیتے، لہو جما دیتی نظروں سے اُسے دیکھ کر گڑ بڑانے پر مجبور کر دیا۔

"ایزی، برو!" میزاب جو عباس کو روکنے لگی تھی زرق کو بوکھلا کے پیچھے ہوتے دیکھ کر حیرت سے عباس مضبوط پُشت کو دیکھے گئی۔

"پِھر مُلاقات ہوتی ہے۔" اُس باڈی گارڈ کی پُشت کے پیچھے چُھپ چُکی عورت کو دیکھنے کے لیئے اُس نے چہرہ بائیں جانب جُھکا کے کہا اور پِھر اُن اندر تک اُترتی نظروں پر سَر جھٹک کر واپسی کے راستے کو ہو لیا۔ عباس چند پَل وہیں دیکھتا رہا اور پِھر چہرہ پھیر کر دیکھا۔ سُرمائی آنکھوں کا شہد رنگین، راز کی مانند گہری آنکھوں سے تصادم ہوا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" نرم لہجے کے سوال پر سُرمائی آنکھوں نے پہلے نگاہ چُھڑائی اور پِھر اثبات میں سَر ہلایا گیا۔

"کس قماش کا اِنسان ہے یہ؟" عباس سے اُسکو اِس سوال کی اُمید نہیں تھی تبھی چونک کر دوبارہ اُس سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔ عباس کو رُخ اُسکی جانب مکمل کرنا پڑا۔

"اِس کے مُنہ نہ لگنا دوبارہ کبھی بھی۔اُلٹے دماغ کا آدمی ہے۔"میزاب نے بے پرواہی سے کہہ کر بات رفع دفع کرنی چاہی۔

"اِیسے اُلٹے دماغ بہت دُرست کیئے ہیں۔"پلٹنے سے قبل اُس مدہم، سنجیدہ بڑبڑاہٹ پر میزاب نے تحیر سے اُسکو جو پلٹ چُکا تھا اور پھر اُسکو بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اُسکا رُخ اپنے سامنے کیا۔عباس کو میزابِ رحمت سے اِیسے رویئے کی اُمید نہیں تھی تبھی ٹھٹک کر اُس نے بے یقینی سے اُن سُرمائی آنکھوں میں جھانکا۔

"خبردار جو تم فضول کے معاملات میں پڑے۔میرے ساتھ کام کرنے کا ایک ہی اُصول ہے اگر اُس پر نہیں چل سکتے تو کہیں اور جاب کر لو۔"سنجیدگی سے دوٹوک کہتے ہوئے وہ عباس کو یونہی تحیر زدہ چھوڑ کر تیز قدموں سے لفٹ کی جانب جا رہی تھی۔عباس نے سَر جھٹک کے اُسکی تقلید کی۔

✓اے چارہ ساز! حالتِ دردِ نہاں نہ پوچھ

اِک راز ہے جو کہہ نہیں سکتے زُباں سے ہم۔۔۔

(جگر مرادآباد)

"اُس آدمی کا کچھ سُراغ اُن فوٹیجز کی مدد سے لگا لیا ہے۔" صُبح سویرے آتی جواد کی کال نے اُسکی ساری بے زاری اُڑا دی۔ بستر سے اتر کر اُس نے گہرا سانس لیا۔ آج ایک مہینے کے بعد اُسکی باس نے پہلی چھُٹی کی تھی جِسکی وجہ سے یقیناً عباس کا بھی آف تھا تبھی اُسکی آنکھ فجر کی اذان کے ساتھ نہیں کھل سکی۔

"شُکر ہے! تم نے مجھے جگا دیا۔" اُٹھ کر بکھرے سیاہ بالوں کے ساتھ اُس نے کمبل نفاست سے تہہ کر کے بستر کی چادر دُرست کی۔ وہ فطرتاً بے حد صفائی پسند تھا۔ جواد سے بات کرنے کے بعد دھیان شجاع کی جانب گیا جِس نے نہ جانے گھر کا کیا حال کر دیا ہو گا۔ گو کہ اُسکا جانا پچھلے ہفتے ہوا تھا مگر جانتا تھا کہ شجاع صاحب کو اکیلا بغیر سر پرستی کے زیادہ دِن چھوڑنا مُناسب نہیں ہوتا۔

سیل فون پر جواد کی بھیجی گئی معلومات پڑھتے پڑھتے تیزی سے تیار ہو کر اُس نے روٹین کی جاگنگ کرنی تھی اور پھر اِس بندے کے پیچھے جانا تھا۔

سیاہ ٹریک سوٹ پہن کر وہ قصرِ بزنجو سے باہر نِکل کر پچھلی جانب بنے پبلک پارک میں آکر جوگنگ کرنے لگا تبھی اُسکے قدموں سے اورنج رنگ کی باسکٹ بال ٹکرائی۔ ٹھہر کے جُھکتے ہوئے اُس نے بال کو دونوں ہاتھوں میں اُٹھا کر پلٹ کے وہاں دیکھا جہاں کچھ ٹین-ایجرز لڑکے کھڑے تھے۔ یہ باسکٹ بال سے اُنکی محبتؐ ہی تھی جو صُبح سویرے جاگ کر کھیل رہے تھے۔ عباس نے وہیں سے باسکٹ بال پوری قوت سے یوں پھینکی کے سیدھا جاکر باسکٹ میں جاکر گری۔ لڑکوں کی جُوش سے چیخ بُلند ہونے پر اپنے کمرے سے مُلحق ٹیرس میں واک کرنے کے ساتھ کبوتروں کو دانہ ڈالتی میزاب چونک کر آگے بڑھی۔ گھر کے عقبی حصّے میں سے وہ پبلک پارک صاف نظر آتا تھا۔ میزاب جو پلٹنے لگی تھی، شناسا چہرے پر ٹھہر کر پلٹی اور پِھر بے ساختہ مُسکراہٹ اُسکے چہرے کو چُھو گئی۔ سامنے عباس جان نِثار سیاہ ٹریک سوٹ میں، عام سوٹڈ بوٹڈ حُلیئے سے یکسر مُختلف رَف سے حُلیے میں اپنی عُمر سے کہیں چھوٹے کالج کے لڑکوں کے ساتھ باسکٹ بال کھیل رہا تھا۔ اُسکا بال گُھماتے ہوئے آگے بڑھنا اور عین باسکٹ میں پھینکنا یہ ثابت کرنے کو کافی تھا کہ عباس جان نِثار باسکٹ بال میں ماہر ہے۔ کتاب سائیڈ پر رکھ کر وہیں کھڑکی پر بیٹھتے ہوئے میزاب فرصت سے اُس پارک میں ہوتے دلچسپ باسکٹ بال کے میچ کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی جیسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ عموماً اُس

کا سارا دھیان دوسری سائیڈ پر موجود سُنسان برج والی سڑک پر بیٹھتے لاتعداد کبوتر ہوتے تھے۔ سارے کبوتر اُس عورت کی دلچسپی کہیں اور محسوس کیئے کھانا پینا ترک کر کے اُسکو ٹکر ٹکر دیکھ رہے تھے۔ ماحول میں کچھ دیر پہلے جاری اُنکے پَروں کی پھڑ پھڑاہٹ اَب معدوم ہو گئی۔

"واہ!" عباس جان نِثار کو متواتر فیلڈ گول کرتے دیکھ کر میزابِ رحمت سرائے بغیر نہیں رہ سکی۔ مدہم تالیوں کے سنگ مُسکراتے ہوئے اُس نے بے اِرادہ پلٹتے عباس جان نِثار کو ساکن کر دیا۔ سیاہ گھنی بھنوؤں میں سُکڑنے کے سبب آنگ والی لکیر مُقابل کے تحیّر اور توجہ کی عکاسی کر رہی تھی۔ لڑکوں کا شور شرابے نے کبوتروں کی پھڑ پھڑاہٹ مانند اپنے پَر سمیٹ لیئے۔ سنجیدہ شہد رنگ آنکھوں کا سُرمائی آنکھوں سے ملاپ ہوتے ہی رنگ کچھ اور گہرا ہوا تو دوسری طرف مُسکراہٹ۔ اُسکی توجہ اپنی جانب پا کر میزاب نے ہاتھ قدرے بُلند کر کے بے آواز تالی بجاتے ہوئے اُسکو جیسے ستائش سے سراہا۔ وقت کے پُھونکے گئے سحر کی کسی کو خبر نہیں ہو سکی تھی۔ سَر کو ہلکا سا خم دے کر سراہے جانا وصول کرتے ہوئے وہ لڑکوں سے معذرت اور پِھر آنے کا کہہ کر پارک سے نِکل گیا۔ میزاب کی مُسکراہٹ معدوم ہوئی۔ آگے جُھک کر اُسکو دیکھا جو برج سے بھاگ کر آگے بڑھتا ہوا جاگنگ میں مصروف ہو کر اُسکی

نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ گہرا سانس لیتے ہوئے میزاب نے خاموش، سَر اُٹھائے، گردن ہلا ہلا کر دیکھتے کبوتروں کو دیکھا اور بے ساختہ ہنس دی۔

"کیا! اچھا معذرت۔" کبوتروں کی جیلسی پر وہ دِل کھول کر ہنس دی۔ بے ساختہ اُسے اُن پر پیار آنے لگا تبھی ریلنگ پر جُھکتے ہوئے اُس نے فضا میں اپنا ہاتھ پھیلا کر شہادت کی اُنگلی کھولی۔ تیز پھڑ پھڑاہٹ پر چکر لگا کر آتے عباس کے قدم جھکڑے گئے۔ چہرہ اُٹھا کر وہاں دیکھنے گیا جہاں میزابِ رحمت جُھک کر ہاتھ پھیلائے کھڑی تھی۔ عباس کے دیکھتے ہی ایک سفید رنگ کا کبوتر اُڑ کر اُوپر آیا اور اُس پھیلے ہاتھ کی شہادت کی اُنگلی پر بڑے ہی ناز سے بیٹھ گیا۔ باقی اُنگلیاں یونہی بند رکھے اُس نے شہادت کی اُنگلی خود سے قریب کر کے اُس کبوتر کو دیکھا جو اُسکا ہمنوا تھا۔ میزاب نے اُسکی ننھی سی گردن سہلا کر سَر پر ہاتھ پھیرا اور پھر ہاتھ اُونچا کر کے اُسے آزاد فضا کے سُپرد کر دیا۔ دھیرے سے نکلتے مدھم سورج کی روشنی میں نہاتی میزاب کی سُرمائی آنکھیں نگینے کی مانند چمکنے لگیں۔ فضا میں اُوپر کو اُٹھ کر پھڑ پھڑاتا کبوتر، وہ مُسکراتی حسین عورت، صُبح صادق کا وقت اور نیچے پُل پر سَر اُٹھائے نا سمجھی بھرے شوق سے دیکھتا مرد اور اُسکا برسوں سے خاموشی کی بُکل اوڑھے گم صُم پڑا دِل کچھ بھی نظر انداز کیئے جانے کے قابل نہیں تھا۔ کوئی ماورائی منظر اِس زمین پر ہو سکتا تھا تو یہی تھا۔ فُسوں پھونکے جانے

والی بات میں سچائی تھی، تو اِسی لمحے میں تھی۔ دِل کے اچانک سے دَھڑک اُٹھنے کا متعین وقت تھا، تو یہی تھا۔

✓دِل اِیسے رَبط کے حق میں دلیل دیتا ہے

جو کھینچتا ہے نہ رسی کو ڈھیل دیتا ہے

میاں! یہ دَشتِ محبت ہے اِتنا دھیان رہے

کسی کو پیاس، کسی کو سَبیل دیتا ہے

یہ دیکھنا ہے اذیت کے خارزاروں میں

کسی کا ساتھ کوئی کتنے میل دیتا ہے

ضمیر! عشق سُنا ہے جو ایک طرفہ ہو

خُدا بہت اُسے عمرِ طویل دیتا ہے۔۔۔

(ضمیر قیس)

"عباس کو اندر بھیجنا ذرا!" ناشتے کے بعد سٹڈی میں داخل ہوتی میزاب کے کانوں میں ہاشم بزنجو کے الفاظ پُہنچے تو دروازہ دھکیل کر اندر آئی۔

"اسلام و علیکم، داداجان!" اُسکے سلام پر فائلز کی روگردانی کرتے ہاشم بزنجو نے عینک کے اُوپر سے اُسکو دیکھا اور مُسکرا دیئے۔

"وعلیکم اسلام! گھر پر ہی تھیں تو ناشتہ کرنے نیچے آجاتیں۔" اُنکے مصنوعی خفا شکوے پر میزاب مُسکرا کر آگے بڑھی۔ مُلازم ٹیبل پر بکھری فائلز عُجلت میں سمیٹ کے جِس تیزی سے باہر گیا میزاب نے چونک کر چہرہ پھیر کر دروازے کو دیکھا۔

"کیا ہوا؟" اُسکو یوں گُم صُم دیکھ کر ہاشم بزنجو نے عینک اُتار کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے اُسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

"کچھ نہیں! آپ کی طبیعت اَب کیسی ہے؟ اور پولیس نے کچھ سُراغ لگایا اُن لوگوں کا جنہوں نے گولی چلائی تھی؟" مہینے سے اُوپر ہونے کے باوجود ہاشم بزنجو پر گولی چلانے والوں کا پولیس کو کوئی سُراغ نہیں مل رہا تھا۔ یہ بات میزابِ رحمت کے لیئے بے حد تشویشناک تھی۔

"میں ٹھیک ہوں، اللہ کا شُکر اور بس تفتیش چل رہی ہے ابھی۔" اُنکا انداز معملہ رفع دفع کرنے والا تھا۔

"اگر آپ کچھ جانتے ہیں تو مجھے بھی غافل نہ سمجھیں۔" اُسکی سنجیدگی پر ہاشم بزنجو نے مُسکرا کر اُسکو دیکھا۔ وہ اُس سے کچھ نہیں چُھپا سکتے تھے۔

"عباس کہاں ہے؟" اُنہوں نے مُلازم کو بُلانے کا کہا تھا تو یقیناً ابھی تک نہ آنے پر اُسکے حیران ہو رہے تھے۔

"میں آپکو بتانا بُھول گئی کہ میں نے اُسکو آج کا آف دیا ہے۔ جب سے میرے ساتھ ہے ایک دِن کا بھی آف نہیں لیا، جان نِثار نے۔" اُسکے نرم لہجے پر ہاشم بزنجو نے کچھ چونک کر اُسکو دیکھا۔

"سب کی طرح تمہیں بھی اُسکو عباس کہنا چاہیئے۔" اُنکے یک دم سنجیدگی پر میزاب مُسکرا دی۔

"جان نِثار کہنے سے لگتا ہے میں اُس پر بھروسہ کر سکتی ہوں۔" کھڑکی کے ہلتے پردوں کو دیکھ کر اُس نے گہرا سانس لے کر جِس طرح کہا وہ ہاشم بزنجو کو بہت کچھ یاد دِلانے پر قادر تھا۔

"بے فکر رہیں میں اپنے سائے پر بھی بھروسہ نہیں کرتی۔" اُنکی گہری نظروں پر اُس نے جِس طرح برجستہ کہہ کر اُنکی تشویش رَد کرنی چاہی، وہ سوگواری سے ہنس دیئے۔

"جو کچھ بھی ہوا اُس میں تمہارا کوئی حصّہ نہیں تھا۔ خود کو اِلزام دینا بند کردو، زیبی!" یک دم لہجہ بدل کے اُنہوں نے بات کو اُسی جانب موڑ دیا جِس جانب میزابِ رحمت کا دِل گُھٹتا تھا، سانس اُکھڑتی تھی۔

"میں جانتی ہوں۔" ٹیبل کے نیچے گود میں دھرے ہاتھوں کو باہم مِلا کر جھکڑتے ہوئے اُس نے چہرہ جھُکا کر کہا۔

"آج شام کو زُوبی کے سُسرال والوں کی دعوت ہے، یاد ہے نہ تمہیں؟" اُسکو یوں چہرہ جھُکا کر بیٹھے دیکھتے رہنے کے بعد بات کا رُخ کسی اور سمت موڑ دیا گیا۔

"جی، یاد ہے۔" زوبیہ نے پچھلے ہفتے سے اُسکا اِتنا دماغ کھار کھا تھا کہ اُسے آج کی دعوت کا دِن حفظ ہو چُکا تھا۔

"تو یعنی تم موجود ہو گی۔ میں تمہیں بہت سے لوگوں سے ملوانا چاہتا ہوں خصوصاً باسم ربانی کی فیملی سے۔" اُنکی اگلی پُرجوش بات پر میزاب کا ماتھا ٹھنکا۔

"باسم ربانی کون؟" اُسکی لاعلمی پر ہاشم بزنجو اُسے دیکھ کر رہ گئے۔

"رضا ربانی کا بیٹا۔ تمہارے کلاس فیلو کامران ربانی کا بھائی۔" اُنکی وضاحت پر میزاب کا جی چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

"آپ جو کچھ بھی سوچ رہے ہیں فوراً ترک کر دیں۔ میرا ایسا کوئی اِرادہ نہیں ہے۔" اُسکے قطعی انداز پر وہ اُسے دیکھ کر رہ گئے۔

"کیوں اِس معاملے میں اِتنی سخت ہو تم؟" اُنہوں نے جیسے تھک ہار کر پوچھنا چاہا۔

"بس مجھے اِس بارے میں ابھی بالکل نہیں سوچنا اور آزمائے ہوئے لوگوں کو تو ہر گز نہیں آزمانا۔" سختی سے کہہ کر وہ تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ہاشم بزنجو نے چہرہ اُٹھا کر اُسکے ہر وقت نرم اور بے رِیا چہرے کو دیکھا جو اِس وقت گہری سنجیدگی اور سَرد پَن کی دبیز تہوں میں پوشیدہ ہو گیا تھا۔ اُسکو پلٹ کر تیز قدموں سے جاتے دیکھ کر وہ نفی میں سَر ہلا کر رہ گئے۔ وہ نہ خود پر بھروسہ کرنے کو آمادہ تھی، نہ اپنوں پر۔

✓میرے احباب مُجھ سے مُخلص ہیں

مُجھ کو یُوسُف (ع) کے بھائیوں کی قسم۔۔۔

صُبح سے دوپہر اور پِھر شام ہوگئی مگر میزاب پِھر اپنے کمرے سے نہیں نِکلی۔ہاشم بزنجو سے ہوئی کچھ باتوں نے اُسکی بڑی مُشکلوں سے مضبوط کی گئی ہستی کو پِھر سے مُنہدم کردیا تھا اور وہ باہر نِکل کر کسی کو باتیں بنانے کا موقع فراہم نہیں کرنا چاہتی تھی تب جب کہ مہمانوں کی دعوت کا اِنتظام اپنے زوروں پر تھا۔مغرب کی نماز کے بعد یونہی بے مقصد صوفے پر بیٹھتے ہوئے کھڑکی سے اُترتی رات کو دیکھ رہی تھی تبھی دروازہ آہستگی سے بجا۔

"آجائیں!"اُسکو لگا حلیمہ بوا ہوں گی مگر دروازہ کھول کر جب کوئی اندر نہ آیا تو کچھ چونک کر اُس نے چہرہ پھیرا اور پِھر اُٹھتے ہوئے دروازے تک آئی۔کھول کر اُس نے جیسے ہی پیچھے کیا۔دروازے کی جانب پُشت کیئے کھڑے شخص کو دیکھ کر ٹھہر گئی۔وہ عباس جان نِثار تھا جو اِس ایک مہینے اور دو ہفتوں میں پہلی بار گھر کے اندر یا اُسکے کمرے کے باہر تک آیا تھا۔

"جان نِثار!"خاموش قدموں سے لوگوں کی موجودگی بھانپ لینے والا،دروازہ کُھلنے کی واضح آواز کے باوجود پُکار پر ہی پلٹا۔

"آپ کو ہاشم صاحب باہر بُلا رہے ہیں۔" اُسکی اطلاع پر میزاب نے بےاِختیار ماتھے پر ہاتھ مارا اور پھر باہر نکلنے لگی۔

"ارے تم! خبردار جو سَر جھاڑ مُنہ پھاڑ باہر نِکلی تو۔" سائیڈ سے بھاگ کر آتی زوبیہ نے اُسکو تلملانے پر مجبور کردیا۔

"تنگ مت کرو، زُوبی! مجھے کاروباری لوگوں سے۔۔۔" اُسکی بات قطع کر کے زوبیہ تیزی سے اُسے واپس کمرے میں دھکیل کر لے گئی۔

"آپ یہیں کھڑے رہیں، عباس۔" زوبیہ اُسے جمے رہنے کا کہا۔

"اور تم آگے لگو۔ بزنس ویمن ہو کر اِتنی اہم دعوت میں روزانہ کے حُلیئے میں جا رہی ہو۔ اپنی نہیں تو کچھ میری ہی عزت کا خیال کرلو۔" اُسکی تیز تیز بےتُکی باتوں پر میزاب اُسے دیکھ کر رہ گئی۔

"ٹھیک ہے! میں خود مینج کرلوں گی۔ تمہارا خاص دِن ہے۔ جا کر اچھی طرح تیار ہو۔" خفگی سے اُسکو گھور کر دروازے کی جانب دھکیلا جبکہ زوبیہ مُسکرا کر اُسے آنکھ مارتے ہوئے باہر چلی گئی۔

"اپنی باس کو یہاں سے لے کر ہی آنا ہے آپ نے۔" باہر قدرے سائیڈ پہ ہو کر کھڑے عباس کو دیکھ کے وہ اپنے کمرے کی جانب بھاگ کھڑی ہوئی۔ ٹھیک دس منٹ بعد میزاب رحمت نے کمرے سے باہر قدم رکھا۔

"داداجان کہاں ہیں؟" اُسکی آواز پر عباس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ وہ عورت واقعی اِتنی ہی حسین تھی جتنی وہ باہر لوگوں سے سُن کر آرہا تھا بلکہ اُن تمام باتوں سے بھی زیادہ۔ سے سے بالاتر۔ جالی دار سیاہ لباس پر ہم رنگ حجاب اوڑھے اِس قدر پاکیزہ لگ رہی تھی کہ عباس جان نِثار زیادہ دیر تک اُس چہرے کو نہیں دیکھ سکا۔

"باہر دالان میں ہیں۔" عباس نے چہرہ پھیر کر کہا۔ میزاب کے آگے چلنے پر وہ اُسکے پیچھے چلنے لگا۔

"آپ نے بُلوایا، داداجان؟" اُسکی پُکار پر ہاشم بزنجو کے اِرد گرد کھڑے کئی چہرے پلٹ کر اُسکو دیکھنے لگے۔

Clubb of Quality Content

"یہ میری پوتی ہے، میزاب۔" ہاشم بزنجو نے اُسکو بازو سے پکڑ کر مجمے میں کھینچ لی۔ بوکھلا کر آگے ہوتے ہوئے اُس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا جہاں عباس اُسے وہیں چھوڑ کر روشنیوں اور رش سے دُور جا رہا تھا۔

"ہیلو! کیسی ہیں آپ؟" قریب سے آتی پُر شوق آواز پر اُس نے چونک کر چہرہ پھیرا۔ اُسکی سائیڈ پر کامران کا بڑا بھائی باسم کھڑا مُسکراتے ہوئے اُسکی ہی جانب متوجہ تھا۔

"اسلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟" اُسکو ایک سرسری نگاہ دیکھ کر اُس نے باقی آدمیوں کو دیکھ کر تکلف بھری خوش دلی سے کہا۔

"وعلیکم اسلام! ہم سب تو ٹھیک ہیں لیکن آپ عید کا چاند ہو گئیں ہیں بیٹا۔" کامران کی امی کے شکوے پر وہ آہستگی سے مُسکرا دی۔ اِس کامران کو تو بعد میں دیکھے گی۔

"تم تو بہت خُوش قسمت ہو ہاشم! جو اِتنی ذہین، فرض شناس اور بزنس مائینڈیڈ پوتی ملی ہے۔" اُس تعریف پر ہاشم بزنجو ایسے فخر سے مُسکرا رہے تھے جیسے سب کچھ اُنکے لیئے کہا جا رہا ہو۔

"بس اِسی کی وجہ سے تو میری گردن ہر وقت اُٹھی رہتی ہے۔" میزاب کو بازو کے حلقے میں لے کر اُنہوں نے جِس اپنائیت سے کہا میزاب چہرہ پھیر کر اُنکو دیکھتے رہنے پر مجبور ہو گئی۔

"کامران سے آپ کی بہت تعریفیں سُنی ہیں اور بزنس کمیونٹی تو آپ سے شروع کر آپ پر ہی ختم ہوتی ہے۔" باسم کے ٹکڑا لگائے جانے پر وہ طمانیت سے مُسکرائی۔

"جذاک اللہ! یہ تو سب میرے ساتھ کام کرنے والوں لوگوں کا خلوص اور محنت ہے۔"

اُسکی انکساری مُتاثر کر دینے والی تھی تبھی باسم نے دلچسپی سے اُس خوبصورت مگر چونکا دینے والی عورت کو دیکھا۔ آج تک جتنی عورتوں سے وہ مِلا تھا، مراسم رکھے تھے، دیکھتا آرہا تھا اُن سب سے ہٹ کر یکسر مُختلف۔

"آپ لوگ باتیں کریں۔" باسم کی تفتیشی نظریں محسوس کر کے اُسکا وہاں مزید کھڑے ہونے کا کوئی اِرادہ نہیں تھا۔ اِس سے پہلے کہ پلٹتی اُسکا سیل فون بَج اُٹھا۔ چونک کر اُٹھاتے ہوئے وہ سب سے معذرت کر کے پچھلے دالان میں چلی آئی۔

"اسلام علیکم!" دوسری جانب خاموشی پر اُسکو پہل کرنی پڑی۔

"کون بات کر رہا ہے؟" ہنوز خاموشی پر اُسکے قدم ٹھہرے۔ چہرے پر سنجیدگی چھانے لگی۔

"تمہاری موت!" سرسراتی، لہو جماتی آواز پر اُس نے گہرا سانس لیا۔

"تو سامنے آؤ یوں بزدلی دیکھا کر مجھے یہ سوچنے پر مجبور نہ کرو کہ میرے سائے سے موت بھی بھاگتی ہے۔" اُس طنزیہ لہجے کی شاید فون کے دوسری جانب موجود شخص کو اُمید نہیں تھی۔ قبل اِسکے کچھ اور کہتی پیچھے سے قدموں کی آہٹ پر پلٹ کر دیکھا۔ یقیناً اُس کی جانب تیز قدموں سے بڑھتے عباس نے سب سُن لیا تھا تبھی آگے بڑھ کر سیل فون اُسکے ہاتھ سے لے کر ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کے اُسے خاموش رہنے کا اِشارہ کیا۔

"موت سے پہلے سب اِیسے ہی شیر ہوتے ہیں لیکن جب وہ سامنے آتی ہے تو ساری بہادری ناک کے رستے باہر نِکل جاتی ہے۔" اُس بھاری آواز سے صاف ظاہر تھا کہ کالر وائس چینجنگ سوفٹ وئیر اِستعمال کر رہا ہے۔

"تم جتنی بھی خود مختار اور کامیاب ہو جاؤ آخر ہو تو ایک عورت نہ۔ کب تک دفاع کرتی رہو گی اپنا؟" اُس ترحم پر عباس نے مُٹھیاں بھینچ کر سنجیدگی سے میزاب کو دیکھا جِس نے نظریں چُرا کر یک دم سیل فون اُسکے ہاتھوں سے لے کر کال مُنقطع کر دی۔

"کون ہے؟" عباس کا سوال بے حد واضح اور سنجیدہ تھا۔

"مجھے کیا معلوم۔ابھی ہی کال آئی اور تم نے فون کھینچ لیا۔"اُسکے کڑے جواب پر عباس نے گہرا سانس لیں۔

"باس! میں آپکا باڈی گارڈ ہوں۔آپ ہر طرح کی تھریٹ اور مشکل مُجھ پر چھوڑنے کی پابند ہیں۔"اُسکی سنجیدگی دیکھنے لائق تھی۔میزاب نے ٹھہر کر اُسکا کرا مگر خالص انداز دیکھا۔دِل کو کہیں اِس پُروفیشنل فکر نے بھی عجیب سی تقویت سے دوچار کر دیا۔

"مجھے واقعی نہیں معلوم۔"وہ کاروباری عورت تھی۔لوگوں کو باتوں میں لگا کر اصل معاملے سے ہٹانا اُسکے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔

"یہ تم نے مجھے مِس رحمت کے بجائے باس بولنا کیوں شروع کر دیا ہے؟"دھیان مزید سنجیدہ مسئلے کی طرف دِلایا گیا۔

"کیونکہ آپ میری باس ہیں۔"شہد رنگ آنکھوں کی سنجیدگی میں ذرا تبدیلی نہیں آئی تبھی میزاب مزید کچھ نہیں کہہ سکی۔یہاں کھڑے ہونے کا مزید کوئی مقصد باقی نہیں بچا تھا۔ اُسکے پاس سے جیسے ہی گزرنے لگی سارے پچھلے دالان کی روشنیاں ایک جھماکے سے بند ہو گئیں۔عباس نے چونک کر چہرہ اُٹھایا اور پھر بغیر سوچے سمجھے بازو بڑھا کر میزاب کو شانے

سے تھام کر اپنے برابر کیا۔ یہ سب اِتنا اچانک ہوا کہ میزاب سنبھل نہیں سکی اور اُسکی پُشت اُس آہنی شانے سے جا لگی۔

"شش!" قبل اِسکے وہ مزاحمت کر کے کچھ پوچھتی، عباس نے اُسکے کان میں سرگوشی کرنے کے ساتھ دوسرا ہاتھ اُسکے ہونٹوں پر جمایا تبھی کسی بھاگتے شخص کا دھکا لگا اور بروقت میزاب کو جھٹکے سے بچا کر اُس نے قدموں کا تعین کر کے پیر آگے کرتے ہوئے بھاگتے شخص کو مُنہ کے بَل گرا دیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" آہستگی سے ہاتھ ہٹا کر پوچھتے ہوئے میزاب کا بازو بھی چھوڑ کے وہ اُس کراہتے شخص تک پہنچا اور اُسکے دونوں ہاتھ سختی سے جکڑ کر پُشت سے لگاتے ہوئے اُسکو چیخنے پر مجبور کر دیا۔ ساری بتیاں جیسے بند ہوئیں تھیں اُسی تیزی سے روشن ہوئیں۔ یہاں اِس وقت کوئی نہیں آیا کیونکہ سب اگلے دالان میں ہوتی دعوت میں مصروف تھے۔ میزاب آنکھیں پھیلائے اُس باورچی کو دیکھ کر آگے بڑھی۔

"جان نِثار، ایک سکینڈ!" جُھک کے زمین پر بیٹھتے ہوئے اُس نے عباس کا بازو تھپتھپا کر اُس آدمی کو جیسے چھوڑنے کا اِشارہ کیا۔

"شریف تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" میزاب کے سوال پر عباس نے اُس آدمی کو کندھے سے پکڑ کر سیدھا کیا اور پھر پہچان کے مشکوک نظروں سے سَر تا پا دیکھا۔

"وہ بی بی جی! پیچھے سٹور میں سامان رکھنے آیا تھا تبھی لائٹ جانے پر مجھے لگا کوئی دیوار کود کر اندر آیا ہے تبھی بھاگ کر۔۔۔" اپنے بازو سہلاتے ہوئے اُس نے شرمندگی سے بات اَدھوری چھوڑ دی۔

"آپ اُٹھیں!" کہتے ساتھ عباس کو اِشارے سے اُسے اُٹھنے میں مدد کا کہا کیونکہ ظاہر ہے اِتنے زور سے گرانے والا بھی وہی تھی۔ عباس نے نفی میں سَر ہلاتے ہوئے اُسکو بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھڑا کیا۔

"کونسا سامان رکھنے آئے تھے؟" عباس کے مشکوک سوال اور اندر تک اُترتی نظروں پر شریف نے اپنے خراش زدہ بازو تکلیف سے سہلا کر ندامت سے سَر جُھکایا۔

"کیٹرنگ کا سامان!" پیچھے سٹور کی جانب اِشارہ کر کے تصدیق دی گئی۔

"تم۔۔۔" عباس قبل اِسکے مزید کوئی کڑا سوال پوچھتا۔ میزاب تیزی سے آگے آئی۔

"آپ جائیں اور اپنے زخموں پر دوائی لگا کے آرام کریں۔ نبیل باقی کام دیکھ لے گا۔" نرمی سے کہہ کر اُس نے شریف کو ممنونیت سے سَر ہلاتے دیکھا جو یقیناً عباس کی چُبھتی نظروں پر خائف نظر آرہا تھا جبکہ عباس اُسکے لہجے کی حلاوت اور نرمی پر اُسے دیکھ کر رہ گیا۔ شریف تیز قدموں سے واپس دالان سے نکل کر کچن کے پچھلے دروازے کی جانب بھاگا۔

"کیا کر رہی ہیں آپ؟" عباس سنجیدہ اِستفسار سے خود کو روک نہیں سکا تبھی اُسکی جانب سنجیدگی سے پلٹا۔

"ہر کسی پر شک نہیں کرتے۔" اُسکا انداز بے حد بے پرواہ تھا۔

"اور ہر کسی پر بھروسہ بھی نہیں کرتے۔" عباس کا انداز بہت کچھ جتاتا ہوا تھا۔

"ہر کسی پر نہ سہی مگر زخمی اور مجبور اِنسان پر نرم ہونے میں کوئی بُرائی نہیں چاہے آپکا دُشمن ہی کیوں نہ ہو۔" آب کی سنجیدگی سے اپنا مُدعا باور کروایا گیا۔

"اِن ہی سُنہری اُصولوں پر چلتے ہوئے آپ نے کافی دُشمن بنا رکھے ہوں گے۔" اُسکی تنبیہہ پر میزاب نے چہرہ پھیر کر اُسے دیکھا۔ سُرمائی آنکھوں کی روشنیاں سارے دالان کو مزید منور کرنے کے درپے تھیں۔

"تم ہو نہ میری حفاظت کے لیئے۔" میزاب نے برجستہ کہا پھر خود ہی اُن رنگین آنکھوں کے چونکتے تاثر پہ کھنکھار کر چہرہ پھیرا۔

"لیکن ہر کسی کو شک کی نظر سے مت دیکھو۔ میرے اِتنے بھی دُشمن نہیں ہیں۔" نرمی سے اُسے ہر وقت چوکنا رہنے سے منع کر کے وہ آگے بڑھی جبکہ عباس اُس عجیب معمہ عورت کو دیکھ کر رہ گیا جسے وہ ہر بار بے مقصد، بے موقع، ہر آن، ہر کسی پر مہربان ہوتے دیکھ رہا تھا۔

✓اپنی اَنا کی آہنی زنجیر توڑ کر

دُشمن نے بھی اگر مدد کے لیئے پُکارا تو میں گیا۔۔۔

پِھر خود ہی تمام سوچیں جھٹک دی گئیں۔ عباس جان نِثار اس عورت کو سمجھنے کے لیئے یہاں نہیں آیا تھا۔ میسج کی رنگ ٹون بجی اور تبھی اُس نے چہرہ جُھکا کر چلتے ہوئے سیل فون نکال کر سامنے کیا۔

"دُشمنوں کے گھر قدم مضبوطی سے جما لیئے؟" احتساب سنجرانی کا میسج پڑھ کر وہ ٹھہرا۔

"آپ کو اِس معاملے سے دُور رہنا ہے۔" عباس جان نِثار اُنکی دُشمنی اور اِنتقام کو لے کر نفرت اور فطرت کو جانتا تھا تبھی سنجیدگی سے میسج ٹائپ کیا۔

"جلد اطلاع کرو ورنہ تم ہمیں اِس معاملے سے دُور نہیں رکھ سکو گے۔"اُنکا اگلا پیغام یہ بتانے کو تھا کہ وہ کس قدر طیش میں ہیں۔

"میں نے جب کہا ہے سب دیکھ لوں گا تو سکون سے رہیں۔"اُسکا میسج ہوا کے دوش پر لہراتا ہوا بلوچستان کے ضلع چاغی کے عالی شان گھر میں داخل ہوا۔اُسکے میسج کو پڑھتے ہی احتساب سنجرانی نے مُٹھیاں بھینچ لیں۔

"ہم تمہارے بڑے ہیں۔ تمہیں ہمارا بڑا بننے کی ضرورت نہیں۔دو دِن کے اندر کوئی پیش رفت لاؤ نہیں تو ہمیں خود کچھ کرنا پڑے گا۔"اُنکے دھمکی آمیز پیغام کو پڑھ کر عباس نے چہرہ اُٹھا کر اُوپر دیکھتے ہوئے گہرا سانس لیا کیونکہ جانتا تھا کہ اُنکی دھمکی محض دھمکی نہیں ہو سکتی۔ وہ ضرور کچھ نہ کچھ کر گزریں گے اگر عباس نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔اُسکی محنت سی بچھائی گئی بِساط کو پَل بھر میں برباد کرنے کی حیثیت رکھتے تھے احتساب سنجرانی۔

"جان نِثار!" قبل اِسکے کوئی مُناسب ساجواب لکھتا،پُکارے جانے پر چونک کر سامنے دیکھا جہاں دالان کی گیلری میں میزابِ رحمت کھڑی اُسکو ممنون نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہاشم بزنجو کی جان جِس طوطی میں قید ہے اُسکو اپنی مُٹھی میں کر چُکے ہو تو پلان پر عمل کرو۔ بُھول جاؤ کے تمہارے مُقابل عورت ہے۔" ایک اور پیغام سکرین پر لہرایا۔ شہد رنگ آنکھوں نے سکرین سے نظر اُٹھا کر اُس عورت کو دیکھا جِس میں ہاشم بزنجو کی جان قید تھی اور پھر ایک نئے عظم، کسی مُختلف سوچ کے ساتھ دُشمنوں کی ریاست کی ملکہ کی جانب تیز دھار تلوار ہاتھ میں لیئے قدم بڑھا دیئے۔

شہرِ دِل، شہرِ وفا، شہرِ تمنا بھی نہیں

محو ہو کر دیکھتا، اِیسا تماشا بھی نہیں

وہ وفاؤں کا سمندر، میں جفاؤں کا فلک

اور فلک کی ہے خصوصیت، جُھکتا بھی نہیں

دردِ غم بھی، ضبطِ غم بھی ہائے کیسی کشمکش

بھر چُکا ساغر کا اور چھلکتا بھی نہیں

تشنگی میں دوستو! آتا ہے اِک اِیسا مقام

خواہشِ دریا ہے لیکن دِل پیاسا بھی نہیں

جاری ہے!

'پابندِ سَلاسل'اَز قلم: مرِجان قُطب

پانچویں قِسط:

"سب خیریت ہے؟"خود پر جمی عباس کی نظروں پر اُس نے ریلنگ سے ہاتھ ہٹا کر اُسکو دیکھا جو ٹیرس تک اُسکے پیچھے آیا تھا۔ کھانا لگنے میں بہت دیر تھی اور اِس دیر تک میزابِ رحمت کُھلی فضا میں سانس لینا چاہتی تھی۔

"آپ کو جو لوگ کالز آ رہی تھیں، میں نے اُنکو ٹریس کروایا ہے۔" نظریں پھیر کر اُس نے آہستگی سے کہا۔ یہاں اُونچائی سے وہ برج زیادہ بہتر نظر آ رہا تھا جس پر اُس نے پرسوں ساکن و

جامد خود کو بے بس کھڑے پایا تھا۔اُس منظر کی تابناکی شہد رنگ آنکھوں میں اَب تک سما کر اُسے اُلجھائے ہوئے تھیں مگر زیرِ توجہ اور بہت سے معملات تھے۔

"تو پِھر کون تھا؟" وہ چونکی نہیں۔

"کال کرنے والی کی آپ سے کوئی دُشمنی نہیں نہیں ہاں !کال، کروانے والے کی ضرور ہے۔" اُسکی مُبہم بات پر میزاب نے چہرہ پھیرا۔

"کیا مطلب ؟"

"مطلب منظور کرامت ہے اُن کالز کے پیچھے۔" اُسکی اطلاع پر میزاب نے گہرا سانس لیا۔ جانتی جو تھی۔

"ہاتھ سے جانے والی زمین اُسے چین سے بیٹھنے نہیں دے رہی ہو گی۔" میزاب کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"آپ کو وہ زمین آگے کسی اور کو بیچ دینی چاہیئے۔" عباس نے متوقع حالات کے سبب پُر خلوص مشورہ دیا۔

"نہیں! داداجان اُس زمین کو جانے نہیں دے سکتے۔" اُس عجیب بات پر عباس نے چونک کر اُسکے نیم رُخ کو دیکھا۔

"تو گھر کے کسی مرد کے نام کر دیں۔" اُسکا مشورہ سیدھا سا تھا۔ میزاب دھیرے سے مُسکرا دی اور وہ مُسکراہٹ اِتنی مُضمحل تھی کہ عباس جان نِثار نگاہ نہیں ہٹا سکا۔

"اَصفہان بزنجو کے بعد اِس خاندان میں کوئی مرد نہیں بچا، جان نِثار۔ داداجان بوڑھے ہو چُکے ہیں۔ دُشمنوں کے حملے وہ اپنے وجود پر نہیں سہہ سکتے۔" اُس بہت کچھ سمجھتے، سمجھاتے انداز پر عباس جان نِثار نے چہرہ پھیر لیا۔ تاثرات مُضطرب ہونے لگے۔

"ہر وہ زمین اور معاملہ جو داداجان کے لیئے اعزاز کی طرح اہم ہے اُسکے میڈل اور تمغے میرے نام ہی کیئے جا سکتے ہیں۔" وہ جیسے اپنے اِرد گرد بڑھتے دُشمنوں کی موجودگی سے بخوبی واقف تھی۔

"مُدثر بھی تو ہے!" عباس کے اگلے اِصرار پر میزاب نے بے اِختیار اُسکو دیکھا۔

"وہ دادا جان کی بیٹی کا بیٹا ہے، جان نِثار۔ صرف حضور پاک (ص) کی نسل اُنکی بیٹی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے چلی ہے۔ باقی مردِ اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتے۔" اُسکے انداز میں کچھ تھا، کچھ چونکا دینے والا۔

"بہت کم ظرف مردِ ہیں پھر تو۔" عباس کے ناگوار لہجے پر میزاب ٹھٹکی۔ تیسری بار اُسے عباس کے لہجے میں ناپسندیدگی اور ناگواری محسوس ہوئی تھی۔ دو بار تب ہوئی تھی جب وہ میزاب کا باڈی گارڈ نہیں بنا تھا۔

"یہاں سب کے پاس جو کچھ ہے اُسی میں مَست ہیں۔" اُسکے کمزور دفاع پر عباس نے نفی میں سَر ہلایا۔

"آئندہ کوئی بھی انجان نمبر سے کال آئے، آپ ریسیو نہیں کریں گی۔" موضوع بدل کر اُس نے وہی بات کہی جو کہنا لازم تھی۔

"اور اگر ضروری کال ہوئی؟" وہ واقعی عباس کے پروفیشنل اِزم سے متاثر ہو رہی تھی۔

"تو میں موجود ہوں گا۔ آپ مجھے دیں گی۔" اُس باور کرواتی بات پڑ میزاب نے چہرہ جُھکا کر اُبھرتی مُسکراہٹ روک لی جو عباس سے چُھپی نہیں رہ سکی۔

"اور میرے وکیل دوست نے اُس آدمی کو رہا کروا دیا ہے۔" اُس اگلی اطلاع پر میزاب تیزی سے اُسکی جانب گھومی۔ سُرمائی آنکھیں جِس طرح جُوش سے چمک کر پھیلیں، عباس کو آہستگی سے پیچھے ہونا پڑا۔

"واقعی میں؟ یاربِ کعبہ!" بے اِختیار گہرا سانس لیتے ہوئے اُس نے آنکھیں موند کر سُکھ کا سانس لیا۔

"پولیس اُس آدمی کا سُراغ لگا رہی ہے جِس نے پیسے دیئے تھے توڑ پھوڑ کے۔ ظاہر ہے بہت رازداری سے کام کروایا گیا ہے۔" اُس شاداب ہوتے چہرے سے نگاہ ہٹا کر جُھکاتے ہوئے اُسی بے تاثر لہجے میں بات مکمل کی گئی۔

"اِتنا آسان نہیں ہوگا۔" ساری خوشی کافور ہوگئی۔ عباس نے چہرہ اُٹھا کر اُن سُرمائی آنکھوں کی بُجھتی جوت کو بے حد توجہ سے دیکھا۔

"آپ مہرے چلانے والی کو جانتی ہیں نہ؟" ریلنگ پر آگے کو جُھک کر دیکھتی عورت کی ایک ایک جُنبش پر نگاہ رکھے اُس نے ایک قدم آگے آ کر کہا۔

"ہمم! جانتی ہوں۔" نیچے جاری دعوت میں موجود لوگوں پر نگاہ جمائے اُس نے مدھم سا کہا۔

عباس نے بھی چہرہ جُھکا کر اُن نگاہوں کے تعاقب میں روشنیوں میں نہائے دالان کو دیکھا تبھی دوستوں سے باتوں میں محو مُدثر کی نگاہ اُوپر ٹیرس پہ قدرے نیم اندھیرے میں کھڑی میزاب سے ٹکرائی۔ اپنے دوستوں سے معذرت کر کے وہ تیز قدموں سے اندر کی جانب بڑھا اور پھر سیڑھیاں طے کرتے ہوئے اُوپر پہنچا۔

"زیب!" پیچھے سے آتی پُکار پر میزاب سے بھی پہلے عباس نے پلٹ کر مُدثر کو دیکھا۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" مُدثر کہہ کر تیز قدموں سے اُس تک آیا۔

"ہاں، کہیں! سب ٹھیک ہے؟" اُسکے چہرے کی بے چینی پر میزاب نے نرمی سے کہا۔

"ہاں! سب ٹھیک ہے۔ بس اکیلے میں تم سے بات کرنی ہے۔" ایک نظر ساتھ سنجیدہ کھڑے عباس پر ڈال کر اُس نے جِس انداز سے کہا میزاب چونک گئی۔

"جان نِثار کے سامنے بات کر سکتے ہو۔" پلٹتا عباس اُس آواز پر ٹھہر کر پلٹا۔ میزاب نے اثبات میں سَر ہلا کر اُسے جیسے یہیں کھڑے رہنے کا خاموش اِشارہ کیا اور وہ اپنی جگہ سے ایک قدم نہیں ہل سکا۔

"کہو مُدثر!" مُدثر کے چہرے کی ناپسندیدگی نظرانداز کرکے اُسی نرمی سے کہا۔

"تم جانتی ہو زوبی گھر میں کیا چل رہا ہے؟" مُدثر کے قدرے مُختلف سوال پر میزاب اور عباس ایک ساتھ ٹھٹکے۔

"تمہارے چہرے کی بے خبری بتا رہی ہے کہ تمہیں کچھ نہیں معلوم۔" مُدثر کے تقین پر عباس نے ناگواری سے نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

"اہم بات ہے کوئی؟" اُسکو سوال کرنا پڑا۔

"ہمم! ناناجان تمہارے لیئے باسم ربانی کو کنسیڈر کررہے ہیں۔" اُسکے کچھ آشکار کرتے لہجے پر عباس کی بھنویں سُکڑیں۔

"ایز آ بزنس پارٹنر؟" میزاب کے تو اُوپر سے اُسکی بات گزر گئی تھی۔

"نہیں! ایز آ لائف پارٹنر۔" اُسکی اگلی اطلاع، دھماکہ تھی۔ میزاب نے پھیلتی آنکھوں سے بے یقینی کے ساتھ پلٹ کر نیچے دیکھا جہاں ہاشم بزنجو باسم ربانی کے کندھے پر ہاتھ رکھے بے فکری سے کوئی بات کر ہلکے ہنس رہے تھے۔ اُس نے آج ہی اُنکو اچھی طرح باور کروایا بھی تھا۔

Clubb of Quality Content

"تو تم نہیں جانتی؟" اُسکی خاموشی پر مُدثر نے گہرا سانس لیا جبکہ عباس نے بغور اُسکو دیکھا جِسکا انداز لگائی بُجھائی کرنے والوں جیسا تھا۔

"بتانے کے لیئے جذاک اللہ۔ میں دادا جان سے پوچھ لوں گی۔" چہرہ پھیرا اپنے تاثرات بحال کر کے اُس نے اِیسے لہجے میں کہا جیسے اُسے کوئی فرق نہ پڑا ہو۔

"لیکن تمہیں چاہیئے کہ تم اِنکار کر دو۔" مُدثر کے اضطراب سے کہنے پر عباس نے پلکیں سُکیڑ کر اُسکی بے چینی کا جائزہ لیا۔

"میں اِس بات کو دیکھ لوں گی، مُدثر۔" نرمی سے کہہ کر اُس نے بات ختم کرنے کا اِشارہ کیا۔ اُسکے سنجیدہ ہوتے تاثرات اور سائیڈ پر کھڑے شخص کی اندر تک اُترتی، جُھلساتی نظروں پر وہ جو کچھ اور بھی کہنے لگا تھا۔ اِرادہ ترک کر کے سَر اثبات میں ہلا کر پلٹا اور واپس اندر چلا گیا۔

"اِس کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے؟" چند لمحے کی خاموشی کے بعد عباس کے سَرد سوال پر میزاب نے تحیر سے پلٹ کر اُسکو دیکھا جو ریلنگ پر دونوں ہاتھ رکھے، نیچے ہاشم بزنجو کے ساتھ مُسکراتے باسم ربانی کو دیکھ رہا تھا۔

"ہاں!" اُس بے یقین اِستفسار پر عباس نے چہرہ پھیر کر مُتعجب پھلی سُرمائی آنکھوں کو دیکھا۔

"زرق کمال سے بہتر رضا ربانی لگ رہا ہے۔" اندر تک خود کو جھٹک کر اُس نے سرسری سا کہا۔ میزاب نے ناسمجھی سے اُسکو دیکھا اور پھر اُس موازنے نے اُن سُرمائی آنکھوں کو بُجھا دیا، نہ جانے کیوں؟

"کہہ تو تم سہی رہے ہو۔" مغلوب کرتی کیفیت سے خود کو نکال کر اُس نے آہستگی سے کہتے ہوئے اپنے عین برابر کھڑے عباس کو چونکا دیا مگر جان نہیں سکی۔

"کھانا لگ گیا ہے، میزاب بی بی۔" اُنکی خاموشی طویل ہونے کو مُلازمہ کی آواز نے توڑا۔ میزاب نے چہرہ پھیر کر اُنکو دیکھا۔

"ہم آتے ہیں، نائمہ بوا۔" اُس نے یہ نہیں کہا 'میں' وہ جب بھی عباس کے ساتھ ہوتی تھی 'ہم' کا صیغہ اِستعمال کر کے اُس بے نیاز رہتے باڈی گارڈ کو ٹھٹکا دیتی تھی۔ ابھی بھی سب ترک کر کے عباس جان نِثار نے اُسکے پیچھے قدم بڑھا دیئے۔ وہ اُسکی باس تھی اور عباس جان نِثار اُسکا باڈی گارڈ اور اِس بات کا اِدراک اُسکو بہت اچھے سے تھا۔ بہت اچھے سے ہونے لگا تھا۔

✓ بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا

جہاں دریا سمندر سے مِلا، دریا نہیں رہتا۔۔۔

"کچھ پیش رفت ہوئی؟" احتساب سنجرانی کو کسی گہری سوچ میں غرق دیکھ کر کریم بخش سنجرانی اُنکے برابر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بول کر اُنکو چونکا گئے۔

"بس دو دِن کا اِنتظار اور پِھر مجھے خود ہی کرنا پڑے گا کچھ۔" داڑھی کُھجاتے ہوئے اُنکا لہجہ سخت تھا۔

"دَاجی کو معلوم ہو گیا تو بہت ناراض ہوں گے۔" وہ جانتے تھے کہ احتساب سنجرانی کو جلد بازی ہر معاملے میں رہتی تھی۔

"میں دیکھ لوں گا دَاجی کو۔" وہ جیسے پوری طرح سوچ چُکے تھے۔

"تم تھوڑا مزید صبر کر لو۔ مت بُھولو کہ وہ عباس ہے۔ جِس کام کا اِرادہ باندھ لے اُسے کیئے بغیر پیچھے نہیں ہٹتا۔" اُنکو دوسرے رُخ سے یاد کروانا چاہتے تھے مگر احتساب سنجرانی نے سَر جھٹکا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ عورتوں پر جتنا مہربان ہے، یہ پورا قبیلہ جانتا ہے اور ہمارا مقابلہ ہاشم بزنجو اور اُسکے کل کی وارث عورت سے ہے۔" اُنکے خدشات جائز تھے۔ کریم بخش نے سمجھ کر سَر ہلایا۔

"وہ کچھ ایسا کرے گا کہ بزنجو خاندان کی بُنیادیں بھی ہل جائیں اور کسی عورت کے کندھے پر بندوق بھی نہ رکھنی پڑے۔" تبھی کلیم بخش سنجرانی نے بیٹھک میں داخل ہوتے ہوئے کہہ کر اُن دونوں کو چونکا دیا۔

"تم بے صبری کر کے اُسکی بچھائی بِساط کو اُلٹنے کی غلطی مت کرنا۔ دو مہینے لگا کر اُس نے اعتبار جیتا ہے بزنجو خاندان کا، اپنی بے صبری سے خاک مت کرو۔" وہ اُن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے تبھی سنجیدگی سے کہا جبکہ احتساب سنجرانی نے جبڑے سختی سے بھینچ لیئے۔ بڑے بھائی کے سامنے اُنکی کچھ کہنے کی ہمت نہیں تھی خصوصاً تب جب وہ غلط ہوں۔

"عباس سے تمہاری بات ہوئی تو کیا کہہ رہا تھا؟" احتساب کو خاموش ہوتا دیکھ کے اُنکے دائیں جانب بیٹھ کر پشت ٹھکتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ کا تو چہیتا ہے تو آپ کی زُبان ہی بولے گا۔" اُنکے خفا انداز پر دونوں بھائیوں کے ہونٹوں کو مُسکراہٹ چھُو گئی۔

"پھر بھی کچھ بتاؤ تو سہی۔" کریم سنجرانی نے مُسکراہٹ دبا کر کہا۔

"شکار کو ٹھنڈا کر کے کھاتے ہیں، چچا۔ گرم شکار مُنہ جلا دیتا ہے۔" نخوت سے اُسکی نقل کرتے ہوئے اُنہوں نے کلیم بخش سنجرانی کو قہقہ لگانے پر مجبور کر دیا۔ اُنہیں بے ساختہ اپنے چہیتے کی ذہانت، اُسکی حاضر دماغی پر فخر محسوس ہوا۔ عباس جان نِثار کی وجہ سے اُنکا سَر ہمیشہ قبائل میں اُونچا رہا تھا۔ اُسکی بہادری، غیرت، اخلاق اور عزت نے سنجرانی خاندان کو ایک الگ وقار اور مان عطا کر رکھا تھا۔

"ٹھیک تو کہہ رہا ہے۔" کریم بخش سنجرانی نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے احتساب سنجرانی کو تَپا کر رکھ دیا۔

"ہنس لیں آپ دونوں پہلے اچھی طرح۔" اُنکے یوں تَپنے پر اُن دونوں بھائیوں سے ہنسی روکنا محال ہو گئی۔

"ابھی تو ہمارے ہنسنے کے دِن آئے ہیں، احتساب۔ دُشمنوں کا بُرا وقت آنے والا ہے تو تم ٹھنڈے رہو اور عباس کا اِنتقام دیکھو۔ اُس سے زیادہ اِس اِنتقام کے لیئے کوئی حریص نہیں ہو سکتا۔" اُنکی اگلی سنجیدہ بات بہت کچھ باور کرواتی ہوئی تھی۔

"اِس دُشمنی نے اُس سے اُسکے ماں، باپ چھینے ہیں۔ بدلے کا سب سے زیادہ حقدار وہی ہے۔" کریم سنجرانی نے بھی احتساب کو سمجھا کر ہلکا کرنا چاہا۔ وہ بات سے مان جانے والے اِنسان تھے۔

"آپ لوگ سہی کہہ رہے ہیں۔ میں کچھ زیادہ ہی اُتاؤلا ہوا جا رہا ہوں۔ مجھے عباس کا سوچنا چاہیے کہ کیسے دُشمنوں کے ساتھ اپنے شب و روز گزار رہا ہو گا۔" احتساب سنجرانی کا چہرہ مُضمحل ہونے لگا۔ عباس سے اُنکو بھی سب کی طرح بے حد محبت تھی مگر وہ اُسکی بے حد نرم اور مہربان طبیعت سے بہت خائف رہتے تھے۔ وہ پہاڑوں کا بیٹا تھا، اُسے یہاں کا سردار بننا تھا۔ اِنتقام لے کر اُنکے کلیجے ٹھنڈے کرنے تھے مگر سب کی طرح وہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ عباس کسی مشکل میں گرفتار ہو۔

"سہی کہہ رہے ہو۔ بس دُعا کرو کے اُسے کوئی مشکل نہ گھیرے اِس اِنتقام کے سفر میں۔" کلیم سنجرانی نے گہرا اتھکتا سانس لیا۔ جب سے عباس گیا تھا حویلی میں عجیب سی خاموشی طاری رہنے لگی تھی حالانکہ سب لڑکے اور لڑکیاں شور شرابہ مچا کر اپنی مسلم موجودگی سے گھر کی

رونق بڑھائے رکھتے تھے مگر سب کو ہی بہت خدشات اور تحفظات لاحق تھے۔اپنے ولی عہد کو دُشمنوں کے نرغے میں بھیج کر سنجرانی خاندان چین لے بھی کیسے سکتا تھا۔

"مجھے اِطلاع ملی ہے کہ سارا مال ناقص ہے۔" جواد کی کال پر دی گئی اطلاع پر اُس نے پیشانی سہلا کر چہرہ اُٹھا کر سامنے دیکھا جہاں کام میں مُنہمک میزاب رحمت نظر آ رہی تھی اور پھِر چہرہ جُھکا کر ٹیب میں نظر آتی معلومات کو۔

"اگر اُس مَال سے فلائی اُوور بَن گیا تو بہت جانی نقصان ہو گا، جواد۔" اُسکی سنجیدگی پر جواد نے سَر اثبات میں ہلایا۔

"کیا کرنا ہے آگے؟" اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ عباس اِس معاملے سے حاصل کیا کرنا چاہ رہا ہے۔

"مجھے آج رات کا وقت دوپہر میں تمہیں بتاؤں گا کہ میرا کیا اِرادہ ہے۔" کچھ سوچ کر کہتے ہوئے اُس نے کال مُنقطع کر کے کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔آج میزابِ رحمت کی باہر کوئی میٹنگ نہیں تھی اور رات کو ہی اُس نے آفس کے لیئے نکلنا تھا۔ذہن میں اگلا لائحہ

عمل ترتیب دیتے ہوئے وہ اپنے آفس سے نکل کر دروازہ کھٹکھٹا کر میزاب کے آفس میں داخل ہوا۔

"وکیل صادق خان سے ملنا چاہتا ہے۔" عباس کی اطلاع پر میزاب نے چہرہ اُٹھا کر نا سمجھی سے اُسکو دیکھا۔

"صادق خان کون؟" اُسکی لاعلمی پر عباس اُسے دیکھ کر رہ گیا۔

"وہی بندہ جس نے زرق کمال کے ریسٹورنٹ میں توڑ پھوڑ کی تھی۔" اُسکی یاددہانی پر میزاب کے ہاتھ سے آہستگی سے پین پھسل کر فائل پر گرا۔

"مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے تو میں وکیل کو صادق خان کے پاس لے کر جانا چاہتا ہوں۔" اُسکی تفصیل پر میزاب نے چند لمحے کو کچھ سوچا اور پھر سائیڈ پر رکھے کلچ سے اے-ٹی-ایم کارڈ نکال کر اُسکی جانب بڑھایا۔

"وکیل کا کام بس ضمانت کروانا تھا۔ میں مزید اِس معاملے کو بڑھنے نہیں دینا چاہتی۔" عباس کی سیاہ بھنویں تعجب سے اکھٹی ہوئیں۔

"میری زرق کمال سے بات ہوئی ہے۔ اُس نے کیس واپس لے لیا ہے۔" یونہی کارڈ بڑھائے اُس نے مزید وضاحت کی۔

"ٹھیک ہے!" سمجھ کر عباس نے آہستگی سے سَر ہلایا۔

"صادق خان کے کسی باہر ملکِ سیٹل کرنے میں تم میری مدد کر سکتے ہو؟" اُس اگلے سوال پر عباس نے بغور اُن مُضطرب تاثرات کو دیکھا۔ وہ ایک انجان، غیر ضروری شخص کے لیئے کیوں آؤٹ آف داوے جا کر تحفظ کا اہتمام کر رہی تھی۔

"جو بھی خرچہ آئے گا، میں اُٹھاؤں گی مگر صادق خان کے یہاں سے باہر جانے کی کسی کو خبر نہیں ہونی چاہیئے۔" میزاب کی اگلی بات پر عباس نے کچھ بھی پوچھنے کا اِرادہ ترک کر کے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اُسکا کارڈ لے لیا۔

"جیسا آپ کہیں۔" نرمی سے کہتے ساتھ وہ واپس پلٹ کر آفس کا دروازہ پار کر گیا۔ میزاب چند لمحے یونہی بند دروازے کو دیکھتی رہی۔ اُس نے عباس کے چہرے پر نا سمجھی بھرے سوال پڑھ لیئے تھے اور وہ اُنکے جواب کے لیئے بھی تیار تھی تو پھر اُس نے اُن سوالوں کو زُبان کیوں نہیں دی؟

خیر! کچھ کچھ عباس کی فطرت کو اَب میزابِ رحمت سمجھنے لگی تھی۔ جِس معاملے سے اُسکا اور اُسکے پروفیشن کا کوئی لینا دینا نہیں ہوتا تھا، اُس بارے میں یقیناً سوال کرنا اُسے مُناسب نہیں لگتا ہوگا۔ گہرا سانس لے کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہوئے وہ قد آدم کُھلی کھڑکی تک آئی اور بے اِرادہ نیچے جھانکا۔ عقبی ویران پارکنگ میں سیاہ ہیوی بائیک پر بیٹھتے عباس کو دیکھ کر چونکتے ہوئے اُس نے چہرہ جُھکا کر جیسے تصدیق چاہی۔ میزاب کے دیکھتے ہی وہ سیاہ ہیلمٹ پہن کر ہیوی بائیک گولی کی سپیڈ سے سُنسان پڑی پارکنگ لاٹ سے باہر نِکال لے گیا۔ یہ پارکنگ کوئی اِستعمال نہیں کرتا تھا۔ تمام سٹاف اور کسٹمرز مال کے سامنے والی اور بیسمنٹ والی طویل پارکنگ اِستعمال کرتے تھے اور بہت سے سٹاف کے لوگوں کو تو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ پیچھے کوئی الگ تھلگ پارکنگ بھی ہے۔

"مجھے غلط لگا ہوگا۔" سَر جھٹک کر واپس وہ ورکنگ ڈیسک تک گئی۔ بہت سا کام اُسکی توجہ مانگ رہا تھا۔

اگر ہم اُس آفس سے نکل کر بہت ساری منزلیں طے کر کے نیچے آکر اُس سنسان پارکنگ لاٹ سے نکلے بائیک کا پیچھا کریں تو ہمیں بائیک گولی کی رفتار سے آبادی سے ہٹ کر

اِنڈسٹریئل ایئریا میں جاتا نظر آئے گا۔ ہیلمٹ اُتار کر رائیڈر نے بائیک کے سینے پر رکھا اور ایک جُست میں اُتار آیا۔ وہ ابھی بھی فارمل ڈریس پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا جو کہ اکثر ممالک میں باڈی گارڈز پہنتے ہیں۔ ایک پَل کو کچھ سوچتے ہوئے اُس نے ہیلمٹ دوبارہ سے اچھی طرح پہن کر اُسکا سیاہ شیڈ نیچے گرایا اور پِھر تیز قدموں سے سائیڈ پر کھڑی، کئی ایکڑ پر پھیلی فیکٹری کی جانب بڑھا جہاں لوگوں کا جم غفیر کام کر رہا تھا۔ یہ فیکٹری ملک کے جانے مانے اِنڈسٹرلسٹ گھرانے کی تھی اور کس کی تھی، یہ آپ سمجھ چُکے ہوں گے۔ آگے کے رش اور جاں فشانی سے ہوتے ورکرز کو نظر انداز کر کے وہ تیز قدموں سے فیکٹری کی بیک سائیڈ پر گیا جہاں اُسے آدھ کھلا دروازہ نظر آیا۔ ایک پَل کو سوچ کر اُس نے اِرد گرد نگاہ دوڑائی تبھی اُسکو ایک فوڈ ڈیلوری والا آتا نظر آیا۔ اُسکو روک کر والٹ سے اچھی خاصی رقم تھما کر آڈر لیتے ہوئے اُسکو جانے کا اِشارہ کیا اور لڑکا تو اِس مہربان افتاد پر حیرت اور خُوشی سے واپس بائیک بھگا لے گیا۔ کوٹ اور سیاہ ٹائی اُتار کر سائیڈ ڈرم میں ڈال کے اُس نے گریبان کے بٹن کھول کر رَف سے تاثر دیا۔ اَب وہ سیاہ شرٹ اور سیاہ ڈریس پینٹ میں ملبوس تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر تھوڑی سی مٹی ہاتھوں پر لگا کر سیاہ پینٹ پر لگاتے ہوئے اُس نے سُرخ دروازہ مکمل کھولا اور اندر قدم رکھا۔ اندر طویل راہداری میں نیم اندھیرا تھا مگر آخر میں نظر آتی روشنی پر تیز

قدموں سے آگے بڑھ کر جیسے ہی سامنے سے آتے ورکرز کو دیکھ کر سائیڈ پر ہونے لگا پیچھے کمرے سے نکلتا آدمی اُسکو دیکھ کر چونکا۔

"اُوئے! کون ہو تم؟" اُس اُونچی آواز پر دو آدمی اور وہاں ناسمجھی سے آئے۔

"آپ کا آڈر سر۔ باہر کوئی آڈر لینے کال کے باوجود نہیں آیا۔" ہاتھ میں تھام رکھا بیگ سامنے کر کے اُس نے اُن بندوں کو پُر سکون کر دیا۔

"احمر سر کو کہو کہ کھانا آگیا ہے۔" جِس نے اُسے روک کر سوال کیا تھا اُس نے عقب میں کھڑے بندے کو اِشارے سے جانے کو کہا۔

"یہ یہاں ترتیب سے رکھ دو۔" سائیڈ کمرے کا دروازہ کھول کر اُسکو اندر طویل میز پر کھانے سَرو کرنے کو کہتے ہوئے اُس نے والٹ سے پیسے نکال کر اُسکی جانب بڑھائے جسے تیزی سے تھام لیا گیا۔

"اُوکے سَر!" جلدی سے کہہ کر اُس آرڈر کو کھول کر وہ سب کچھ بڑی ترتیب سے ہر کرسی کے سامنے ٹیبل پر رکھنے لگا۔ ایک محتاط نظر دروازے پر کھڑے بندے پر ڈال کر اُس نے

پتلا، بے حد باریک سیاہ رنگ کا بگ نکال کر سیاہ ڈسپوزیبل باول کے ہینڈل کے اندرونی حصّے میں لگا دیا۔

"ہو گیا!" آہستگی سے کہہ کر پلٹتے ہوئے وہ جن قدموں سے گیا تھا اُنہی قدموں سے واپس آ گیا۔ کوٹ کو یونہی جھاڑ کر پہنتے ہوئے اُس نے ٹائی کوٹ کی جیب میں ڈالی اور پھر تیز قدموں سے بائیک کی جانب آیا۔ فیکٹری کے عقب میں جنگل تھا۔ اُسے اُس فیکٹری کے مدار میں ہی رہ کر وہاں کی گفتگو سُننی تھی تبھی بائیک بھگا کر جنگل میں کھڑا کر کے ایئرپوڈز لگا کے سیل فون آنکھوں کے سامنے کیا جہاں ریکارڈنگ چل رہی تھی۔

"آج یہ دعوت کس خوشی میں ہے؟" اندر بہت سے مردوں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں تبھی کسی ایک نے قدرے اُونچی آواز میں پوچھا۔

"یہ تو احمر سَر ہی بتا سکتے ہیں۔" مُسکراتی آواز اُسی شخص کی تھی جس نے اُسکو آرڈر کے پیسے دیئے تھے۔

Clubb of Quality Content

"نیا پروجیکٹ جو شروع ہو گا اُس پر ہمیں ڈبل پیمنٹ ملنے والی ہے تو جب تک یہ مکمل نہیں ہو جاتا کسی نے بھاپ بھی نہیں نکالنی مُنہ سے۔" وہ شخص یقیناً احمر تھا۔اُس مُسکراتے لہجے پر ہیلمٹ پہنے شخص نے شیڈ اُوپر کیا۔اَب کے سنجیدہ، شہد رنگ آنکھیں بہت نمایاں تھیں۔

"سَر! یہ سب اِتنی رازداری سے کیوں ہو رہا ہے؟ میڈیا تک اِس بار نہیں جانتا اِس پروجیکٹ کے بارے میں؟" کھانا کھاتے ہوئے ایک شخص نے سرسری سا سوال اُٹھایا۔

"مُدثر صاحب نہیں چاہتے کہ میڈیا انولو ہو کیونکہ یہ پروجیکٹ وہ خاص لوگوں کے لیئے بنا رہے ہیں تو نہیں چاہتے کہ اُنکی نیکی منظر پر آئے۔" اُس احمر نامی شخص کی بات پر اُن سنجیدہ آنکھوں میں تمسخرانہ لہر دوڑی۔

"مال اِس بار مین فیکٹری سے بھی نہیں جا رہا تو کہاں سے جا رہا ہے؟" وہ سوال کیا گیا جِس کے لیئے وہ شخص یہاں آیا تھا اور پِھر اُس احمر نامی بندے نے جو کچھ مُسکراتی آواز میں کہا اُس پر ہیلمٹ میں سے جھانکتی گہری دلکش آنکھوں میں طیش اُٹھنے لگا۔ایئر پوڈز کان سے نکال کر اُس نے بائیک کو کِک ماری اور ایک بار پِھر اُسکا بائیک ہواؤں سے باتیں کرتا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔راستے میں فوڈ ڈلیوری کے پیسے اُس نے کسی بزرگ کو دے دیئے اور کچھ دیر بعد ہی وہ

دوبارہ سے 'الرحمت مال' کی پچھلی پارکنگ میں اپنا بائیک کھڑا کر کے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اُوپر جارہا تھا۔ ہر سوچتا قدم کسی گہری سوچ کی عکاسی کر رہا تھا۔ کوئی لائحہ عمل ترتیب دیتے ہوئے اُس کے قدم جیسے ہی آخری سیڑھی کے پاس بنے ریسٹ روم تک پہنچے، اُسکی گہری سوچ میں دراڑ آئی۔ چہرہ پھیر کر آواز کی سمت وہاں دیکھا جہاں میزابِ رحمت کھڑی سیل فون پر کوئی ضروری بات کر رہی تھی۔

اِس سے پہلے کہ وہ بغیر چاپ کے آگے بڑھتا، اُس پُکار پر چہرہ پھیر کے دوبارہ اُسکو دیکھا جو اُسکو نہ جانے کیوں تعجب اور تفکر سے دیکھتے ہوئے قریب آرہی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟" اُس سوال پر سیاہ بھنویں نا سمجھی سے اُٹھیں۔

"تم۔۔ تمہیں کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔" مزید فاصلہ طے کر کے قبل اِسکے وہ پریشانی سے اُسکا بازو تھمتی، عباس دو قدم تیزی سے پیچھے ہوا۔

"جی! میں ٹھیک ہوں۔" اُسکا ذہن کچھ اور سوچ نہ رہا ہوتا تو ضرور اُس پریشانی کی وجہ بھانپ لیتا۔

"تو پھر یہ کیا حال کیا ہوا ہے؟" تحیر سے کہتے ہوئے اُس نے عباس کو چونکا دیا۔ چہرہ جُھکا کر اُس نے اپنے کپڑے دیکھ کر بے اِختیار آنکھیں بند کیں۔

"کچھ نہیں! بس اِیسے ہی۔" کوئی بروقت جملہ وہ گھڑ نہیں سکا تبھی چہرہ اُٹھائے بغیر ہاتھ سے کپڑے جھاڑ کر سیدھا ہوا۔ چہرہ جیسے ہی اُٹھا اپنی جانب متوجہ اُن سُرمائی آنکھوں پر ٹھہرا۔ وہ آنکھیں اندر گہرائی میں اُتر کے جان لینے کے درپے تھیں۔

"سچ سچ بتاؤ! کوئی پریشانی تو نہیں ہے۔ تم۔۔۔ مجھے بتا سکتے ہو۔" آخر میں وہ لہجہ جِس طرح مدہم ہوا، عباس اُسے دیکھ کر رہ گیا۔

"اگر کسی مشکل میں ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری مدد کروں گی۔" اُس مہربان آفر پر عباس کی اُٹھی نگاہ بے اِختیار جُھکی۔ اُن سُرمائی آنکھوں کی شفافیت کا مُقابلہ کرنا آسان نہیں تھا۔

"دیکھو! میرے باڈی گارڈ کی حیثیت سے کوئی بھی پریشر ہو تم پر تو تم پہلے اپنا سوچنا۔ میں پھر سے دُہرا رہی ہوں۔" دوبارہ سے وہی بات بتائی گئی جو نہ جانے کتنی بار اُسکو سُنائی جا چکی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اِیسا کچھ بھی نہیں ہے جیسا آپ سوچ رہی ہیں۔" وہ سمجھ گیا کہ میزاب کو کیا لگ رہا ہے۔ کچھ کہے بغیر عباس نے پینٹ کی جیب سے والٹ نکال کر اُسکا اے-ٹی-ایم واپس اُسکی طرف بڑھایا۔

"اِسکی ضرورت نہیں پڑی اور کام ہو گیا۔" اُن سوال مانگتے تاثرات پر اُس نے اپنے سے دھیان ہٹانے کو مطلع کیا۔

"کیسے ہوا؟" اُسکی نا سمجھی جائز تھی۔

"جواد نے اُسکی ہیلپ کی ہے۔ اُسکے کوئی رشتے دار باہر رہتے ہیں تو وہیں اِنتظام کیا ہے۔" اُس وضاحت پر میزاب نے بےاِختیار سُکھ کا سانس لیا۔

"ویسے اُس شخص کو ملک سے بھیجنا اِتنا ضروری نہیں تھا۔" وہ وجہ جانتا تھا مگر جاننا چاہتا تھا کہ سامنے کھڑی عورت اُس پر اَب کتنا بھروسہ کرتی ہے۔

"ضروری تھا، جان نِثار۔ اقتدار کی جنگ میں ہمیشہ کمزور ہی ظُلم کا شکار ہوتا ہے۔ صادق خان کو اِستعمال کرنے والا شخص اپنی روش سے پیچھے نہیں ہٹے گا تو کیوں ایک مجبور آدمی کو پسنے دیا جائے اِس سب میں۔" اُس تفصیلی جواب پر عباس نے بغور اُن تھکتے تاثرات کو دیکھا۔

"آپ جانتی ہیں کہ صادق خان کو کس نے اِستعمال کیا؟" اگلے مدہم سوال پر میزاب اپنے کسی خیال سے چونکی۔

"نہیں اور تمہیں بھی اِس معاملے میں کودنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ اُسکی تجسس والی فطرت کو سمجھنے لگی تھی تبھی ڈپٹ کر سیڑھیوں کے پاس موجود دروازے کی جانب بڑھ کر دروازہ کھولا۔

"آنا نہیں؟" اُن قدموں کو نہ محسوس کر کے دروازے سے اندر جاتے ہوئے اُس نے پلٹ کر وہیں کھڑے عباس کو دیکھا۔

"مجھے ایک کال کرنی ہے۔ آپ جائیں۔" نگاہ جھکا کر نرمی سے کہتے ہوئے اُس نے سیل فون جیب سے نکالا جبکہ میزاب اثبات میں سَر ہلا کر دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ وہ وہیں بند دروازے کو دیکھتا رہتا اگر جو کال دوسری جانب سے اُٹھا نہ لی جاتی۔

"میں نے ریکارڈنگ سُن لی۔" جواد کی آواز پر اُس نے نگاہیں پھیر کر دیوار گیر کھڑکی سے باہر دیکھا۔

"اُس آڈیو میں کوئی اِیسی بات نہیں جو اُنکے خلاف اِستعمال ہو سکے۔" جواد کی بات پر عباس نے گہرا سانس لیا۔

"تمہیں ڈی-ایس-پی کس نے بنایا ہے؟" اُس سنجیدہ سوال پر دوسری جانب جواد ہونق ہوا اور پھِر دانت پیس لیئے۔

"تو پھِر کیا حکمت ہے اُس آڈیو میں آپ جیسا دانش ور شخص بتانا پسند کرے گا؟" دنت کچکچا کر سوال کیا گیا۔

"ابھی نہیں! آج رات اپارٹمنٹ میں مُلاقات ہوتی ہے۔" کہہ کر اُس نے کال کاٹ کر جواد کو تلملانے پر مجبور کر دیا۔ وہ جانتا تھا اُسکی حالت تبھی مُطمئن چہرے کے ساتھ دروازہ کھول کر آفس کی جانب بڑھ گیا۔ اُسے آج رات اپنے گھر جانے کی اِجازت بھی لینی تھی میزابِ رحمت سے کیونکہ مزید وہ دیر نہیں کر سکتا تھا۔ اَب جو بھی ہو دیکھا جائے گا۔

\-------------------

"آج کیسے دو ہفتے بعد اِس غریب خانے کو رونق بخش دی آپ نے؟" کمرے سے باہر نکلتے شجاع کی صوفے پر بیٹھے عباس تک نظر گئی تو مُسکراہٹ دبا کر کہتے ہوئے اُس تک آیا جِس نے چہرہ پھیر کے اُسے گُھورا۔

"یہ تم ہی ہو نہ جو میرے خلاف احتساب چچا کے کان بھَر رہے ہو۔" اُسکے سوال کے بجائے تقین پر شجاعت تیزی سے اُس تک آیا۔

"کیا مطلب؟ احتساب ماموں نے کچھ کہا آپکو؟" اُسکے چہرے کے تفکر پر عباس نے نفی میں سَر ہلا کر اُسکا شانہ تھتپھایا۔

"بس ویسے ہی۔ جانتے ہو نہ تم کتنے جلد باز ہیں۔" اُسکی بے پرواہی شجاعت کے لیئے یکسر نئ تھی۔ ٹھیک ہے وہ اُنکے خاندان میں واحد اِیسا شخص تھا جسے کوئی کچھ بھی کہہ کر دبا نہیں سکتا تھا مگر وہ اِیسے بے پرواہی نہیں دِکھاتا تھا۔

"کچھ پلان کر لیا ہے کیا آپ نے؟" اُسکے مُطمئن انداز شجاع کو بتانے کو کافی تھے کہ عباس جان نِثار دُشمن پر پہلی مُہلک ضرب لگانے کے لیئے بالکل تیار تھا۔ قبل اُسکو عباس جواب دیتا، باہر قریبی دروازے سے پاس ورڈ کھولے جانے کی آواز آئی اور پِھر جواد اندر آیا۔

"اسلام علیکم!" شجاعت تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"وعلیکم اسلام، کیسے ہو شجاع؟" جواد نے آگے آکر اُسکا کندھا تھپکا۔

"میں بالکل ٹھیک۔ یہ آپ دونوں کا آج یہاں ٹپک پڑنا اِتفاق نہیں ہو سکتا۔" اُسکے مشکوک انداز پر اُن دونوں نے ایک ساتھ اثبات میں سَر ہلایا۔

"میں نے سُنا ہے کہ عباس تمہیں کُھڈے لائن لگا چُکا ہے۔" جواد کہاں دوپہر والا بدلا بُھول سکتا تھا جبکہ شجاعت کا مُنہ بنا تیزی سے کھلا۔ عباس نے اُسکے کندھے پر تھپڑ مارا۔

"لگائی بُجھائی کے بجائے کمرے میں آجانا۔" اُٹھ کر عباس اپنے کمرے کی جانب بڑھا جبکہ شجاعت نے دانت پیسے۔ ظاہر ہے وہ اُسکے سامنے کوئی بھی پلان بنا کر اُسے شاملِ نہیں کر سکتا تھا۔ چھوٹا ہونا بھی بڑی مُصیبت تھی۔ یہی جانتے بوجھتے دا جی نے اُسے یہاں بھیجا تھا۔

سٹڈی کا دروازہ بند کر کے جواد اُسکی جانب بڑھا جو سفید بورڈ پر سُرخ مارکر سے جُھک کر کچھ لکھ رہا تھا۔ وہ سٹڈی بالکل خالی تھی۔ صوفے، کرسیوں اور ٹیبل کے علاوہ وہاں سٹڈی کے نام پر ایک کتاب بھی نہیں تھی۔ یہ اُسکی بلوچستان والے گھر سے یکسر مُختلف سٹڈی تھیں۔ یہاں کتابوں کے بجائے ایک دیوار پر جگہ جگہ اخبار کے تراشے اور مُختلف کاغذات چسپاں تھے جِن

میں بہت اہم معلومات درج تھیں جبکہ سٹینڈ کے اُوپر سفید بورڈ پر آگے کے لائحۂ عمل کے بارے میں نہ جانے کیا کچھ لکھا ہوا تھا اور اِس سب سے ایک بات صاف ظاہر تھی کہ عباس جان نِثار کا دُشمن پر چڑھائی کرنے کا ایک ایک عمل پہلے سے طے شُدہ ہے۔ ہر چال اُسکے ذہن میں پہلے سے ترتیب پا چُکی تھی۔

"تو یعنی ہمیں اُس ناقص میٹیریل والی فیکٹری پر چھاپا مارنا ہے؟" جواد نے اُسکے ساتھ آکر کھڑے ہوتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"صرف چھاپا مارنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ بات دے دِلا کر ختم ہو جائے گی۔ ہمیں میڈیا کو اِنولو کرنا ہے۔ کاشف اور مُدثر بزنجو جس طرح ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر میڈیا کو بھنک نہیں پڑنے دینا چاہتے تو لگتا ہے معملہ کافی سنجیدہ ہے۔ یہ اُنکے لیئے بہت بڑی بات لگ رہی ہے۔" عباس کے سوچتے انداز پر جواد نے بھی چونک کر سَر ہلایا۔

"تو تم اُنکی تباہی سے پہلے جگ ہنسائی چاہتے ہو۔" جواد کے مُسکراتے اِستفسار پر عباس نے کندھے اُچکائے۔

"کام اِیسے کرنے ہی نہیں چاہیئے جو ذلت اور جگ ہنسائی کا موجب بنیں۔"اُسکی پہلو تہی کمال تھی۔

"اور اِس سب میں تمہاری باس کا کیا ردِ عمل ہو گا؟"کچھ دیر کی خاموشی کے بعد جواد نے کہتے ہوئے اُسکو چونکا دیا۔

"میں نے کہا نہ میرے اِنتقام میں عورت شامل نہیں۔اُنکا مُدثر اور کاشف بزنجو کے کاروبار سے کوئی واسطہ نہیں۔"اُسکے مدلل جواب پر جواد نے چونک کر اُسکے سنجیدہ ہوتے چہرے کو دیکھا۔

"فیملی بزنس ہے یہ بزنجو خاندان کا۔یہ تو میزابِ رحمت نے اپنے باپ کی کرسی سنبھالی ہے ورنہ ہاشم بزنجو کی پاور آف اٹرنی اُسی کے پاس ہے۔مت بُھولو کہ وہ بزنجو خاندان کا حصّہ ہے۔"جواد بہت کچھ باور کروانا چاہتا تھا تبھی عباس نے چہرہ پھیر کر اُسے دیکھا۔

"مجھے تم میرے مقصد پر فوکس کرنے دو گے؟"اُسکی باتوں کو نظرانداز کر کے جِس طرح عباس نے تپ کر کہا جواد نے ٹھٹک کر اُسے بغور دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میزابِ رحمت کاذکر تمہیں تمہارے مقصد پہ فوکس کیوں نہیں کرنے دے رہا؟"جواد کے اگلے مشکوک سوال پر عباس نے کرنٹ کھاکر تحیر سے اُسکو دیکھا۔

"تمہارا دماغ تو دُرست ہے؟"جِس طرح بِدک کر اُسکا لہجہ سخت اور تیز ہوا جواد تیزی سے اُسکی پُہنچ سے دُور ہو گیا۔جانتا تھا عباس اُسکا گلا بھی دبا سکتا ہے۔

"فضول باتوں کے بجائے کام پر دھیان دو۔" سختی سے اُسے جھٹک کر وہ جُھکتے ہوئے سفید بورڈ پر پِھر سے کچھ لکھنے لگا۔

"دے لیتے ہیں۔"ڈھٹائی سے دانتوں کی نمائش کرواکر وہ ٹیبل پر پڑی فائلوں کی جانب بڑھا جِن میں بزنجو خاندان کے ہر سیاہ اور سفید کا دفن کیا گیا حساب تھا۔

"تم کل ہمارے ساتھ ہوگے؟"فائل سے نظر اُٹھاکر جواد نے کل کی ریڈ کے بارے میں جاننا چاہا۔

"تمہیں پولیس والا کس نے بنایا ہے؟"پلٹے بغیر بڑی ہی سنجیدگی سے ہر بار کا پوچھا جانے والا سوال آیا۔

"سی-ایس-ایس کیا ہے میں نے۔"جواد نے رعب جھاڑنا چاہا۔

"جی اور میرے ساتھ ہی کیا تھا پھِر بھی یہ حالات ہیں۔اِتنا بے تُکا سوال، سیر ئیسلی!"آب کے پلٹ کر جواد کو تلملانے پر مجبور کر دیا۔

"تم دوست ہو تو دُشمن کی کیا ضرورت ہے۔"دانت کچکا کر اُس نے عباس کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"جان کر خُوشی ہوئی۔"چہرہ واپس پھیر کر بہت مشکل سے عباس نے مُسکراہٹ ضبط کی۔ جواد نے اِرد گرد دیکھ کر پاس پڑا کُشن اُٹھا کر پوری قوت سے اُسکی جانب پھینکا جِسے پلٹے بغیر ہاتھ فضا میں بلند کر کے نہایت سہولت سے کیچ کر لیا گیا۔

"نشانہ بھی کچا ہے۔"سائیڈ صوفے پر کُشن رکھ کر اُس نے جواد کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔

"تُجھ سے کوئی نہیں جیت سکتا۔"اُسکو ہار تسلیم کرنی پڑی۔اُسکے سامنے عباس جانِ نثار تھا۔ جواد کو سارا فول پُروف پلان پھِر سے اچھی طرح باور کروا کر وہ رات گہری ہونے سے پہلے اپنے اپارٹمنٹ سے واپس قصرِ بزنجو چلا گیا تھا۔

کانفرنس روم میں وہ اہم میٹنگ میں تھی جب تیزی سے دروازہ کھول کر کائنات اندر آئی۔ اُسکے چہرے پر جو بدحواسی اور ہوائیاں اُڑی ہوئی تھیں اُس پر میزاب نے چونک کر اُسکو دیکھا اور لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر ڈائس کے پاس سے اُس تک آئی۔

"کیا ہوا، مِس کائنات؟" اُسکو اضطراب سے باقی سٹاف کو دیکھتا پا کر میزاب شیشے کا دروازہ کھول کر باہر راہداری میں لے آئی۔

"میم! آپ کو خبریں دیکھنی چاہیئے۔" کائنات کی پریشان بات پر اُس نے کوٹ کی جیب سے سیل فون نکال کر آنکھوں کے سامنے کیا اور چونک گئی۔ فون میٹنگ میں ہونے کی وجہ سے بند تھا اور اَب اُس پر آتی ہاشم بزنجو، مُدثر اور کاشف بزنجو اور اتنے سارے میڈیا پرسنز کی لاتعداد مِس کالز آتے دیکھ کر ٹھٹکی۔ اُسکا بہت سے میجر میڈیا آوٹ لیٹ سے رابطہ تھا۔ کئ پروگرامز میں وہ چیف گیسٹ جا چکی تھی۔ بہت سے اکنامک فورمز پر اُسکی میڈیا سے بات چیت ہوتی تھی تبھی اُسکو بہت سوں کے ساتھ رابطے میں رہنا پڑتا تھا۔ سب کو نظرانداز کر کے اُس نے ہاشم بزنجو کو کال مِلائی جو پہلی بیل پر ہی اُٹھا لی گئی۔

"اسلام علیکم ! میں میٹنگ میں م۔۔۔" پھر سے اِیسا ہوا کہ اُسکے سلام کا جواب دیئے بغیر، اُسکی مُنقطع کر کے ہاشم بزنجو اپنی کہنے لگے۔

"تمہیں کب سے سب کالز کر رہے ہیں۔ لاپرواہی کی حد ہوتی ہے، میزاب۔" اُنکے سخت لہجے پر ایک پَل کو وہ ٹھٹکی۔ اِیسا نہیں تھا کہ اُنہوں نے اُس سے کبھی سختی سے بات نہیں کی تھی۔ جب بھی شدید پریشانی یا مشکل ہوتی تھی، وہ اِسی سخت لہجے میں اُس سے مخاطب ہوتے تھے۔

"سب خیریت؟" تکرار ترک کر کے اُس نے آہستگی سے کہا۔

"مُدثر کے آفس پر پروسیکیوشن کی ریڈ ہوئی ہے۔" اُنکی اگلی بات پر میزاب نے پیشانی سہلائی۔

"اُنکے پاس اُسکے خلاف وارنٹ تھا؟" اُسکی اگلے سوال پر ہاشم بزنجو جو کچھ کہنے لگے تھے، خاموش ہو گئے۔

"تھا مگر کیا یہ اہم ہے؟ جلدی سے پروسیکیوشن آفس جاؤ۔ میڈیا نے اِتنا ہنگامہ مچا رکھا ہے کہ میں اور کاشف سامنے نہیں آ سکتے۔" اُنکی اگلی بات پر میزاب نے گہرا سانس لیا۔

"ریزن کیا ہے ریڈ کا؟" اُسے اہم سوال کرنے ہی تھے کیونکہ ظاہر ہے اِس معاملے کو بھی اُسی نے سنبھالنا تھا۔

"فلائی اُوور کے لیئے ناقص مال کا اِستعمال کرنے کے اِلزام پر۔" اُنکی وضاحت پر میزاب کائنات کو اندر کانفرنس روم میں جانے کا اِشارہ کر کے خود چلتی ہوئی راہداری کے آخری سرِے تک آئی اور بے اِرادہ کھڑکی سے نیچے جھانکا۔ نیچے پارکنگ کے پاس اور مال کی مین اِنٹرنس کے سامنے میڈیا کے لوگوں کے جمِ غفیر کو دیکھ کر اُسے معمالے کی سنگینی کا بہت اچھے سے اندازہ ہو گیا۔ کچھ سوچ کر اُس نے تیزی سے اپنے وکیل کو کال کر کے اُسے ساری صورتحال سے آگاہ کر کے پہلے مُدثر سے مِلنے کا کہہ کر کال مُنقطع کی تبھی کاشف بزنجو کی کال آنے لگی۔

"میں نے سُن لیا ہے، داداجان سے۔" پیچھے سے آتا عباس اُس آواز پر ٹھہر کر اُس تک آیا۔

"تو پھر تم نے ابھی تک کچھ کیا کیوں نہیں؟" دوسری طرح کاشف بزنجو کا اضطراب وہ سمجھ سکتی تھی۔

"میں میٹنگ میں تھی اور مجھے ابھی اطلاع ملی ہے۔آپ پریشان نہ ہوں میں نے اپنا وکیل بھیجا ہے مُدثر کی طرف اور میں۔۔۔۔" وہ جو اپنی بات مکمل کرنے لگی تھی، کاشف بزنجو کے یک دَم چیخ اُٹھنے پر بے اِختیار سیل فون کان سے پَرے کیا۔

"تماشا دیکھنے کے بجائے کوئی عملی کردار ادا کرو۔اپنے کنیکشن کام میں لاؤ۔میڈیا جو ہر جگہ بھونک رہا ہے اُسکو کوئی ہڈی دے کر خاموش کرواؤ۔" اُنکے تیزی سے کہے جانے پر میزاب کی سنجیدگی بڑھنے لگی۔

"مجھے ابھی اطلاع ملی ہے، چاچو اور جو کچھ میرے بس میں ہوگا ہمیشہ کی طرح میں کروں گی مگر مُجھ پر چلانے کے بجائے آپ بھی ہاتھ پیر ماریں۔" سختی سے کہہ کر اُس نے کال مُنقطع کر دی۔یہ اُسکے لیئے غیر معمولی نہیں تھا مگر کرائیسیز کے وقت میں بزنجو خاندان تحمل اور پُھونک پُھونک کر قدم اُٹھانے کے بجائے یونہی میزاب پر چڑھائی کرتے تھے کیونکہ اُسی کے اِختیار میں سب کچھ تھا۔وہی ہر چھوٹی بڑی باریکی کو جانتی تھی اور وہی واحد تھی جو کرائسیز میں عقل اور سمجھ بوجھ کو بیدار کیئے رکھتی تھی۔ابھی بھی اُسے ہی کچھ کرنا تھا۔کچھ سوچ کر جیسے ہی وہ پلٹی، پیچھے کھڑے عباس کو دیکھ کر اُسکی ہلکی سی چیخ بے ساختہ تھی۔

"ایم سوری!" بوکھلا کر پیچھے ہوتے عباس کو اِس کی توقع نہیں تھی۔

"اِٹس اُوکے!" چہرے پر دائیاں ہاتھ رکھ کر وہ اُسکے برابر سے گزر کر اپنے آفس میں آئی اور تیزی سے بیگ اُٹھا کر واپس لفٹ کی طرف تیز قدموں سے بھاگی۔ اُسکی عُجلت عباس جان نِثار کی سمجھ سے باہر تھی پِھر بھی وہ تیز قدموں سے اُسکے پیچھے ہولیا۔

"نیچے میڈیا ہے، باس!" میزاب کو بیسمنٹ پارکنگ کا بٹن دباتے دے کر آہستگی سے اطلاع کی۔

"میں جانتی ہوں۔" نرمی سے کہا گیا۔ وہ جانتی تھی سب مین اینٹرنس اور باہر کی پارکنگ میں ہوں گے لیکن زیادہ تر میڈیا پرسنز جِن کا کام ہی کھوج میں رہنا ہوتا تھا وہ بیسمنٹ پارکنگ لاٹ تک بھی پُہنچ جاتے تھے۔ ابھی بھی لفٹ کے کُھلنے کی آواز پر دس بارہ رپوٹرز ہاتھوں میں کیمرے، سٹینڈ لیئے تیزی سے بھاگ کر اُس تک آئے۔ عباس نے آگے آکر اُن سب کو ہاتھ سے فاصلے پر ہونے کا اِشارہ کیا۔ میزاب کے آگے بڑھنے کے باوجود اُس پر سوالوں کی بوچھاڑ ہونے لگی مگر اُس نے کسی کو جواب نہیں دیا۔ جانتی تھی باہر اِس سے بڑا جمِ غفیر ہے وہیں سب کو ایک ساتھ بتا کر جائے گی۔ اُسکے باہر نکلتے ہی سب میڈیا والوں نے دھاوا بول دیا۔ سیکورٹی

نے عباس کی ہدایت پر پہلے ہی گنرز نے کا راستہ بنا کر اُسکے گرد ایک قطار بنا لی تھی مگر پھر بھی میڈیا والے بہت زیادہ تھے۔

"میم! آپ اِس بارے میں کیا کہنا چاہیں گی؟" ہر طرف سے سوالوں کی برسات ہونے لگی مگر وہ تیز قدموں سے آگے بڑھتی گئی۔

"ناقص مال کے اِستعمال کی آپکو خبر تھی؟" ایک اور سوال پر میزاب کے قدم ٹھہرے۔
سب چونک کر سیدھے ہوئے یعنی وہ جواب دینے کے لیئے تیار تھی۔

"آپ اور مُدثر صاحب کا اِس غبن میں برابر کا حصّہ تو نہیں؟" مزید سوال آتے گئے۔

"آپ کے پاس پاور آف اٹرنی ہے ہاشم بزنجو کی تو یہ ممکن نہیں کہ آپکے علم کے بغیر کچھ بھی ہو۔" مزید سوال آنے لگا اور وہ رُک کر تحمل سے سُنتی گئی۔

"مجھے بھی آپ لوگوں کی طرح آج ہی معلوم ہوا ہے۔ میں ابھی پراسیکیوشن آفس ہی جا رہی ہیں اور اصل حقائق وہیں جا کر معلوم ہوں گے۔" نرمی سے کہہ کر وہ آگے بڑھی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے اِس معاملے کو بزنجو انڈسٹریز دبا سکتی ہے۔ سب کچھ تو میڈیا کے سامنے آ گیا ہے۔ لائیو ناقص مال کی شپمنٹ دِکھائی گئی ہے۔" اگلے رپورٹر کی بات بہت وزنی تھی۔

میزاب نے چہرہ پھیر کر سائیڈ پر کھڑے آدمی کو دیکھا۔ یہ وہی شخص تھا جو ہمیشہ میزابِ رحمت کے بارے میں منفی خبروں کو ہائی لائٹ کرنے میں پیش پیش رہتا تھا۔

"میں یہی جاننے کے لیئے جا رہی ہوں کہ اُس لائیو ریڈ میں کتنی سچائی ہے۔ اگر یہ سچ ہوا تو اِسکی مکمل ذمہ داری لی جائے گی۔ یہ کوئی چھوٹا معاملہ نہیں ہے کہ اِسے پیسے سے دبا دیا جائے۔ یہ اِنسانی جانوں کا معاملے ہے۔ اگر یہ ریڈ نہ ہوتی اور فلائی اُوور ناقص مال سے بن جاتا تب بزنجو اِنڈسٹریز کا دیوالیہ نکل جاتا تو آپکو نہیں لگتا کہ رپورٹرز کو پہلے فیکٹس پر کام کرنا چاہیئے۔" اُسکے مدلل جواب پر بھانت بھانت کی بولیاں یک دم بند ہوئیں۔ ٹی-وی کے آگے جم کر بیٹھے ہاشم بزنجو کے چہرے پر بڑی گہری، فاتحانہ مُسکراہٹ دوڑ گئی جبکہ اُسکے آگے، قدرے سائیڈ پر کھڑے باڈی گارڈ کی سنجیدگی میں اضافہ ہونے لگا۔ میزاب کے آگے بڑھنے پر اُس نے پارکنگ میں کھڑی گاڑی کا دروازہ کھولا۔ میزاب کے اندر بیٹھتے ہی سیاہ گاڑی گولی کی رفتار سے سے 'الرحمت مال' کی بلند و بالا عمارت سے نکل گئی۔

صُبح سے شام اور شام سے رات ہو گئی اُسے بغیر کچھ کھائے، پیئے، ٹِک کر بیٹھے پروسیکیوشن، میڈیا اور پولیس سے مغزماری کرتے ہوئے۔ پولیس کے پاس مُدثر شیراز کے خلاف پکے ثبوت تھے۔ لے دے کر شاید بات دَب جاتی اگر جو میڈیا اِنولو نہ ہوتا۔

"آپ کو چاہیئے کہ جو میڈیا کو ٹِپ میں ریکاڈنگ ملی ہے اُسکو ٹریس کریں۔" وکلاء کو ہدایات دے کر وہ پولیس سٹیشن کے کامن روم میں بیٹھ کر پولیس اہلکاروں سے بات کرتے ہوئے جواد کو چونکا گئی۔ جواد نے چہرہ پھیر کر برابر سنجیدہ بیٹھے عباس کو دیکھا جسکے چہرے سے کچھ بھی سمجھنا ناممکن تھا۔

"آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں؟" اِنسپکٹر کی بات پر اُس نے مسلسل بجتا فون سائیڈ پر رکھ کر فائلز بند کیں۔

"ساری بات ریکارڈنگ سے شروع ہوئی ہے۔ کیا یہ جاننا پولیس کا کام نہیں کہ وہ کیسے حاصل کی گئی۔ کیونکہ غیر قانون طریقے سے حاصل کیئے گئے ثبوت کی عدالت میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔" اُسکے مدلل لہجے پر عباس نے پہلو بدلا۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ اِس معاملے میں بزنجو خاندان کے مرِدوں کے بجائے میزابِ رحمت یوں آگے آگے ہو گی۔

"اِس بارے میں ہم معلوم کروا چُکے ہیں۔" عباس کے کہنی مارے جانے پر اُس نے پلان کی ہوئی بات تیزی سے دُہرائی۔

"تو کیا معلوم ہوا؟"

"یہی کہ رپورٹرز نے اپنے ریسورس سے اُس آڈیو تک رسائی حاصل کی اور ریڈ میں شامل ہوئے۔" جواد کے جواب پر میزاب نے سامنے پڑی فائل پر آہستگی سے ہاتھ پھیرا۔

"رپورٹرز کے ریسورس کو تو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔" خاموش بیٹھے عباس کے ٹکڑا لگانے پر میزاب نے چونکے بغیر اثبات میں سَر ہلایا اور کلائی پر بندی گھڑی دیکھ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں چلتی ہوں۔" اُسکے کھڑے ہونے پر عباس بھی اپنی کرسی چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُسے لگا اَب گھر ہی میزابِ رحمت کو جانا ہوگا تبھی گاڑی میں بیٹھنے سے قبل تصدیق چاہی گئ۔

"نہیں! فیکٹری جانا ہے پہلے۔" اندر بیٹھنے سے قبل کہا گیا اور کچھ دیر بعد گاڑی اُسی اِنڈسٹریئل ائیریا کے باہر کھڑی تھی جِس کے قریب ہم نے ایک موٹر سائیکل سوار کو دیکھا تھا۔ وہی سوار جِس نے ریکارڈنگ میڈیا کو لیک کی تھی۔

میزاب گہرا سانس لے کر باہر نِکلی۔ جانتی تھی ابھی سُپر وائیزر کے علاوہ سب جا چُکے ہوں گے۔ سیل فون بجنے پر اُس نے کر کان سے لگایا اور میں اینٹرنس کی جانب بڑھی۔

"میں ویئر ہاؤس میں جانا چاہتی ہوں۔" اُسکی بات پر پیچھے چلتے عباس کا چونکنا فطری تھی۔

"اور یہ بات سٹاف میں سے کسی کو معلوم نہیں ہو گی۔ آپ گھر جا سکتے ہیں۔" نرمی سے کہہ کر اُس نے کال مُنقطع کی اور دُور، کئی ایکٹر پر پھیلے ہوئے ویئر ہاوسز کی جانب بڑھنے لگی جہاں سُپر وائزر چابیاں رکھ کر گیا تھا۔

"آپ یہاں کیا کرنے آئی ہیں؟" وہ زیادہ دیر بے تعلق نہیں رہ سکا۔ ٹیبل سے چابیوں کا گُچھا اُٹھاتی میزاب نے نشان زدہ چابی لوہے کے دروازے کے لاک میں لگا کر گُھمائی۔ مخصوص آواز سے تالا کُھلنے پر بڑے دونوں دروازے پکڑ کر ایک دوسرے سے پَرے، مخالِف سمتوں میں دھکیل کر اُس نے عباس کو دیکھا جسکی نگاہ اُس پر ہی تھی۔

"کل میڈیا بریفنگ دینی ہے تو سب اپنی آنکھوں سے دیکھنا بہت ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے جو کہنا ہے وہ دُرست ہے بھی یا نہیں۔" اُسی مخصوص حلاوت سے اپنی کہہ کر وہ اندر چلی گئی جبکہ عباس چند لمحے تک آگے نہیں بڑھ سکا۔ میزاب اندر بڑھ کر ویئر ہاوس میں پڑے

سارے مال کو ایک ایک کر کے ہاتھ لگا کر دیکھتی رہی۔ اِتنے بڑے ویئر ہاوس کا اُس نے کوئی ایک کونہ نہیں چھوڑا۔ سائیڈ سے ایک شاپر اُٹھا کر اُس میں تھوڑا سا اُس میں ڈال کر کندھے پر لٹکا رکھے بیگ میں رکھ کر واپسی کے لیئے بڑھی۔ عباس اُس عورت کی ہمت پر حیران ہو رہا تھا۔ صُبح سے اُس نے ایک پَل کے لیئے بھی سکون کا سانس نہیں لیا تھا اور اَب بھی وہ اُتنی ہی شاداب تھی۔ ماتھے پر کوئی بے زاری اور شِکن تک نہیں۔

"تم تھک گئے ہو گئے۔ اپنے گھر جا کر آرام کرو۔" گاڑی کے پاس پُہنچ کر کہتے ہوئے اُس نے عباس کو گہرا سانس لینے پر مجبور کر دیا۔

"کیوں آپ نے پِھر کہیں جانا ہے؟" چابی کے لیئے پھیلائے گئے ہاتھ کو نظر انداز کر کے سنجیدگی سے سوال آیا۔

"ہاں! جدھر ریڈ ہوئی ہے وہاں۔" کہہ کر اُس نے اپنا ہاتھ اُوپر نیچے کیا۔

"بیٹھیں!" دروازہ کھول کر پیچھے ہوتے عباس کو میزاب نے بہت توجہ سے دیکھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اندر بیٹھنے والے خلا کے اُوپری سرے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا تا کہ انجانے میں اُوپر ہونے پہ میزاب کا سَر نہ لگے۔ کچھ کہے بغیر وہ اندر بیٹھ گئی۔ پِھر سے اُس سیاہ گاڑی کا خاموش

سفر شروع ہو گیا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ گاڑی اُس سُنسان اور بند پڑی فیکٹری میں داخل ہوئے جو کسی زمانے میں خوب کماتی ہو گی اور اَب زخمی ہو کر اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی۔

عباس نے وہ زنگ آلود، سختی سے جما دروازہ پیچھے دھکیل کر اُسکے اندر داخل ہونے سے پہلے اندر جاتے ہوئے اُسکو حیران کر دیا۔

"آپ یہیں کھڑی رہیں۔ میں اندر سے دیکھ کر آتا ہوں پہلے۔" پلٹے بغیر کہہ کر وہ جیب سے سیل فون نکال کر لائیٹ آن کر کے آگے بڑھ گیا۔ میزاب چند پَل وہیں کھڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد ہی عباس کو واپس آتے دیکھ کر وہ جو پریشان ہونے والی تھی، تشکر کا گہرا سانس لے کر آگے بڑھی۔

"یہاں ریڈ ہو چکی ہے تو احتیاط لازم ہے۔" اُسکی وضاحت پر میزاب نے اثبات میں سَر ہلایا۔ وہ آگے تھی اور عباس اُسکے پیچھے راستے کو روشن کیئے ہوئے تھا۔ اندر ویئر ہاؤس میں آ کر اُس کی نگاہ ٹیبل کے کنارے پر نیچے گرے سیمنٹ اور بجری کے چھوٹے سے ڈھیر سے ہوتے ہوئے تھوڑے سے سریوں کے بہت چھوٹے ٹکڑوں تک گئی جو یقیناً ریڈ کے دوران نیچے گر گئے تھے۔ جُھک کر اُٹھاتے ہوئے اُس نے سب کچھ ایک اور الگ شاپر میں ڈال کر بیگ میں

رکھا اور اُٹھ کھڑی ہوئی تبھی عباس کو کوئی کھٹکا ہوا۔ تیزی سے پلٹ کر دبے قدموں کے ساتھ دروازے سے اندر آکر حملہ ہوتے شخص کو دیکھا اور بروقت پیچھے کو ہو کر زوردار لات گُھما کر اُسکے سینے پر مارتے ہوئے دُور اُچھال کر لکڑی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ لکڑیاں گرنے کی بلند آواز پر کھڑی ہوتی میزاب بوکھلا کر پلٹی۔

"ک۔۔۔ کیا ہوا؟" اِدھر اُدھر اندھیرے میں محتاط نظروں سے دیکھتے عباس سے اُس نے آہستگی سے پوچھا۔

"ہمیں یہاں سے نکلنا ہو گا۔" عباس نے مدہم سا کہہ کر پلٹے بغیر میزاب کی کلائی تھام کر اپنے برابر کیا۔ پھیلتی سُرمائی آنکھوں اور دَھڑک اُٹھتے دِل سے اُس نے چہرہ جُھکا کر اُس نرم مگر مضبوط گرفت کو دیکھا اور تبھی اُس فیکٹری کے زنگ آلود بڑے گیٹ نے پوری قوت سے بند ہوتے ہوئے میزاب کو لرز کر اُچھلنے پر مجبور کر دیا۔ لرز کر وہ بے اِختیار عباس کے مزید پیچھے ہوئی۔

"یہ پکڑیں!"اُسکا دھیان ہٹانے کو عباس نے سیل فون اُسکے ہاتھ میں تھما کے کوٹ پیچھے کر کے پینٹ کے ہک میں اڑاس رکھے سیلنسر لگے پستول کو نکال کر لوڈ کرتے ہوئے میزاب کو رونگھٹے کھڑے کر دیئے۔

"ایک سکینڈ!"عباس نے پلٹ کر اُس لکڑیوں کے ڈھیر سے کراہ کے اُٹھتے شخص کی گردن پر پستول کا بٹ مارتے ہوئے بے ہوش کر دیا۔

"یہ۔۔۔یہ کہاں سے آیا؟"لہرا کے بے سُدھ ہو کر نیچے گرتے شخص کو اُس نے تعجب سے دیکھا۔

"دروازے سے۔"اُسکے جواب پر میزاب اُسے دیکھ کر رہ گئی۔ظاہر ہے دروازے سے ہی آیا ہوگا۔اُس فیکٹری میں کوئی اِیسی کھڑکی تو تھی نہیں جِس سے کود کر اندر آیا جا سکے۔ایک تنگ سی کھڑکی تھی جو اِتنی تنگ تھی کہ اُس میں سے بامشکل کوئی نِکل سکے۔دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے عباس نے خلا میں سے جھانک کر باہر دیکھا جہاں سے کوئی شخص فیکٹری کے اِرد گرد مٹی کا تیل ڈالتا ہوا نظر آرہا تھا اور وہ کیا کرنے والا تھا اِسکی عباس کو خبر تھی۔اُس آدمی نے عباس کے دیکھتے ہی سَر پر پہن رکھی پی۔کیپ اُتاری اور عباس مُٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔یہ

وہی شخص تھا،جسکو وہ اُس نے جواد سے کہہ کر وانٹڈ لِسٹ پر ڈالا تھا۔شاپنگ مال میں آگ لگانے والا، منظور کرامت کا آدمی۔

"یہ۔۔۔یہ۔۔۔"وہ فیکٹری پُرانی تھی تبھی میزاب کو کمزور دروازے کی کنڈیوں کے درمیان لگا رکھا تالا اور زنجیر نظر آئی مگر اُس آدمی تک جیسے ہی نظر گئی،اُسکا دِل ٹھہر گیا کیونکہ وہ آدمی مٹی کے تیل کا خالی ڈبا سائیڈ پر پھینک کر لائیٹر نکال رکھا تھا۔میزاب نے عباس کا تھام رکھے فون کو دیکھا۔

"جواد کو کال مِلائیں۔"اُس آدمی کے جانے سے قبل عباس اِس دروازے پر زور آزمائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔نہ جانے باہر اور کتنے لوگ اِنتظار میں ہوں۔وہ اکیلا ہوتا تو بات کچھ اور ہوتی۔ میزاب نے تیزی سے کانٹیکٹ میں جانے کے بجائے کال لاگ کھولا اور سب سے اُوپر ہی اُسے اُردو میں جواد نام لکھا ہوا نظر آیا۔وہ جو کال مِلانے لگی تھی اپنا نمبر دیکھ کر ٹھہر گئی۔اُسکا بھی اُردو میں 'باس لیڈی' سے سیو تھا۔کہیں اندر دَھڑکن مدغم ہوئی مگر خود کو ڈپٹ کر اُس نے تیزی سے کال مِلا کے سیل فون کان سے لگایا۔

"ہاں بھئی۔۔۔"جواد کی بات کو بیچ میں ہی مُنقطع کر دیا گیا۔

"میں میزابِ رحمت بات کر رہی ہوں۔ آپ اُس فیکٹری میں آجائیں جہاں ریڈ کیا تھا آپ لوگوں نے۔" اُس سنجیدہ آواز پر تھانے میں بیٹھا جواد تیزی سے اُٹھا۔ اُسے عباس کے فون سے اِس عورت کی آواز کی اُمید نہیں تھی۔ مسئلہ گھمبیر ہو گا ورنہ عباس اپنی چیزوں کے معاملے میں بہت ریزرو تھا۔

"جی! میں آرہا ہوں۔" کہہ کر کال مُنقطع کرتے ہوئے وہ تیزی سے باہر کو بھاگا۔ کال مُنقطع کر کے میزاب کھانس کر پیچھے ہوتے ہوئے سیل فون کلچ میں ڈالا۔ باہر یقیناً لائٹر سے آگ لگائی جا چکی تھی۔ دَھڑا دَھڑ جلتی لکڑیوں کے شور پر عباس نے میزاب کو مزید پیچھے کو ہونے کا کہہ کر دروازے کا نشانہ باندھ کر پے در پے فائر کر دیئے۔ نتیجہ حسبِ منشاء نِکلا۔ اُس دروازے کے ہینڈل کمزور ہونے کی وجہ سے ٹوٹ کر ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے۔ پوری قوت سے لات مار کر سخت دروازہ مخالِف سمتوں میں دھکیل کر اُس میزاب کا ہاتھ پکڑ کے اُسے لے کر باہر نکلنے لگا مگر میزاب کی مزاحمت پر اُسکو دیکھا جو پلٹ کر پیچھے دیکھ رہی تھی۔

"وہ۔۔۔ وہ آدمی۔" اُس کی مدہم آواز پر عباس نے گہرا سانس لے کر باہر جھانکا۔

"ہمیں یہاں سے نکلنا ہے، باس۔ باہر نہ جانے کتنے لوگ ہوں اِیسے میں آپکو۔۔۔"اُسکی بات بیچ میں ہی رہ گئی کیونکہ میزاب نے اُسکا ہاتھ ایک جھٹکے سے جھٹک کر عباس کو تحیر زدہ کر دیا۔اُسکو کچھ نا سمجھنے کا موقعہ دیئے بغیر تیزی سے اُن لکڑیوں کے ڈھیر کی جانب اندازے سے بھاگی۔اندھیرے میں پاؤں رپٹنے پر وہ پورے قد سے جیسے ہی زمین بوس ہوئی، عباس تیزی سے اُسکی جانب لپکا جو سریوں کے چھوٹے ٹکڑوں کے ڈھیر پر گرنے کے باوجود اُٹھ کر اُس بے ہوش پڑے آدمی تک گئی اور قبل اِسکے اُسکو بازو سے پکڑ کر اُٹھاتی۔عباس نے آگے بڑھ کر اُسے بازو سے کہنی سے تھام کر کھڑا کیا۔

"آہ!"اُسکے کراہنے پر عباس نے چونک کر اپنے ہاتھ پر کچھ گیلا محسوس کر کے اُسکا ہاتھ تیزی سے چھوڑ دیا۔یقیناً اُسے چوٹ آئی تھی۔

"سائیڈ پہ ہوں!"جُھک کر اُس آدمی کو پیچھے سے پُشت پر ڈال کر اُس نے دوسرا ہاتھ میزاب کے سامنے پھیلایا۔کُھلے دروازے سے تیزی سے بڑھتے آگ کے شعلوں کی روشنی میں میزاب نے چہرہ جُھکا کر اُس مضبوط پھیلے ہاتھ کو دھڑک اُٹھتے دِل سے دیکھا۔ابھی، اِس وقت دھڑک اُٹھتے دِل کا تذکرہ بے تُکی اور تعجب انگیز بات تھی۔اُسکو یونہی اپنے پھیلے ہاتھ کو تحیر

سے دیکھتے پا کر عباس نے خود ہی جُھک کر اُسکا ہاتھ تھام لیا۔ یہ پہلی بار تھا کہ اُسکے ہاتھ میں میزابِ رحمت کا ہاتھ آگیا۔ پوری کائنات کی گردش تھم گئی۔ وہ ہمیشہ اُسکو بازو، کلائی، کہنی یا پِھر شانوں سے تھام کر بچاتا، اپنے روبرو کرتا آیا تھا۔ باہر آکر اُس نے محتاط نظر اطراف میں ڈال کر دُور کھڑی گاڑی کو دیکھا اور تبھی فضا میں پولیس سائرن کی آواز گونجی۔ عباس نے تیزی سے اُس آدمی کو نیچے اُتار کر میزاب کا ہاتھ چھوڑا۔ کالر سے ٹائی کھینچ کر اُس بے ہوش پڑتے آدمی کے بازو اُسکی پُشت پر باندھ کر جھاڑیوں کی اُوٹ سے نظر آتی جیپ کی جانب بھاگا۔ اُسے وہاں وہی آدمی کھڑا نظر آگیا تھا جو سائرن کی آواز سُن کر دوسری جانب دیکھنے گیا تھا۔

"جان نِثار!" میزاب نے اُسکو آہستگی سے پُکارا مگر وہ اَن سُنی کیئے بغیر جُھکتے ہوئے اُس جیپ کے پاس گیا اور دوسری جانب سے گھوم کر جیسے ہی سامنے آیا۔ پلٹ کر جیپ کا دروازہ کھولتا شخص، عباس کو دیکھ کر ٹھٹکا اور پِھر تیزی سے اندر بیٹھنے لگا۔ عباس نے آگے بڑھ کر دروازہ پیچھے کر کے مارا۔ بُری طرح بازو لگنے پر کراہتے ہوئے وہ اندر نہیں بیٹھ سکا۔ گردن سے پکڑ کر عباس نے اُسکا سَر پوری قوت سے سٹئیرنگ وہیل پر دے مارا اور پِھر اُسکی چیخ و پُکار کو نظر انداز کر کے متواتر مارتا گیا۔ اُسکے بے سُدھ ہونے پر سیٹ پر دھکیل کے اُسکے جیبیں ٹٹول

کر سیل فون نکالا۔ جیپ کا شیشہ بند کرتے ساتھ اُس نے اگنیشن سے چابی نکال کر ہاتھ میں لیتے ہوئے دروازہ بند کرتے ہی لاک لگا دیا۔ اُسکے واپس آنے تک پولیس کی گاڑیاں پُہنچ چُکی تھی۔ اُسے آتے دیکھ کر جواد تیزی سے اُس تک آیا۔

"یہ سب کیا ہے؟" اُسکے سنجیدہ اِشارے کو عباس اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اُنکے پلان میں رات کے وقت یہاں آنا نہیں تھا۔

"وہاں جیپ میں وہی آدمی ہے جِس نے مال میں آگ لگائی تھی۔" عباس کی اطلاع پر جواد نے چونک کر کچھ دُور کھڑی جیپ کو دیکھ کر اہلکاروں کو بُلایا جو اُس بے ہوش پڑے آدمی کو پولیس وین میں ڈال رہے تھے۔

"تم کیا کرتے پِھر رہے ہو؟" جواد کے سوال پر اُسے دیکھتے عباس کی نگاہ عقب میں گاڑی کے پاس کھڑی میزاب تک گئی جِس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ جواد نے اُن ٹھہرتی نظروں کے تعاقب میں پلٹ کر پیچھے دیکھا اور اُسی تیزی سے عباس کو جِسکی سُنہری آنکھوں میں جلتی آگ کی روشنی کے باعث کچھ بڑھتے دیکھ کر جواد آگے آیا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟" جواد کا لہجہ آہستہ ہوا۔ وہ کچھ جاننا چاہ رہا تھا۔

"یہ عورت بہت عجیب ہے، جواد۔ میں نے اِیسی عورت اپنی پینتیس سالہ زندگی میں کبھی نہیں دیکھی جسے اپنے علاوہ ہر ایک کی پرواہ ہو۔" اُسکے مدھم لہجے میں کچھ چونکا دینے والا تھا۔

"تو؟" اُس نے مزید اُکساتا سوال کیا اور عباس جیسے کسی خواب سے بیدار ہوا۔ ٹھٹک کر اُسکو تادیبی نظروں سے دیکھ کر تیز قدموں سے میزابِ رحمت کی جانب بڑھا۔ جواد بھی اُسکے پیچھے آیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" عباس کے سوال پر وہ جو چہرہ پھیر کر پولیس اہلکاروں کے ساتھ آتے اُس بُری طرح زخمی آدمی کو دیکھ رہی تھی، چونک گئی۔

"مجھے کیا ہونا ہے۔ محنت تو ساری تم نے کی ہے۔ جزاک اللہ، خصوصاً آج کے دِن کے لیئے۔" اپنے ساتھ تھک کر، پورا دِن قربان کرتے شخص کو وہ اِتنا تو کہہ ہی سکتی تھی۔ عباس نے پیشانی سہلا کر نگاہ اُس چہرے سے پھیر لی جو اُلجھانے لگا تھا۔

"آپ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہیں۔" اُسکی بات پر میزاب نے بغور اُسکو دیکھا جو اُسکی جانب متوجہ نہیں تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تھوڑا سا سَر میں دَرد ہے۔" اُسکے یونہی بے پرواہ لہجے پر عباس نے بغیر کچھ کہے گاڑی کا دروازہ کھول کر اُسے اندر بیٹھنے کا اِشارہ کیا۔

"جواد! کل مُلاقات ہوتی ہے۔" پیچھے کھڑا جواد جو سنجیدگی سے عباس کو دیکھ اور سُن رہا تھا۔ سَر ہلا کر اُس سیاہ گاڑی کو وہاں سے نکلتے دیکھنے لگا۔

"آپ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دَھرے کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟" رات کے دس بجتے ہی رفعت شیرازی کی بے چینی بھی سوا نیزے پر پُہنچنے لگی۔

"ہم ابھی کیا کر سکتے ہیں، رفعت؟" کاشف بزنجو کے سوال پر اُنہوں نے تھم کر اپنے باپ کو دیکھا۔

"دیکھ رہے ہیں آپ اِن لوگوں کا اطمینان۔ جب اِنکی اپنی اولاد گرفتار ہوئی تھی تو کیسے چیخ چِلا کر آسمان سَر پر اُٹھا لیا تھا اِنہوں نے۔" رفعت شیرازی کی بات پر کاشف بزنجو کا چہرہ سُرخ ہوا۔ ذکی مُسکراہٹ دبا کر سب کی سنجیدگی کو دیکھنے لگا۔ شُکر ہے سب کی توپوں کا رُخ کئی ہفتوں تک اُسکی طرف نہیں ہونے والا تھا۔

"آرام سے بیٹھ جاؤ، رفعت۔ زیب سب دیکھ رہی ہے۔ کل صُبح ہوتے ہی عدالت سے ضمانت کروالے گی۔" اُنکے مدلل جواب پر رفت شیراز نے پاؤں پٹخا۔

"اُس لڑکی پر آپکا اِتنا بھروسہ اور اعتبار میری تو سمجھ سے باہر ہے۔ ایک دِن جب وہی آپکے سَر پر خاک ڈلوائے گی تو مجھے مت کوسنا۔" بیٹے کے غم میں وہ کسی کا لحاظ کرنے کو تیار نہیں تھیں۔ آمینہ کاشف نے ہاشم بزنجو کا مزید سنجیدہ ہوتا چہرہ بہت غور سے دیکھا۔

"کبھی کبھار تو مجھے آپ سے زیادہ مطلبی کوئی نہیں لگتا، بابا۔" اُنکی اگلی چیختی بات پر ہاشم بزنجو نے ناگواری سے اُنکو دیکھا۔ تقی اور ذکی کے درمیان خاموش نظروں کا تبادلہ ہوا کیونکہ سب ہی جانتے تھے کہ رفعت شیراز کے علاوہ کسی میں ہاشم بزنجو سے اِیسے الفاظ اور لہجے میں بات کرنی کی جُرات نہیں تھی۔

"اَب تم اپنی زُبان پر قابو رکھو رفعت اور تحمل سے میری بات سُنو۔ زیب کل میڈیا بریفنگ میں سب کلئیر کرے گی تبھی تمہارے بیٹے کی ضمانت ہو گی اِسی لیئے تھم کر رہو ابھی۔" اُنکے سخت لہجے پر وہ جوزوبیہ، ذکی اور تقی کی موجودگی کا لحاظ کیئے بغیر مزید زہر اُگلنے والی تھیں، ٹھہر گئیں۔ اپنے باپ کی سخت، تنبیہہ والی نظریں اُنکو بھی ہولا کر رکھ دیتی تھیں۔

"مجھے زیب پر پورا یقین ہے۔ کل تمہارا بیٹا باعزت بری کروا کر لائے گی۔" اُنکے یقین پر ذکی نے بُرے بُرے مُنہ بنا کر چہرہ پھیر لیا۔ ایک تو یہ منحوس عورت ہر جگہ ہیروئین بن جاتی تھی۔

"ہم خود بھی ویسے نکلوا سکتے تھے۔" ذکی کی دبی دبی آواز پر ہاشم بزنجو نے تپتی نظروں سے اُسکو دیکھا۔

"تو جاؤ! نکلوا کر لاؤ۔ میں زیب کو منع کر دیتا ہوں۔" اُنکے فوراً سے کہے جانے پر کاشف بزنجو تیزی سے سیدھے ہوئے۔

"یہ بکواس کر رہا ہے، بابا۔ کچھ نہیں جانتا اور نہ ہی معاملے کی نزاکت سے واقف ہے۔" ذکی کو سختی سے گھور کر اپنے باپ کو تحمل دِلانا چاہا۔

"تم نہیں لا سکتے کیونکہ نہ تمہارے پاس میزابِ رحمت جتنی ذہانت، عقل اور کنیکشنز ہیں اور نہ ہی تمہیں اُسکی طرح قیامت سَر پر ہوتے ہوئے بھی اپنے اعصاب قابو میں رکھنے کا ہنر آتا ہے۔ کوئی ایک بات بھی ہوتی تم لوگوں میں تو مجھے زیب کو کبھی آگے نہ کرنا پڑتا۔" اُنکے سَرد لہجے میں بہت کچھ اِیسا باور کرواتا ہوا تھا کہ سب ایک دوسرے سے نظریں چُرانے پر

مجبور ہو گئے۔ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے۔ اُنکے کسی ایک لفظ سے کوئی بھی اختلاف کر ہی نہیں سکتا تھا۔ میزابِ رحمت ہی اَزل سے بزنجو خاندان کا سارا بار اپنے کندھوں پر اُٹھاتی آئی تھی۔ ہنگامی صورتحال میں سب کے ہاتھ پیر چھوڑ دینے پر بھی صرف وہی پورے قد سے کھڑے ہو کر سارے معاملے کو ہوشیاری اور چابُک دَستی سے سنبھالتی آ رہی تھی۔ بزنجو خاندان کو کڑے وقت میں ہمیشہ عزت سے بچانے میں جو کرادر میزابِ رحمت کا تھا اُسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قصرِ بزنجو کی ایک ایک اینٹ کو میزابِ رحمت نے اپنا لہو پیش کر کے سینچا تھا۔ اِس قصر کی بُنیادوں کو مضبوطی سے اِستوار رکھنے کے لیئے اُس نے کتنی اَن تھک راتوں میں اپنی نیند قربان کر کے پسینہ بہایا تھا۔ اِسکا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا تھا۔

✓ہمارا خُون بھی شامل ہے تزئینِ گُلستاں میں

ہمیں بھی یاد رکھنا تم، چمن میں جب بہار آئے۔۔۔

اَب دیکھنا یہ تھا کہ بہار کے آنے کے بعد لہو سے اُس چمن کی آبیاری کرنے والوں ہاتھوں کو پزیرائی مِلتی بھی تھی یا نہیں۔

"ہمیں پر اسکیو شن۔۔۔"اُسکو گاڑی سٹریٹ فوڈ میں روکتے دیکھ کر میزاب نے کچھ کہنا چاہا مگر عباس اُسکی اَن سُنی کر کے گاڑی سے باہر نِکلا اور اُسکی جانب کا دروازہ کھولا۔

"ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟"اِرد گرد موجود فوڈ سٹالز کو دیکھ کر جس معصومیت سے پوچھا گیا عباس کے چہرے کو اِتنی کثافت اور تکان کے باوجود مُسکراہٹ چھو گئی۔ باہر نِکلتی میزاب وہیں تھم گئی۔ ساکن ہوتے وجود سے وہ اُس شخص کو پہلی بار مُسکراتے دیکھ رہی تھی۔ اُسے اکثر لگتا تھا کہ اِس شخص کو مُسکرانا نہیں آتا۔ اُس مُسکراہٹ سے ناواقف شخص کو مُسکراتے دیکھنا دِل کو جکڑ لینے والا تجربہ تھا۔

"لوگ فوڈ سٹالز پر کیوں آتے ہیں؟"جواب کے بدلے مُسکراہٹ دبا کر سوال کیا گیا۔

"ریسٹورنٹس میں لوگ آپکو پہچان جائیں گے اور ابھی آپکا میڈیا سے دُور رہنا ہی بہتر ہے۔"وہ اُسکی وضاحت نہیں سُن رہی تھی۔

"تم۔۔۔مُسکراتے بھی ہو؟"اُس مُختلف، یکسر موضوع سے ہٹ کر کیئے جانے والے سوال پر عباس جان نِثار کی مُسکراہٹ سِمٹی۔ چہرہ جُھکا کر اُسکو دیکھا جو چہرہ اُٹھائے چمکتی سُرمئی آنکھوں سے مُسکراتے، معصوم چہرے کے ساتھ اُسے دیکھتے ہوئے عجیب سے احساسات

سے دوچار کر گئی۔اُن سُرمائی آنکھوں میں سارے فوڈ سٹریٹ کی روشنیوں جگمگا کر سامنے گردن جُھکائے کھڑے شخص کو اَسیر کرنے کے درپے تھیں۔

"اِیسے کیا آپ سب کو دیکھتی ہیں؟"اِنتہائی سنجیدگی سے بے حد گھمبیر سوال کیا گیا۔

"ہاں!"سُرمائی آنکھیں ناسمجھی سے چھوٹی ہوئیں اور عباس جان نِثار نے نگاہیں پھیر لیں۔

"آپ کو کچھ کھانا چاہیئے تاکہ سَر کا دَرد ٹھیک ہو۔"نرمی سے کہہ کر عباس تیزی سے پلٹ گیا۔اُسکے چہرے کے وہ ہر دَم سنجیدہ رہنے والے تاثرات غائب ہو چکے تھے۔

قدرے کم رش والے سٹال کے سامنے رک کر عباس نے پلٹ کے اُسکو دیکھا۔

"کیا کھائیں گی؟"وہاں سائیڈ پر مدہم روشنیوں میں بیٹھ کر کھانے والوں کے لیئے نہیں کرسیوں بھی لگائی گئی تھیں۔عباس نے کرسی پیچھے کرتے ہوئے اُسے بیٹھنے کا کہتے ہوئے سوال پوچھا۔

"کچھ بھی۔"سب کچھ بُھلا کر اُن مزے دار سی آتی خوشبوؤں کے سبب چمک اُٹھتی بُھوک کے ساتھ کہا ایک خوف،ایک جھجھک سے کہا گیا۔عباس اُس پھیکے پڑتے چہرے کو نہیں دیکھ رہا تھا،دیکھ لیتا تو ساکت و جاتا مگر ابھی وہ دیکھے بغیر جا کر آڈر لکھوا کر وہیں کھڑے ہو کر اِنتظار

کرنے لگا۔ باری آنے پر سیاہ ٹرے تھام کر ٹیبل کی جانب آیا۔ میزاب نے لرزتی نظروں سے اُس بھری ٹرے کو دیکھا۔

"بسم اللہ کریں!" اُس ٹرے میں پیزہ، برگر، سینڈوچ اور نہ جانے کیا کچھ تھا۔ یوں جیسے وہ سارا مینیو ہی بنوالایا ہو۔ میزاب نے چہرہ اُٹھا کر اُسے آہستگی سے دیکھا۔

"یہ سب کون کھائے گا؟" اُسکے سوال پر عین سامنے کرسی سنبھالتے عباس نے ٹرے اُسکی جانب دھکیلی۔

"آپ!" اُسکی بات پر میزاب کا رنگ کچھ اور ماند ہوا۔

"تم بھی ساتھ دو۔ میں اِتنا کچھ نہیں کھا سکتی۔" سنبھل کر دی گئی دُہائی پر عباس نے ایک نظر اُسکو دیکھا اور پِھر اثبات میں سَر ہلایا۔ وہ صُبح سے کچھ کھائے پیئے بغیر خوار ہو رہی تھی۔ اِیسے میں اُسکا ساتھ دینا بنتا تھا۔

"میں ایک سکینڈ آیا۔" کچھ سوچ کر وہ تیزی سے اُٹھ کر گیا۔ میزاب نے چہرہ پھیر کر اُسکو دیکھا جو فوڈ کارٹ کے بجائے مخالف سمت بھاگ کر جا رہا تھا۔ یونہی چہرہ پھیرے وہ تب تک وہاں دیکھتی رہی جب تک عباس جان نثار اُسی طرح بھاگتے ہوئے واپس آتا نظر نہیں آگیا۔

سُرمائی آنکھوں نے مُسکرا کراُس شخص کو اپنی جانب بھاگ کر آتے دیکھا۔ سارے پھیکے پڑتے تاثرات معدوم ہو گئے۔

"کہاں گئے تھے؟" قریب آکر اُسکے برابر والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے عباس نے چہرہ اُٹھائے بغیر ہاتھ میں تھام رکھا شاپر ٹیبل پر رکھا جِس میں فارمیسی کا سامان تھا۔

"یہ سب کیا ہے؟" اُسکو شاپر میں سے زخموں پر مرہم رکھنے والے سامان کو نکالتے دیکھ کر جو پوچھا گیا اُس پر عباس نے سنجیدگی سے چہرہ اُٹھایا۔

"اپنے ہاتھ آگے کریں۔" اُسکی بات پر میزاب نے ٹھٹک کر اُسکو دیکھا۔

"میں ٹھیک ہوں، جانِ نثار!" اُس نرم، تسلی کرواتے لہجے پر بھی عباس اُسی سنجیدگی سے دیکھتا رہا تو میزاب کو اپنے ہاتھ آگے کرنے پڑے۔ عباس نے گہرا سانس لے کر اُن چھلنی ہتھیلیوں کو دیکھ کر روئی پر ڈیٹول لگا کے زخم صاف کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں پر بینڈیج لگائی۔

"آستین پیچھے کریں۔" اُسکی اگلی ہدایت پر میزاب کے چہرے کا رنگ اُڑا۔

"میں ٹھیک۔۔۔"

"آستین پیچھے کریں۔"اُسکی بات قطع کر کے قطعیت سے کہا گیا۔میزاب نے چہرہ پھیر کر اِرد گرد دیکھا۔وہ اِسی لیئے اُسکو اِتنے کم رش والی جگہ پر لایا تھا۔

"میں اِنتظار کر رہا ہوں، باس۔"اُسکی جھجھک عباس سمجھ سکتا تھا مگر جانتا تھا کہ ہاتھوں سے زیادہ اُسے بازو پر چوٹ آئی ہے تبھی اِسرار کرنے سے خود کو نہیں روک سکا۔میزاب نے سیاہ سوئیٹر کی آستین آہستگی سے پیچھے کی اور عباس نے بے ساختہ پیشانی مَسلی۔

"دوسروں کے بجائے آپکو خود پر دھیان دینا چاہیئے۔"نرم ہاتھوں کے ساتھ اُس گہرے کٹ سے خون صاف کر کے ڈِس اِنفیکٹ کرتے ہوئے جو نصیحت کی گئی اُس پر میزاب اُسے دیکھتے رہنے پر مجبور ہو گئی۔اُسے اِیسا پہلی بار کسی نے اُیسے تفکر سے کہا تھا۔

"آپ خود پر بالکل مہربان نہیں ہیں۔"بینڈیج کھولتے ہوئے مزید مدہم لہجے میں اُسے جس لہجے میں باور کروایا گیا اُس پر سُرمائی آنکھوں میں پانی اکھٹا ہونے لگا۔

"خود کو سب سے پہلے رکھا کریں۔"آہستگی سے بینڈیج لگا کر نرمی سے تھپتھپائی گئی اور تبھی عباس کے ہاتھ پر پانی کے قطرے گرے۔بے طرح چونک کر اُس نے چہرہ اُٹھا کر اُوپر دیکھا

اور اُسے لگا وہ سانس نہیں لے سکے گا۔ اُسکے دیکھتے ہی بھیگتی آنکھوں کے ساتھ مُسکرا اُٹھتی دلکش عورت نے عباس جان نِثار کے دِل کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

"تم اچھی نصیحت کر لیتے ہو۔" اُن نظروں کے اِرتکاز پر میزاب نے پلکیں جھپکتے ہوئے مُسکرا کر کہا جبکہ عباس سنبھل کے پیچھے ہوا۔

"نصیحت نہیں، درخواست ہے۔" اُس مدھم اِستدعا پر میزاب اُس جُھکے چہرے سے نظر نہیں ہٹا سکی۔

"کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔" اُسکا دھیان کھانے کی طرف دِلایا گیا مگر ہاتھ بڑھانے کے بجائے وہ خاموشی سے ٹرے میں سجے خُوشبو لُٹاتے کھانے کو دیکھتی رہی۔ پہلی والی دِل کی کیفیت سِمٹنے لگی۔

"کیا ہوا؟" عباس کے سوال پر اُس نے بامشکل مُسکرا کر سینڈوچ اُٹھاتے ہوئے باقی کی ٹرے اُسکی جانب دھکیلی۔

"تم بھی میرے ساتھ برابر خوار ہوئے ہو۔" اُسکی بات پر عباس اِنکار نہیں کر سکا جبکہ میزاب جِس طرح دھیرے دھیرے کھا رہی تھی وہ عباس کی نظروں سے مخفی نہیں تھا۔

Clubb of Quality Content

"زیادہ مرچیں ہیں؟"اُس شاداب چہرے کو ایک دَم پھیکا پڑتے دیکھ کر عباس کو پوچھنا پڑا۔

"ن۔۔۔ نہیں۔" کھانس کر اُس نے منرلِ واٹر کی بند بوتل کو پکڑنا چاہا۔عباس نے آگے کو ہو کے تیزی سے بوتل کھول کر اُسکے ہاتھ میں تھمائی اور پھر مِیزاب کو چہرہ سائیڈ پہ کر کے پانی غٹا غٹ چڑھاتے دیکھ کے چونک کے آگے ہوا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"اُس متفکر آواز پر میزاب نے بوتل بند کر کے آہستہ سے سَر ہلایا۔

"تم کھانا کھاؤ، پلیز!"وہ اپنے ساتھ صُبح سے خوار ہوتے شخص کو بھوکا نہیں دیکھ سکتی تھی تبھی ضبط کر کے چھوٹے چھوٹے نوالے لیتی گئی۔عباس بر گرآہستگی سے کھاتے ہوئے میزاب کے پھیکے پڑتے نیم رُخ کو بہت توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ تبھی میزاب کا ضبط رُخصت ہوا۔مُنہ پر ہاتھ رکھ کر وہ اُٹھ کر تیزی سے سٹال کے دائیاں جانب سُنسان جگہ کی جانب بھاگی۔ہک دَق رہ جاتے عباس کو لمحہ لگا اور پھر نا سمجھی بھَرے تفکر سے اُٹھ کے اُسکے پیچھے آیا جو جُھک کر زمین پر بیٹھتے ہوئے بُری طرح کھانستے ہوئے قے کر رہی تھی۔اُسکے عقب میں کھڑے عباس کے چہرے کی تشویش اور اِضطراب نیم اندھیرے میں بھی صاف ظاہر تھا۔

"آپ۔۔۔ ٹھیک ہیں؟" اُسکو کھانس کھانس کر بے حال ہوتا وہ مزید دیکھ نہیں سکا تو جُھک کر قدرے سائیڈ پہ پنجوں کے بَل بیٹھ کر اُسکی پُشت نرمی سے تھپکنے لگا۔ میزاب کے ہاتھ آگے بڑھانے پر عباس نے اُس کانپتے ہاتھ پر پانی کی بوتل رکھ دی۔ چہرہ دھو کر چند پَل وہ اندھیرے میں یونہی چہرہ اُٹھائے گہرے سانس لیتی رہی اور پِھر بامشکل اپنے پاؤں پہ زور دے کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایم سوری!" اُسکو دیکھے بغیر کہتے ہوئے وہ اُسکے پاس سے گزری جبکہ عباس بہت کچھ پوچھنے کی چاہ کے باوجود خاموشی سے اُسکے پیچھے آنے لگا۔ موسم میں ٹھنڈک کا اِحساس بڑھتا محسوس کرکے اُس نے اپنا کوٹ اُتار کے میزاب کے شانے پر پھیلا دیا۔ میزاب اِس بار نہیں ٹھٹکی۔ فوڈ سٹال پہ آکر ٹیبل پر پڑے سارے کھانے کو تاسف سے دیکھتے ہوئے اُس نے اِرد گرد نگاہ دوڑائی تبھی سڑک کنارے غبارے بیچتے بچے تک اُسکی نگاہ گئی۔

"یہ سارا کھانا اور مزید اور بھی پیک کروا کر اُس بچے کو دے سکتے ہو؟" اُس نے کلچ سے پیسے نکال کر عباس کی جانب بڑھاتے ہوئے جِس انداز سے پوچھا، عباس نے ایک نظر اُس لرزتے ہاتھ کو دیکھا اور دوسری نگاہ اُس بچے پر ڈال کر وہ ٹرے اُٹھائے مزید آڈر بنوانے اور پیک

کروانے بڑھ گیا۔ پیسوں والا ہاتھ بے دم ہو کر پہلو میں آ گرا۔ وہ وہیں نمکین ہوتی آنکھوں سے اُسے مزید کھانا ڈبوں میں پیک کروا کر اُس بچے کی جانب لے جاتے دیکھنے لگی۔ اُس بچے کی چمک اُٹھتی آنکھوں نے دُور سے بھی میزاب کی پوری ہستی کو روشن کر دیا۔ بے اِختیار مُسکراتے ہوئے اُس نے گہرا سانس لیا۔ عباس اُس بچے کو اپنے والٹ سے پیسے دے کر واپس اُس تک آ رہا تھا۔ میزابِ رحمت مہربان نظروں سے اُسکو تب تک دیکھتی رہی جب تک عباس جان نِثار اُسکے رُو برُو نہیں آ کھڑا ہوا۔

"کیا کھائیں گی؟" آپ کے سوال بہت سنجیدہ اور اِتنا مدہم تھا کہ میزاب کو نگاہ چُرانی پڑی۔

"پیکیجڈ فوڈ میں کچھ بھی۔" اُسکے کہے جانے پر عباس مے اندر تک ٹھٹکنے کے باوجود اثبات میں سَر ہلایا۔

"آپ گاڑی میں بیٹھیں۔ سردی بڑھ رہی ہے۔" اُسکو گاڑی میں بٹھا کر وہ تیز قدموں سے سائیڈ پر بنے مارٹس کی جانب بڑھ گیا۔ میزاب نے چہرہ کھڑکی کی جانب ہی کیا ہوا تھا تبھی اُسکا سیل فون بَج اُٹھا۔

Clubb of Quality Content

"جی، معیز صاحب!" اُسے اِس کال کو اُٹھانی ہی تھی۔ وہ نیوز رپوٹر تھا جسے کل کی رپورٹنگ کرنی تھی۔ صُبح سے وہ اِتنے میڈیا والوں کو بُھگتا چُکی تھی، ایک اور سہی۔

"کل صُبح نو بجے بریفنگ ہو گی، اِنشاءاللہ۔" اُسکے بتائے جانے پر معیز تیزی سے سیدھا ہوا۔

"یعنی آپ تیار ہیں؟" وہ میزاب کے تحقیق کر کے میڈیا بریفنگ دینے کی عادت کے بارے میں واقف تھا۔

"جی! بس آپ سے ہمیشہ کی طرح غیر جانبدار رپورٹنگ کی اُمید ہے۔" اُسی نرمی سے یاددہانی کروانی گئی جو اُسکا خاصا تھی۔

"کیوں نہیں! آپ بھی آج تک غیر جانبداری سے بزنجو ایمپائر کو چلاتی آئی ہیں تو رپورٹنگ ہم پر چھوڑ دیں۔" میزاب جانتی تھی وہ اُسکی بہت عزت کرتا ہے اِسی لیئے مُسکرا کر الوداعی کلمات کہتے ہی کال مُنقطع کر دی تبھی کھڑکی بجی، میزاب نے چونک کر چہرہ پھیرا اور پھر تیزی سے شیشہ نیچے کر کے اُسکے ہاتھ سے شاپر لے لیا۔ عباس کو ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے دیکھ کر اُس نے شاپر میں جھانکا اور پِھر اُسکے چہرے کو مدھم مُسکراہٹ چُھو گئی۔ بیک ویو مرر

نیچے کرتا، عباس کا ہاتھ ساکن کو ااور پھِر سَر جھٹک کر شیشہ نیچے کر دیا۔ گاڑی سٹارٹ ہو کر کے سٹریٹ فوڈ سے نکل کر مین شاہراہ پر پھِر سے دوڑ رہی تھی۔

"مجھے آفس ڈراپ کر کے تم گھر چلے جانا۔" عباس کو کہہ کر چونکا دیا گیا۔ اِس عورت نے اَب بھی گھر نہیں جانا تھا تو کیا وہ آج پوری رات گھر نہیں جائے گی؟ قبل اِسکے وہ کچھ کہتا، میزاب کا سیل فون بَج اُٹھا۔

"اسلام علیکم، زینت!" مُسکرا کر کال اُٹھاتے لہجے کی بشاشت عباس سے مُخفی نہیں رہ سکی۔ اُسکے ایک جھماکے سے یاد آیا کہ جب وہ ایک پُھول کی دُکان پر گیا تھا، وہیں اِس نام کی عورت کے ساتھ میزاب باتیں کر رہی تھی۔ شاید وہ دونوں دوستیں ہوں گی۔ تب بھی گفتگو سے اُس نے یہی اخذ کیا تھا۔

"مُبارک ہو تمہیں عمُرے کی۔" اُسے مُبارک باد دیتے ہوئے شاپر سے سینڈوچ نکال کر اُسکا شاپر نکالا۔

"مُبارک تو گھر آکر ہی قبول ہو گی۔ یہ بتاؤ! کر کیا رہی ہو اِتنی رات گئے باہر؟" ظاہر ہے وہ اُسکی بہترین دوست تھی، اُسے جانتی تھی۔ خبروں میں سب سُن بھی چکی تھی اِسی لیئے میزاب کو اُسکے سوال پر تعجب نہیں ہوا۔

"کھانا کھا رہی ہوں۔" سینڈوچ کھول کر اُس نے آگے ہوتے عباس کا شانہ تھپک کر اُسے متوجہ کیا۔ چونکتے عباس نے چہرہ پھیر کر اُسے دیکھا اور اُسے بڑھے ہوئے سینڈوچ کو وہ جو اِنکار کرنے والا تھا، اُن سُرمائی آنکھوں کو دیکھ کر نہیں کر سکا۔ سَر کو خم دے کے خاموش شکریہ ادا کر کے لیتے ہوئے اُس نے چہرہ پھیر لیا۔

"کیا؟ تم پِھر کھا رہی ہو۔ میزاب کی بچی۔۔۔۔۔" وہ اتنا زور کا چیخی کہ میزاب کو تیزی سے سیل فون کان سے پرے کرنا پڑا۔ اُسکی وہ چیخ خاموش گاڑی میں عباس کی سماعتوں تک بھی گئی مگر وہ یونہی اثر لیئے بغیر ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے سینڈوچ کھا رہا تھا۔

"بد تمیز! پیکیجڈ کھا رہی ہوں۔" کان سہلا کر خفگی سے اُسکی تشفی کروائی گئی۔ اَب کی بار عباس جان نِثار کی بے نیازی میں دراڑ ماتھے پر ظاہر ہوتی شِکن سے واضح ہوئی۔

"کل کا دِن سخت ہو گا۔ دُعا کرنا۔" چند لمحے زینت کی سُنتے رہنے کے بعد اُس نے مدہم سا کہا اور پِھر الوداعی کلمات کہہ کر انگ کی یقین دہانی کرواتے ساتھ اُس نے کال مُنقطع کر دی۔

گاڑی میں ایک بار پِھر خاموشی طاری ہو گئی مگر اَب کی یہ خاموشی ہر بار کی طرح والی نہیں تھا۔ کچھ الگ، کچھ مُنفرد سا تھا اُس خاموشی میں جسے ہم ابھی نام دینے سے قاصر ہیں۔ گاہے بگاہے شاپر کی آواز آتی اور میزاب آگے کو جُھک کر اُس شخص کا شانہ تھتھپا کر اُسے وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ تھما کے اُس جمود کو توڑ کر پاش پاش کر دیتی۔ وقت کی قریب آ لگتی آہٹیں دبی سرگوشی میں آنے والے وقت کے بارے کسی کو خبر دار کرنا چاہ رہی تھیں۔ کیا پِھر کوئی نئی کہانی پنپنے کو تیار تھی؟ سنجرانی اور بزنجو خاندان کے بیچ مزید نفرت کی دیوار اُٹھنے والی تھی؟ کیا پِھر سے ایک جانب سے خیر اور دوسری جانب سے شر کی شروعات ہونے کو تھی؟؟

✓وہ جِس جگہ مارے گئے اَجداد ہمارے

ہم بھی اُسی دَریا کے کنارے ہیں کم و بیش۔۔۔

جاری ہے!

'پابندِ سَلاسِل 'اَز قلم: مرِجان قُطب

چھویں قِسط:

لاتعداد کیمروں کی چہرے پہ پڑتی فلیش میں وہ کرسی پر اعتماد سے بیٹھی میڈیا کے سوالات سُن رہی تھی۔ اُسکے عین سامنے بہت سے میڈیا والے اپنا لیپ ٹاپ کھولے تیزی سے اُنگلیاں چلاتے ہوئے لکھ رہے تھے۔ میزاب نے آگے کو ہو کے مائیک سیدھے کیئے۔ وہ جواب دینے کے لیئے بالکل تیار تھی۔

"اسلام علیکم! میں میزابِ رحمت ہوں اور یہاں آج آپ لوگوں کو کل کے ہونے والے افسوس ناک معاملے کے بارے میں آگاہ کرنے آئی ہوں۔" اُسکی پُر سکون، مُلائم آواز جیسے ہی گونجی، ہال میں ساری سرگوشیاں اور بِھنبھناہٹ تھم گئی۔

"میں بغیر تحقیق کے یہاں نہیں آئی اور آپ سب کو میری سیکٹری نے جو بھجوایا اُمید ہے آپ لوگوں نے اُسے دیکھ لیا ہو گا۔ وہ سیمپلز ہماری فیکٹری میں اِستعمال ہونے والے اور ریڈ سے مِلنے والے مٹیریل کا ہے اور آپ لوگوں کو اُس میں واضح فرق نظر آگیا ہو گا۔" وہ بہت ٹھہر ٹھہر کے کہہ رہی تھی۔ چند قدم دُور، دائیں دیوار کے قریب کھڑے عباس نے چہرہ پھیر کر

Clubb of Quality Content

اُسکو دیکھا جِسکا اعتماد دیکھنے لائق تھا۔اُسکے کان میں لگے ٹریسر کے دوسری جانب جواد موجود تھا۔

"دیکھ لینا یہ اِیسا بیان بدل کر دامن جھاڑے گی کہ تمہاری عقل ٹھکانے آجائے گی۔" جواد کی تپاتی آواز پر عباس نے چہرہ جُھکا کر کان پہ آہستگی سے ہاتھ مار کر اُسے خاموش کروا دیا۔اَب اُسکے کان پُر سکون تھے۔

"اِس واضح فرق کی کوئی وضاحت نہیں۔یہ کوتاہی ہماری جانب سے ہوئی ہے۔سب سے بڑی شیئر ہولڈر، ہاشم بزنجو کی پاور آف اٹارنی اور چیئر ویمن ہونے کے ناطے اِس سب کی ذمہ داری مجھے لینی ہے۔"اُس اگلی بات پر تھمی ہوئی خاموشی بھانت بھانت کی گفتگو میں تبدیل ہو گئی۔عباس نے بے طرح چونک کر چہرہ اُٹھایا اور ششدر ہو کے اُس عورت کو دیکھے گیا جِس کا اعتماد متزلزل کرنا ناممکن تھا۔اپنی سٹڈی کے شاہانہ صوفے کی پُشت پر ہاتھ پھیلا کر بیٹھے ہاشم بزنجو کے چہرے کو بڑی فاتحانہ مُسکراہٹ چُھو گئی۔اُن کی آنکھوں میں اپنے فیصلے کو لے کر جو فخریہ چمک تھی اُس پل وہ بے حد واضح تھی۔

"پندرہ کروڑ کا ہرجانہ ادا کرنے سے میں نہیں پیچھے ہٹوں گی کیونکہ یہ غیر ذمہ داری مُجھ سے ہوئی ہے۔اِس میں میرے لیئے کام کرنے والے لوگوں کا کوئی ہاتھ نہیں۔مجھےایز آ چیئر ویمن اپنے فرائض خوش اسلوبی سے نبھانے چاہیئے تھے۔"اُٹھی گردن مگر مدہم لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنی کرسی چھوڑ کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور سب کیمرہ مینز کے سامنے سَر کو خم کیا۔ پانچ منٹ تک اُس نے چہرہ نہیں اُٹھایا یا شاید وہ چہرہ اُٹھا نہیں سکی۔اِس بات کا فیصلہ چند قدم دُور بے یقینی سے کھڑا اعباس جان نِثار کر نہیں سکا۔اُسکے مضبوط اعصاب کو زندگی کے پینتیس سالوں میں پہلی بار بُری طرح دھکا لگا تھا۔پہلی بار اُسکے پلان اور فیصلوں کے بیچ بُری طرح دراڑ پڑی۔اُسکا وجود آج سے پہلے کبھی زلزلوں کی زَد میں یوں نہیں آیا تھا۔اِس بے یقینی کا کوئی اَنت نہیں تھا۔

"تو یعنی آپ تسلیم کر رہی ہیں کہ آپ سے اِیسی غفلت اور لاپرواہی ہوئی ہے جو لاکھوں لوگوں کی جان لے سکتی تھی؟"اُسی نیوز رپورٹر کی بات پر میزابِ رحمت کی جُھکی پلکوں میں لرزاہٹ اُتری جو دُور سے بھی عباس جان نِثار کی ساکن آنکھوں سے مخفی نہیں رہ سکی۔

"جی! مجھے تسلیم ہے اِسی لیئے پولیس، پروسیکیوشن اور میڈیا کے ساتھ میں ہر ممکن تعاون کروں گی۔" سَر اُٹھا کر سیدھا ہوتے ہوئے اُس نے شاہستگی سے کہا۔ سب لوگ اُسکی زُبان کی پُختگی، ثابت قدمی اور فرض شناسی جانتے تھے۔ گواہ تھے کہ کیسے سامنے کھڑی عورت ہمیشہ حق کا ساتھ دیتے ہوئے، اُصولوں کے ساتھ کام کر رہی تھی تبھی سب نے مزید بحث نہیں کی۔ اُسکے اُصول، زُبان اور کام نے سب کو پابند کر دیا تھا۔

"آپ۔۔۔ سہی کہہ رہے تھے، بابا۔" سامنے صوفے پر بیٹھے کاشف بزنجو نے معنی خیز مُسکراہٹ سے کہتے ہوئے ہاشم بزنجو کو قہقہ لگانے پر مجبور کر دیا۔

"ہم کبھی غلط نہیں ہو سکتے، برخوردار۔" اُنکے لہجے کا زعم اور تفاخر دیکھنے لائق تھا۔ اپنے آفس میں اطمینان سے بیٹھ کر سب دیکھتا جواد ایک جھٹکے سے کرسی چھوڑ کے کھڑا ہوا۔ احتساب سنجرانی نے دانت پیس کر مردانے میں بیٹھے سب سنجیدہ ہوتے مردوں کو دیکھا۔ رحمان بخش سنجرانی کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ کچھ بھی اخذ کرنا ناممکن تھا۔ وہ بے تاثر آنکھوں سے سائیڈ کیمرے سے نظر آتے سٹاف میں سب سے مُنفرد، سب سے نمایاں سیاہ سوٹڈ بوٹڈ

شخص کی ششدر سُنہری آنکھیں دیکھ رہے تھے۔اُن آنکھوں کا محور، تحیر اور بے یقینی نے اُنکو مُٹھیاں بھینچنے پر مجبور کر دیا۔

"میں کہہ رہا تھا نہ آپ سب سے؟"اُس قیامت خیز خاموشی کو احتساب سنجرانی کی متنفر آواز نے توڑا۔

"احتساب!"تنبیہ کرنے والے کریم بخش سنجرانی تھے۔

"میں اَب مزید چُپ نہیں رہوں گا۔اِس ذرا سی عورت نے عباس کے اِنتقام کی بُنیاد گرا دی ہے۔"اُنکا بَس نہیں چل رہا تھا ورنہ سکرین پر نظر آتی پُرکشش سی عورت کا چہرہ نوچ لیتے۔

"میں نے یاد دِلایا تھا نہ تمہیں کہ اِس اِنتقام کا سب سے زیادہ حقدار عباس ہے۔"کریم بخش سنجرانی کا لہجہ بُلند ہونے پر اکبر اور اصغر کے درمیان متفکر نظروں کا تبادلہ ہوا۔

"لیتا رہے وہ اُس خاندان سے اِنتقام مگر میں اِس عورت کو کبھی نہیں بخشوں گا۔"اُنگلی اُٹھا کر سکرین پہ نظر آتی عورت کو قتل کر دیتی نظروں سے دیکھا کر سب کو باور کرایا گیا۔وہ عورت اُن نفرت آنگیز، شرربار نظروں سے غافل اپنی نشست چھوڑ کر اُٹھ رہی تھی اور تبھی سٹیج سے اُترتے ہوئے اُس کا پاؤں رپٹا اور قبل اِسکے مُنہ کے بَل گر کر سنجرانی خاندان کے کلیجے

ٹھنڈے کرتی، دو مضبوط ہاتھوں نے بروقت آگے بڑھ کے اُسے بازوؤں سے تھام کر سہارا دیتے ہوئے اُسکے تھکے، مضطرب چہرے کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔ اَب سکرین میں وہ سنجیدہ، وجیہہ باڈی گارڈ واضح نظر آرہا تھا۔ مردانے میں موجود سارے مردِ اپنی نشست چھوڑ کر تیزی سے آگے ہوئے۔ اُس وقت سُوئی بھی وہاں گرتی تو حشر بپا کر دیتی۔ سب پَھٹتی آنکھوں سے وہ بے یقین منظر دیکھ رہے تھے جِس میں اُنکے خاندان کا ولی عہد، اُنکے اِنتقام کا علَم بُلند کرنے والا غیور عباس جان نِثار اُس دُشمن عورت کے سامنے گھٹنوں کے بَل جُھک کر بیٹھ رہا تھا۔ کیمروں کی پڑتی لاتعداد فلش پر لرزا اُٹھتی دَھڑکنوں کے ساتھ میزابِ رحمت نے چہرہ جُھکا کر پاوں پیچھے کرنا چاہا مگر عباس نے آہستگی سے اُسکا پاؤں تھام کر آگے کرتے ہوئے سینڈل کا کُھلتا سٹرپ بند کیا۔ شہد رنگ نگاہ بے ارادہ بھٹک کر سٹرپ کی نوک سے زخمی ہوتے ٹخنے تک گئی اور پِھر وہ اپنے سامنے کھڑی دُشمنوں کی عورت اور اپنے خاندان پر ڈھائی گئی قیامت سے غافل اُٹھ کھڑا ہوا۔ پریس کانفرنس ختم ہو گئی۔ اشتہار کے بعد، خبریں چلنا شروع ہو گئیں مگر قصرِ سنجرانی کے مردانے میں دَر آئی موت کی سی خاموش نہیں ٹوٹ سکی۔ رحمان بخش سنجرانی کی پتھروں جیسی سنجیدگی محسوس کر کے کوئی جُرأت نہیں کر سکا۔ جہاں 'بزنجو خاندان' میں اُس فتح پر جشن کا سماں تھا وہیں 'سنجرانی' خاندان کی دَر و دیوار سے کئی سال

پہلی والے سوگ لپٹنے لگا تھا۔ایک بار پھر سنجرانی خاندان کو مات ہو گئی تھی۔ایک بار پھر وہ اپنے خیر کی وجہ سے شر کے آگے ناکام ہو گئے تھے۔ایک طرف قہقے اور ٹھٹھے لگ رہے تھے تو دوسری طرف موت کا سناٹا طاری ہو چکا تھا۔رحمان بخش کے پُرانے زخم جو بھرے نہیں تھے، پِھر سے اُدھڑنے لگے۔ایک اور بھیانک وقت کی چاپ اُنکی بوڑھی سماعتوں میں پِھر سے گونجنے لگی۔اُن بوڑھی آنکھوں میں جمع ہوتے پانی میں اپنے محبوب، لاڈلے پوتے عباس جان نِثار کی نگاہوں کا محور، اِرتکاز، وہ تاثرات ثبت ہو کر رہ گئے تھے اور دِل میں بہت سے مرِ چُکے اپنوں کی یاد کروٹ بدل کر پِھر سے سانس لینے لگی تھی۔اُس کمزور، نحیف وجود کی تکلیف سے پَرے شہرِ اقتندار، اسلام آباد کی سلونی فضا میں کوئی نئ محبت کی داستاں رقم ہونے کو بالکل تیار تھی۔آسمان میں اُڑتے لاتعداد کبوتروں کی اُڑان میں وہ اُٹھان باقی نہیں رہی تھی۔اُنکو عدم کیئے جانے کا وقت قریب آلگا تھا۔

✓رفتگاں کو پیاروں کی یاد جب ستاتی ہے

مقبروں سے خاک اُڑ کر بستیوں میں آتی ہے

چار، چھ تماشائی قہقے لگاتے ہیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

زندگی اَسیروں کی بیڑیاں ہلاتی ہے

روشنی مسافر کے ساتھ چل نہیں سکتی

روشنی مسافر کو راستہ دِکھاتی ہے

پُوچھتا ہوں صحرا سے، 'کیا میرا حبیب آیا؟'

دوستی کے خیمے پر دُھول جمتی جاتی ہے

ہر گھڑی کے کونے پر، خاک ایسے ہونے پر

دیکھ ساعتِ وجود، حاشیے لگاتی ہے

آسماں کو تکنے سے اِک اُڑان کی خواہش

اور چِہچہاتی ہے، اور پھَڑ پھَڑاتی ہے

دُور جانے والوں کی کچھ خبر نہیں آتی

دُور جانے والوں کی یاد آئے جاتی ہے۔۔۔

(کمال حَسن)

وہ اپنے آفس کے ریسٹ روم میں صوفے پر بے دَم سی بیٹھی، دُکھتا سَر آہستگی سے دبا رہی تھی تبھی سیل فون کی بجتی آواز پر چونک کر سیدھی ہوئی۔ یہ آواز تو عباس کے سیل فون کی تھی اور اُسکو ہاشم بزنجو نے کال کر کے مُدثر کو لانے کا کہا تھا۔ کچھ چونک کر اُس نے اپنے بیگ کو دیکھا اور یاد آتے ساتھ ہی گہرا سانس لے کر ٹیبل سے جُھک کر بیگ اُٹھایا۔ کل ویئر ہاؤس میں اُس نے لائیٹ بند کرنے کے بعد عباس کا سیل فون بے دھیانی میں اپنے بیگ میں ڈال دیا تھا۔ سیل نکال کے اُس نے آنکھوں کے سامنے کیا۔ جَلتی سکرین پر 'دَاجی' لکھا آ رہا تھا۔ فون یونہی ہاتھ میں لیئے وہ تیزی سے ریسٹ روم اور آفس سے ہوتے باہر آئی۔

"جان نِثار واپس آگیا؟" اُسکا آفس خالی دیکھ کر اُس نے کائنات کے آفس کا دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھا۔

"نہیں میم! ایک گھنٹہ تو لگ ہی جائے گا۔ مُدثر صاحب کی ضمانت تو منظور ہو گئی ہے لیکن آپکو تو معلوم ہے میڈیا ہو گا تو۔۔۔" کائنات نے بات اَدھوری چھوڑ دی۔ میزاب آگے زیادہ بہتر جانتی تھی تبھی اثبات میں سَر ہلا کر واپس آفس میں آگئی۔ مسلسل بجتے سیل فون کو پریشانی

سے دیکھ کے ٹیبل پر رکھ دیا۔ کوئی ضروری کال ہوتب بھی وہ کال اُٹھانے کو اچھا نہیں سمجھ رہی تھی۔ فون بَج بَج کر تھک گیا تبھی اُس نے سکرین پر جگمگاتا میسج دیکھا۔

"کہاں ہیں آپ؟" نازنین نامی لڑکی کے میسج کو ایک نظر دیکھ کر میزابِ رحمت پیچھے ہو کے بیٹھ گئی۔

"نازنین!" بے ساختہ آہستگی سے اُس کے ہونٹوں سے پِھسلا اور پِھر بے اِرادہ نگاہ اپنے پاؤں تک گئی جہاں لگا بینڈ تیج پِھر سے دھڑکنیں مُنتشر کرنے لگا۔ کتنے لمحے یونہی دبے پاؤں گزر گئے اُسے نہیں معلوم تھا۔ وہ چونکی تب بھی نہیں جب عباس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اُسکو جُھک کر پاؤں کی جانب دیکھتے پا کر عباس جان نِثار کے چہرے کا رنگ بدلا، گلے میں گلٹی سی ڈوب کر اُبھری اور پِھر بھاری قدم اندر رکھے گئے۔

"آپ نے گھر کب جانا ہے؟" اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ آج اُسکے دُشمنوں کے ہاں جشن کا سماں ہو گا۔ بڑے پیمانے پہ دعوت رکھی جانے والی تھی اِیسے میں اُن کے کلیجے ٹھنڈے کرنے والی عورت کا وہاں ہونا لازم و ملزوم ہونا چاہیئے۔ میزاب نے بے طرح چونک کر چہرہ اُٹھایا۔

"ہاں!" اُسکی غائب دماغی پر عباس خاموش سے اُسے دیکھنے لگا۔

Clubb of Quality Content

"آج آپکے گھر دعوت ہے۔ آخر آپ نے اِتنی بڑی خوشی سے اُن سب کو نوازا ہے۔"اُس لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ کچھ دیر پہلے اپنے پاؤں کو دیکھ کر دِل میں سِمٹتی کیفیت کو دَھکا لگا۔ وہ جو کچھ کہنے لگی تھی، کہہ نہیں سکی۔ خاموشی سے آگے کو ہو کر ٹیبل سے سیل فون اُٹھا کر اُسکی جانب بڑھایا۔

"بہت معذرت! تمہارا فون میرے پاس رہ گیا تھا۔"اُسکی مُختلف بات پر عباس نے مزید کچھ کہے بغیر اُسکے ہاتھ سے جیسے ہی سیل فون لیا، اُسی وقت 'نازنین کالنگ' لکھا آنے لگا۔

اسلام علیکم، نازو!" سیل فون عُجلت میں کان سے لگا کر وہ تیز قدموں سے آفس سے باہر نِکل گیا۔ پیچھے میزاب شیشے کی دیوار سے اُسکو اِدھر سے اُدھر ٹہل کر بات کرتے دیکھنے لگی۔ وہ اُسکے ہر انداز سے شدید اِضطراب اور بے چینی محسوس کر سکتی تھی۔ پیشانی سہلاتا ہاتھ گہرے تفکر کی غمازی کر رہا تھا۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا بات کر رہا ہے مگر اِتنا ضرور معلوم تھا کہ اُسکو کو مشکل لاحق ہے۔ اگر ہم شیشے کا دروازہ کھول کر باہر آئیں تو ہماری سماعتوں میں عباس جان نِثار کی سنجیدہ مگر اُٹھان سے بھرپور آواز باآسانی گونجے گی۔ اُسکے چہرے کا مُضطرب تاثر، لہجے سے ظاہر نہیں تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تمہارا بھائی پہلے ہے حملے میں ناکام ہو سکتا ہے۔" وہ سوال نہیں تھا۔اِس کی نازنین مُحتسب کو خبر تھی تبھی اُسکے اُٹھے کندھے ڈھیلے ہوئے۔چہرے کا تفکر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"مجھے معلوم تھا آپ کو اِتنی آسانی سے نہیں ہرایا جاسکتا۔" نازنین کے لہجے کے فخر پر عباس کے چہرے کو مُسکراہٹ چُھو گئی۔وہ نہیں جانتا تھا کہ اُسکی مُسکراہٹ نے کسی کو کتنی تقویت پُہنچائی ہے۔میزاب اُٹھ کے اپنی پاور چیئر پہ بیٹھ کر باقی ماندہ کام کرنے لگی۔

"لیکن آبی بھائی! احتساب چچا بہت غصّے میں ہیں۔اُنکا بَس نہیں چل رہا ورنہ وہ کسی میزاب نامی عورت کا قتل کر بیٹھیں۔" اُسکی اگلی بات پر عباس کے چلتے قدم ٹھہر گئے۔بے داغ ماتھے پر شکنیں نمایاں ہوئیں۔

"وہ دَا جی سے بہت اُونچی آواز میں آپکے اور میزاب نامی عورت کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔" اُس بات پر حقیقتاً عباس جان نِثار کا سانس تھم گیا۔چہرے کا رنگ مَاند ہوا مگر اُسکو کچھ خبر نہیں تھی۔

Clubb of Quality Content

"اُنکی باتوں پر دھیان نہ دو۔ ابھی جب نتیجہ اُنکے حسبِ منشاء آئے گا تو خود ہی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔" اُسکا انداز ڈھارس پہنچانے والا تھا۔ نازنین سے زیادہ خود کو باور کروایا گیا۔

"مگر آبی بھائی! یہ میزاب کون ہے؟" نازنین کا سوال دِل و نگاہ کو اُلجھا دینے والا تھا تبھی خاموشی کا وقفہ آگیا۔

"تم نے جان کر کیا کرنا ہے؟" خاموشی کے طویل وقفے کے بعد اِنتہائی سنجیدگی سے سوال آیا۔

"احتساب چاچو کہہ رہے تھے اگر عباس بُھولا کہ میزاب دُشمنوں کی عورت ہے تو آپ دونوں کو زندہ در گور کرنے سے نہیں چُوکیں گے۔" نازنین کے لہجے کی لرزش اور اُن بھاری الفاظ پر عباس کا اندر جُھنجھنا اُٹھا۔

"احتساب چچا کا اِنتقام نے دماغ اُلٹ دیا ہے۔" عباس نے اُس مغلوب کرتی کیفیت سے خود کو بڑی مشکل سے بچا کر سَر جھٹکا۔

"آپ کا تو نہیں اُلٹا نہ، بھائی؟" نازنین کے خدشے نے اگلی پچھلی ساری کسر نکال کر رکھ دی۔ پیشانی مَسلتا ہاتھ، بے دَم ہو کر پہلو میں آگرا۔

Clubb of Quality Content

"آپ۔۔۔آپ واپس آجائیں نہ۔دفع کریں اِس اِنتقام کو،آبی بھائی۔میں مما، بابا کے بعد آپکو نہیں کھوناچاہتی۔"نمناک ہوتی آواز کے تحفظات اور خوف جائز تھے۔وہ کم عمری میں ماں اور باپ دونوں کا دُکھ دیکھ چکی تھی اور مزید ایک اور پیارے کا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں ہوگا،نازو۔تم اپنا خیال رکھو اور خوش آئیند اور مثبت سوچا کرو۔"نرم تنبیہہ کرتے ہوئے اُس نے الوادی کلمات کہہ کر کال مُنقطع کر دی۔اَب اُسکے تاثرات پہلے جیسے نرم نہیں رہے تھے۔نازنین کا لفظ لفظ سماعتوں میں گونج کر خُون کی گردش تیز کر رہا تھا۔ اپنے آفس میں جانے سے قبل اُس نے ایک نظر،بے حد سرسری سے ایک نظر لاتعداد فائلوں میں جُھکی اُس عورت کی جانب ڈالی جسکے بارے میں اُسکے احتساب چچا کھٹک چکے تھے اور عباس سے زیادہ کون اُنکی فطرت کو جانتا تھا۔ساری کیفیات پَرے دھکیل کے وہ اپنے آفس کا دروازہ دھکیلتا ہوا اندر چلا آیا اور پِھر ٹیبل پر رکھا لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھتے ہوئے دو حرفی پیغام بھیجا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"شرافت دیکھادو!" اور پھر پیغام بھیج کر اُن سُنہری آنکھوں میں روشن کردینے والی مُسکراہٹ دوڑ گئی۔ایک بار پھر اُسکا سیل فون بجا اور اَب کی بار 'جواد کالنگ' والے نمبر کو مُسکراتے ہوئے اُٹھایا گیا۔

"تو تیار ہو تم؟" اُسکی مُسکراتی آواز پر دوسری جانب جواد کا چھت پھاڑ قہقہ بے ساختہ تھا اور اُس قہقے کو سُنتے ساتھ وہ خود بھی ہر فکر سے آزاد ہو کر بے ساختہ گردن پیچھے کو پھینکے ہنستا چلا گیا۔میزاب کا آفس اِتنا دُور نہیں تھا کہ آواز وہاں تک نہ پُہنچتی۔اُس قہقے پر میزاب نے بے طرح حیرت سے چہرہ پھیر کر سائیڈ شیشے سے نظر آتے دوسرے آفس میں بیٹھے عباس کو دیکھا اور سُرمائی آنکھیں لرز کر ساکن سی اُسے مردِ کو پہلی بار یوں قہقے لگاتے دیکھنے لگیں۔اُس نے اپنی زندگی میں آج سے پہلے کبھی کسی کو اِتنا خوبصورت ہنستے نہیں دیکھا تھا۔وہ اگر مُسکراتا نہیں تھا تو ٹھیک ہی کرتا تھا۔اُسکی مُسکراہٹ بڑی منفرد اور دلکش تھی۔تھا تو یہ خالص زنانہ سا تبصرہ مگر میزابِ رحمت خود ہی اِس تبصرے پر دِل ہی دِل میں مُسکرانے لگی۔وہ یونہی مُسکراتی رہتی اگر جو سیل فون پر آتے ثریا اصفہان کے میسج کو نہ پڑھتی۔اُس پیغام نے وہ بے رِیا، حسین مُسکراہٹ اُس چہرے سے نوچ کر دُور پھینک دی۔

✓آگہی فرطِ مسرت کو نِگل جاتی ہے

تم نے آسان سمجھ رکھا ہے دانا ہونا۔۔۔

(مرشد صدیقی)

"آخر تم پِھر سے ایک بار بچ نکلے۔" اُسکے برابر دَھپ سے بیٹھتے دوست کی بات پر مُدثر نے مُسکرا کر اُسکو دیکھا۔

"میں اِیسے کام نہیں کرتا جِس سے میرے خاندان کی بدنامی ہو۔" اُسکا فخر دیکھنے لائق تھا۔

"یہ تو تم نے بالکل سہی کہا۔" اُسکے برابر بیٹھتے ذکی نے اپنے دوست کے ہاتھ سے اُم الخبائث کی بوتل لیتے ہوئے اُسکی جانب بڑھ کر کہا۔ اُسکے قدم اِدھر اُدھر ڈگمگا رہے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ نشے کی زیادتی سے اُسکا دماغ ٹھکانے پر نہیں۔ مُدثر کی جیسے ہی اُس تک نظر گئی۔ تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ کر اُس تک آیا اور ایک محتاط نظر اِرد گرد دوڑا کر اُسکے ہاتھ سے بوتل لینی چاہی مگر ذکی بروقت پیچھے ہو گیا۔

"ذکی! مہمانوں کے سامنے میں کوئی تماشا نہیں چاہتا۔" آگے کو ہو کر اُس نے ذکی کو دبی آواز میں تنبیہہ کی مگر ذکی اُسکو کندھے سے دھکا دے کر آگے بڑھا جہاں مُدثر کے سرکل کی فی۔میل فرینڈز بیٹھی تھیں۔

"انجوائے کرو، برو۔ آج کا جشن تمہارے نام۔" پلٹ کر اُس نے سنجیدگی سے خود کو دیکھتے مُدثر کو آنکھ ماری اور ایک لڑکی کے برابر بیٹھ گیا۔ وہ جیسے ہی اُٹھنے لگی، ذکی نے اُسکو کلائی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنے برابر بٹھالیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ کوئی دبو سی لڑکی تو تھی نہیں جو چُپ چاپ دُبک کر بیٹھ جاتی۔

"بدتمیزی تو ابھی میں نے کی ہی نہیں۔" خباثت سے مُسکرا کر جو کہا گیا اُس پر سب کے درمیان معنی خیز نظروں کا تبادلہ ہوا۔

"ذکی!" مُدثر نے دانت پیس کر اُسے دیکھا جو وہاں چوڑا ہو کر بیٹھ چُکا تھا۔ باہر مین ہال میں سارے مہمان جمع تھے اور وہ مزید کوئی تماشا نہیں چاہتا تھا۔

"یار! انجوائے کر بیٹھ کے۔" مُدثر کے دوستوں اُسکو کھینچ کر اپنے ساتھ اُس کمرے سے مُلحق کمرے میں لے گئے۔ جانے سے قبل وہ ذکی کو تنبیہی نظروں سے دیکھنا نہیں بھولا تھا۔

"اُس بچارے کو کبھی اکیلا بھی چھوڑ دیا کرو۔"مُدثر کے دوست نے اُسکو زبردستی دوستوں کی محفل میں گھسیٹتے ہوئے پُر مزاح کہا۔

"تم اُسکو ابھی جانتے نہیں ہو۔اُسکو کوئی بھروسہ نہیں وہ کہیں بھی بلاسٹ۔۔۔۔"مُدثر کا جملہ کانچ کے ٹوٹنے اور ایک دَرد بھَری اُونچی چیخ نے مکمل نہیں ہونے دی۔سب لڑکے بھاگ کر دوسرے کمرے کی جانب بڑھے اور اُن سب میں آگے بدحواس سا مُدثر تھا۔

دوسرے کمرے کا دروازہ کھولتے ہی باقی لڑکوں کی جہاں چیخیں نکلیں وہیں مُدثر لرز کر اپنے قدموں پر ساکن ہوا۔کانچ کا ٹیبل ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو چُکا تھا اور یقیناً یہ اُس لڑکی کے سبب تھا جو اوندھے مُنہ زمین پر گری خُون میں ڈوبی ہوئی تھی۔اُسکے گرد خُون تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

"کمینی! مجھے اِنکار کرتی ہے۔"ذکی پر خُون سوار تھا۔لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اُس کانچ کی بھاری بوتل اُس لڑکی کے سَر پر پوری قوت سے دے ماری۔ساری لڑکیاں چیختے چلاتے اپنی جگہ سے اُٹھ کر سہمتے ہوئے ایک دوسرے سے آلگیں جبکہ اُنکی چیخیں پر ذکی وہ ٹوٹی بوتل لہراتا ہوا اُن تک آیا تبھی مُدثر کو ہوش آیا۔

"ذکی!"اُس نے زندگی میں پہلی بارِاتنا خُون دیکھا تھا تبھی قدم لرز کر رہ گئے۔ذکی نے پلٹ کر کینہ توز نظروں سے اُسکو دیکھا۔

"لو جی! ہیرو صاحب آ گئے۔"اُسکے دانت کچکچاتے انداز پر مُدثر نے پیلے پڑتے چہرے کے ساتھ کمرے میں موجود تمام لڑکیوں اور لڑکوں کے خوفزدہ چہرے کو دیکھا۔

"کوئی کیمرہ نہیں کھولے گا۔"کسی لڑکی کو سیل فون نکالتے دیکھ کر مُدثر شیراز کو ہوش کی دُنیا میں آنا پڑا۔

"میں ایمبولینس کو کال کرنے۔۔۔"لڑکی نے ہکلا کر کہنا چاہا مگر مُدثر نے آگے بڑھ کر اُسکا سیل فون لیتے ہوئے پوری قوت سے زمین پر پٹخ دیا۔

"اگر یہ بات باہر گئی تو تم سب کا بھی یہی حال ہو گا۔"اب کے اُسکے لہجے میں ذکی کی آنکھوں سے زیادہ تُندہی تھی۔سب نے گھبرا کر اپنے سیل فون چھوڑ دیئے کیونکہ وہ مُدثر شیراز کو بہت اچھی طرح جانتے تھے۔

تم۔۔۔! یہاں سے ہلنا مت۔"اُنگلی اُٹھا کر ذکی کو تنبیہہ کرتے ہوئے وہ تیز قدموں سے دروازے تک گیا اور کھول کر باہر نکلا۔راہداری سُنسان تھی مگر اُسکے ساتھ ہی مُلحق ہال میں

ہاشم بزنجو کی تمام کاروباری، سیاسی اور سماجی شخصیات بیٹھیں تھیں۔ایک نظر دروازے پر ڈال کے وہ جیسے ہی آگے بڑھا سامنے سے آتی میزاب کو دیکھ کر جِس طرح بوکھلا کے تیزی سے پیچھے ہوا، میزاب نے ٹھٹک کر اُسے بغور دیکھا۔

"سب ٹھیک ہے، مُدثر؟" اُسکے نرم اِستفسار پر مُدثر نے گہرا سانس لیا۔کوئی بوجھ تھا جو اعصاب سے سرکتا محسوس ہوا۔اُسکے سامنے میزابِ رحمت تھی۔تمام مسئلوں کو منٹوں میں حل کر لینے والی۔

"ایک چھوٹا سا مسئلہ ہو گیا ہے، زیب۔" ماتھا سہلا کر وہ تیزی سے اُس تک آیا جبکہ عُجلت میں میزاب کے پیچھے کھڑے عباس کو نظر انداز کر گیا جو آنکھوں میں عجیب سی سختی لیئے اُسکو دیکھ رہا تھا۔

"اندر ذکی نے نشے کی حالت میں ایک لڑکی۔۔۔" اُسکا جملہ بھی مکمل نہیں ہو سکا اور میزاب نے اُسکو پوری قوت سے سائیڈ پر دھکا دے کر دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا۔اندر کا منظر رُوح سلب کرنے والا، قیامت خیز تھا۔لمحے بھر کو میزابِ رحمت کے چہرے کا رنگ نُچڑ گیا۔قدم بے جان ہونے پر جیسے ہی لڑکھڑائی پیچھے موجود عباس نے بروقت آگے آکر اُسکو بازو سے

تھام کر سنبھال لیا۔ بھیگتی آنکھیں لرز کر پلٹتے ہوئے سُنہری آنکھوں سے ٹکرائیں اور عُباس جان نِثار کا دِل پوری قوت سے سُکڑ کر پھیلا۔ اُسکا چہرہ برف کی مانند سفید ہو رہا تھا۔

"جان نِثار! ایمبولینس کو کال کرو۔" اِس سے پہلے کہ عباس اُسکے ٹھیک ہونے کی یقین دہانی لیتا اُس نے بامشکل خود کو سنبھال کر مُدثر کو چونکا دیا۔

"تم۔۔۔ کیا کر رہی ہو؟ باہر سارے۔۔۔" وہ جانتا تھا کہ میزاب کو سارے مسئلے سنبھالنے آتے ہیں مگر وہ یہ کرے گی، اِسکا اندازہ نہیں تھا۔

"شٹ آپ!" عباس کا بازو آہستگی سے چھوڑ کر اُس نے یک دم غُرا کر کہتے ہوئے سب کو دُبکا دیا۔ میزاب آہستہ قدموں سے اُس لڑکی تک آئی جِسکا خُون فرش کو تیزی سے رنگین کرتا جا رہا تھا۔ لَب بھینچ کر اُس نے پلٹتے ہوئے ذکی کو دیکھا اور وہ نظریں اِیسی تھیں کہ ذکی کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ ساری مستی کافور ہو گئی۔

"ایمبولینس آ رہی ہے۔" عباس کی اطلاع پر میزاب نے اپنا کوٹ اُتار کے اُس لڑکی کے اُوپر ڈالنے کو جُھکی۔

"باہر بہت اہم شخصیات بیٹھی ہیں، میزاب۔ یہ بات باہر۔۔۔" مُدثر نے پریشانی سے لَب کُچلتے ہوئے کچھ کہنا چاہا مگر میزاب ایک جھٹکے سے کھڑی ہو کر اُسکی جانب پلٹی۔

"کیا بکواس کر رہے تھے تم؟ چھوٹا سا مسئلہ؟ یہ چھوٹا سا مسئلہ ہے۔ یہ وقعت ہے اِنسانی جان کی تمہاری نظر میں؟ شرم نہیں آئی یہ بکواس کرتے ہوئے۔" وہ چیخ نہیں رہی تھی مگر اُسکے مدہم لہجے نے مُدثر شیراز کا سارا لہو خشک کر دیا۔ عباس بے حد توجہ سے اُن شعلے اُگلتی سُرمائی آنکھوں کو دیکھنے لگا تھا۔

"تم یا تمہارا یہ گھٹیا بھائی یہاں مرے پڑے ہوتے نہ تب یہ بکواس کرنی تھی۔" اُسکا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ مُدثر کا چہرہ تھپڑوں سے لال کر دیتی۔

"اُسکو کچھ مت کہو، میری۔۔۔" ذکی جیسے ہی قریب آیا میزاب نے پوری قوت سے سیدھا ہاتھ گُھما کر اُسکے گال پر تھپڑ جھڑ کر اُسکو لڑکھڑا کر زمین بوس ہونے پر مجبور کر دیا۔

"دُعا کرو کہ اِس لڑکی کو کچھ نہ ہو۔" اُسکا ایک ایک لفظ لہو جما دینے والا تھا۔ ذکی وہیں قالین پر گر کر کانپنے لگا۔ سارا نشہ اُس ایک تھپڑ کی وجہ سے نو دو گیارہ ہو چُکا تھا۔ ایمبولینس کے ہارن پر عباس تیز قدموں سے باہر بھاگا اور لمحہ نہیں گزرا ہو گا جب پیرامیڈیکل سٹریچر لے کر اندر

داخل ہوئے۔اندر کا ماحول اُنکے لیئے نیا نہیں تھا تبھی چونکے بغیر اُس لڑکی کو اُنہوں نے احتیاط سے سٹریچر پر لٹایا۔

"میں ہاسپٹل جارہی ہوں اور تم۔۔۔ میڈیا کو کنٹرول کرو۔اگر اِس لڑکی کا چہرہ، نام یا کچھ بھی باہر گیا تو کسی کی خیر نہیں۔"مُدثر کو تنبیہی نظروں سے کہہ کر وہ تیز قدموں سے پیرامیڈیکل سٹاف کے پیچھے بھاگی۔ہال میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں مگر اُسکو معلوم تھا کہ ہاشم بزنجو سب سنبھال لیں گے تبھی ایمبولینس میں بیٹھنے سے پہلے اُس نے ایک میسج اُنکے نمبر پر کر کے اُنکو حالات سے خبردار کر دیا تھا۔دروازہ بند کر کے جِس وقت عباس بھی اُسکے برابر بیٹھا، میزاب نے چونک کر اُسکو دیکھا۔

"تم۔۔۔گھر جاؤ، جان نِثار۔میں سب مینیج کر لوں گی۔"اُن انکھوں اور نرم لہجے کی حلاوت پر عباس نے چہرہ جُھکا کر اُسکے گود میں دھرے لرزتے ہاتھوں کو دیکھا اور پِھر ایمبولینس کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"میں جانتا ہوں آپ سب مینیج کر سکتی ہیں مگر اِس کارِ خیر میں مجھے بھی حصّہ لینے دیں۔"

ایمبولینس سٹارٹ ہو کر گولی کی رفتار سے قصرِ بزنجو کو پیچھے، بہت پیچھے چھوڑتے ہوئے 'الشافی

ہاسپٹل 'کی جانب بڑھ رہی تھی۔ وہی ہاسپٹل جِس کی بُنیاد بزنجو خاندان نے رکھی تھی۔

میزاب صرف چندپل کو عباس کے حوصلہ دیتے الفاظ پر چونکی دوسرے ہی پل سیل فون بیگ سے نکال کر اپنے فیملی ڈاکٹر کو کال کرنے لگی۔

"ڈاکٹر رضا! آپ ڈیوٹی پر ہیں؟" اُسکے سوال پر گھر جانے کو تیار رضا نے ٹھٹک کر اپنے ہاتھ میں پہنی گھڑی دیکھی جو رات کے دس: تیس بجا رہی تھی۔

"ہاں! سب خیریت ہے، میزاب؟" وہ اُنکے فیملی ڈاکٹر کا بیٹا اور میزاب کا بہت اچھا جاننے والا تھا۔اِیسے میں وہ مختلف فیورز اُس سے ہی لیتی تھی۔

"میں آپ کے ہاسپٹل آرہی ہوں ایک مریض کے ساتھ۔اُسکی حالت بہت نازک ہے اور خُون بہت زیادہ بہہ چُکا ہے۔" اُسکی مزید معلومات پر رضا نے اپنے آفس ٹیبل پر موجود بٹن دبا کر ہاسپٹل میں ایمرجنسی کا الارم بجا دیا۔

"ہم بس پانچ منٹ میں پُہنچنے والے ہیں۔" کال بند کر کے اُسکے اعصاب سے کوئی بوجھ سرکنے لگا مگر ابھی بہت مشکل مراحل باقی تھے۔اُس نے اپنے ہاسپٹل کا اِنتخاب اِسی لیئے کیا تھا کہ میڈیا اور پولیس کی مُداخلت سے ہٹ کر صرف علاج یہیں ممکن تھا۔لڑکی کی جان بچانا

اُسکی پہلی ترجیح تھی۔اِسکے بعد جو بھی ہونا تھا وہ دیکھا جاسکتا تھا۔ایمبولینس ایک جھٹکے سے ہاسپٹل کی ایمرجنسی کے داخلی دروازے کے سامنے رُکی۔کئی ڈاکٹر بھاگتے ہوئے باہر آئے جِن میں سب سے آگے ڈاکٹر رضا تھا اور پھر عباس دروازہ پیچھے کھول کر خود اُترا اور ہاتھ میزاب کی جانب بڑھایا۔قریب آتا رضا صرف ایک پَل میزاب کو اُس اجنبی شخص کا ہاتھ تھام کر اُترتے دیکھ کے ٹھٹکا اور دوسرے پَل باقی سب کی مدد سے سٹریچر کھینچ کر نیچے اُتارنے لگا۔

"رضا!" وہ جیسے ہی سب کے ساتھ سٹریچر اندر لے جانے لگا،میزاب کی پُکار پر ٹھہرا۔باقی سب کو فوری اندر لے جاکر ٹریمنٹ سٹارٹ کرنے کا کہہ کر وہ اُس تک آیا۔

"اقدامِ قتل کا کیس ہے،رضا۔میں باقی سب سنبھال لوں گی۔آپ بس اُس لڑکی کو بچا لیں۔"عباس کو یہاں پر بھی لگا اُسکے برابر کھڑی عورت اِس دُنیا کی نہیں ہے۔گُداز ہوتے دِل سے وہ اُس سحر زدہ کرتی عورت کے چہرے کے غمگیں تاثرات کو دیکھ کر نئے سرے سے مُضطرب ہو رہا تھا۔دِل کی دُنیا میں اُٹھتا کہرام گھبراہٹ میں مبتلا کردینے والا تھا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں۔"رضا توقف کے بعد کچھ کہنے کے قابل ہوا۔

"تم فکر نہ کرو۔ وی وِل ٹرائے آور ویری بیسٹ۔" اُسکے ڈھارس دیتے الفاظ بھی میزاب کے اندر کی کثافت اور گھٹن کو کم نہیں کر سکے۔ رضا نرمی سے مُسکرا کر اندر ایمر جنسی دروازے سے بھاگ کر اندر چلا گیا۔ میزاب چند پَل یونہی چہرہ گُھما کر رات کی پھیلتی تاریکی کو خالی ہوتی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ دِل میں اِتنا حزن تھا کہ اُسکی تکلیف اُس معصوم چہرے تک سے نمایاں تھی۔

"آپ۔۔۔ ٹھیک ہیں؟" نہ جانے کیوں عباس جان نِثار خود کو روک نہیں سکا۔ میزاب نے گہرا، تھکتا سانس فضا کے گرد سُپرد کیا۔

"نہیں، جان نِثار!" عباس نے تحیر سے آنکھیں پھیلا کر اُسکو دیکھا۔ یہ اِن چند مہینوں میں پہلی بار تھا کہ میزاب نے اِتنا مایوس کن اور سوگوار جواب دیا تھا ورنہ وہ تو ہر دم عباس تک کے سامنے سب ٹھیک ہے کا ورد کرتی رہتی تھی۔

"ابھی مجھے اُس لڑکی کے گھر والوں کو بھی بُلانا ہے۔" چہرہ جُھکا کر گھٹتی آواز میں اُس نے بے حد دِقت سے کہا۔ عباس اُس عجیب دُھوپ، چھاؤں جیسی عورت کو دیکھ کر رہ گیا۔ وہ جِتنا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اُسکے قریب ہو کر اُسے جاننے کی کوشش کر رہا تھا میزابِ رحمت اُتنا ہی اِسرار میں لپٹتی جا رہی تھی، اُسکے دِل کا تجسُس بڑھا رہی تھی مگر خود یقیناً غافل تھی۔

"میں کال کر دیتا ہوں۔" اُس نے میزاب کا بوجھ بانٹ لینا چاہا۔

"نہیں جان نِثار! اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی۔" اُسکی اگلی بات پر جان نِثار نمک کے مُجسمے میں تبدیل ہو گیا۔ دِل اگر دھڑکتا بھی تھا تو فلحال نہیں۔ شوق کی بیداری کا کوئی وقت متعین تھا، تو یہی تھا۔

"یہ میرا بوجھ ہے، جان نِثار۔ تمہارے کندھے پر میں کبھی بندوق نہیں رکھ سکتی۔" اُسی نرم لہجے میں باور کروایا گیا جو اُسکا خاصا تھا مگر آج وہ کچھ عجیب طرح سے عباس جانِ نثار سنجرانی کے دِل پر اثر انداز ہوا تھا۔ اپنے الفاظ کے اثر سے غافل وہ آگے بڑھ گئی مگر عباس وہیں کھڑا رہا۔

"جان نِثار!" اپنے ہمقدم قدموں کو نہ محسوس کر کے اُس نے پلٹ کر پُکار کر عباس جان نِثار کو کسی ماورائی خواب سے بیدار کر دیا۔

وہ کسی خاص، کوئی نئی کیفیت کے زیرِ اثر اُس عورت کے نقشِ قدم پر چلا پڑا مگر کہیں پیچھے اُسکا

دھڑک اُٹھتا ہیولا ابھی تک وہیں ساکن تھا۔

✓ پیروں کو پوچھیئے تو وہیں پر جمے ہوئے

آنکھوں میں جھانکیئے تو کہیں جا رہا ہوں میں۔۔۔

(ادریس باہر)

وہ ہاسپٹل کی بیچ کوریڈور میں دیوار سے ٹیک لگا کر نہ جانے کب سے کھڑی تھی۔ اندر آپریشن ہو رہا تھا اور اُسے ایک لمحے کے لیئے بھی یہاں سے نہیں ہلنا تھا۔ جب تک ڈاکٹر رضا کچھ مثبت جواب نہیں دیتے وہ اُس لڑکی کے گھر میں اطلاع کرنے کی ہمت خود میں نہیں لا سکتی تھی۔ عباس بلڈ بینک سے خُون کی بوتلیں لے کر واپس آ رہا تھا تبھی اُسکی نگاہ دیوار سے ٹیک لگا کر ابھی تک کھڑی میزاب تک گئی۔ دونوں ہاتھ دُعائیہ اپنے ہونٹوں سے لگا کر، آنکھیں موندیں وہ گہری ریاضت میں مصرف تھی۔ نرسوں کے حوالے خُون کی بوتلیں کر کے عباس خاموش قدموں سے اُس تک آیا جسے اُس نے کبھی سُکھ سے نہیں دیکھا تھا۔ ہر وقت بھاگ

دوڑ، دوسروں کے مسئلے سُلجھانا، سارا بار اپنے کندھوں پر اُٹھائے اِدھر اُدھر بھاگتے رہنا۔ اُسکا دِل بے اِختیار اُس عورت کے لیئے پسیجنے لگا جِس کو سارے زمانے کی فکر تھی۔ جو عباس کے لیئے 'سارے جہاں کا دَرد ہمارے جگر میں ہے' کی جیتی جاگتی مثال تھی۔ اُس دُشمن، نفرت انگیز، بے حس، سخت سے خاندان میں رہنے کے باوجود کس قدر نرم، کتنی بے ریا اور معصوم تھی۔ اُن لرزتی پلکوں کی جُنبش دیکھتے ہوئے دھڑکنوں کے ساتھ عباس جان نِثار کی سوچیں بھی بے اِختیار ہو چُکی تھیں۔ یہ مغلوب کرتی کیفیت جِن میں وہ نہ جانے کب سے مبتلاِ محسوس کر رہا تھا خود کو اُسے اعصابی طور پر تھکانے لگی تھی۔ نہیں بُھولنا چاہتا تھا کہ وہ دُشمنوں کی عورت ہے جِس کی سمت جا کر اُسکی نظر ٹھہر جاتی ہے، دھڑکن بے ترتیب ہو جاتی ہے مگر عباس جان نِثار بُھولنے لگا تھا۔ اِس بُھول کا کیا اَنجام ہونے والا تھا اِس سے وہ بے خبر تو نہیں تھا مگر مسئلہ یہ تھا کہ بات اُسکے اِختیار سے باہر ہونے لگی تھی۔ کیا وہ خود کے بچاؤ کے لیئے کوئی تدبیر کر سکتا ہے؟

✓ طبیعت کی کشاکش نے ہمیں آخر ڈبونا تھا

کبھی دریا لگا اچھا، کبھی ساحل پسند آیا

متاعِ سوختہ دِل سے لگائے پھرتا رہتا ہوں

کہ شہرِ آرزو جیسا بھی تھا، حاصل پسند آیا

عَجب رَنگ آگیا ہے دِل کے خُوں ہونے سے آنکھوں میں

ہمیں بھی اَب کے گریہ میں لہو شامل پسند آیا

نہ تھا یوں بھی کہ جِس کو دیکھتے، ہم اُسکے ہو جاتے

کہ تُو بھی تو ہمیں جاناں! بَصد مشکل پسند آیا

فراز اپنی اَدا کا ایک دیوانہ ہے کیا کیجیئے

اُسے سارے مسیحاؤں میں اِک قاتل پسند آیا۔۔۔

(احمد فراز)

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ایک نظر اُن لرزتے ہاتھوں کو دیکھ کر نگاہیں سامنے سفید دیوار پر جماتے ہوئے اُس نے آہستگی سے کہتے ہوئے میزاب کو چونکا دیا۔ آنکھیں کھول کر ہاتھ پہلو میں گراتے ہوئے اُس نے چہرہ پھیر کر اپنے برابر کھڑے شخص کو دیکھا جو اُسے بہت کم دیکھتا

تھا مگر اُسکے باوجود میزاب کو وہ ہر وقت چوکنا اور متوجہ محسوس ہوتا تھا۔جو ہر مشکل میں اُسکے ساتھ کسی گھنے، سایہ دار شجر کی مانند ایستادہ تھا۔دِل کی تماثیل پر لرزا اُٹھتی آنکھیں بےاِختیار جُھک گئیں۔

"اِنشاءاللہ!"اُس نے جیسے سب سے زیادہ خود کو تسلی دی۔دونوں کے درمیان موجود خاموشی پِھر گہری ہونے لگی تبھی اُس نے کچھ سوچ کر ایک نمبر ملایا۔

"تقی! مجھے اُس لڑکی کے گھر والوں کی معلومات بتادو۔"اُسکی بات پر صرف ایک بار تقی چونکا اور پِھر اُسکو سب بتانے لگا۔

"اُسکو ایک بڑی بہن ہے بس۔پیرنٹس کی ڈیتھ ہو چُکی ہے۔ثمرہ نام ہے اُس لڑکی کا۔میں تمہیں اُسکی بہن اشمارہ کا نمبر بھیجتا ہوں۔" تقی کے بتائے جانے پر اُسکے دِل پر مزید بوجھ گرنے لگے۔

"جذاک اللہ، تقی!"نرمی سے کہہ کر اُس نے کال مُنقطع کر دی۔چند پَل بعد سکرین پر نمبر نمودار ہوا۔وہ یونہی بغیر پلک جھپکے اُس نمبر کو دیکھتی رہی۔کسی کو غم کی اطلاع دینے کی ہمت

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کہاں سے خود میں لاتی۔ لرزتے ہاتھوں سے اُس نے نمبر ملا کر سیل فون کان سے لگایا۔ بیل جا رہی تھی اور پھر مصروف سا سلام کی آواز سُنائی دی۔

"وعلیکم السلام! میں میزاب بات کر رہی ہوں ثمرہ کی دوست۔ آپ ثمرہ کی بہن ہیں نہ؟"

اُسکے سوال پر دوسری جانب اشمارہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"جی! سب خیریت ہے؟" دوسری جانب کی خاموشی کی وجہ سے لمحہ لگا اُسے کچھ بھانپنے میں۔

"آپ کی بہن ہاسپٹل میں ہے۔ آپ اسلام آباد الشافی ہاسپٹل آ سکتی ہیں؟" آنکھیں بند کر کے چہرہ جُھکا یا گیا۔

"اللہ! کیا ہوا ثمرہ کو؟ م۔۔۔ میں تو۔۔۔ کراچی ہوں۔ مجھے پُہنچنے میں دیر لگ سکتی ہے۔ وہ ٹھیک تو ہے نہ؟" دوسری جانب اُسکی بہن کے ہاتھ پیر پُھول گئے۔

"آپ آرام سے آجائیں میں یہاں ثمرہ کے پاس ہوں۔ اِنشاءاللہ وہ بالکل ٹھیک ہو گی جب تک آپ یہاں آئیں گی۔" اُسکے لہجے کے یقین پر عباس نے چہرہ پھیر کر اُس چہرے کو دیکھا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"اگر آپ کو مشکل ہے تو میں آپکے آنے کا بندوست کروا سکتی ہوں۔"اُسکی جِھجھکتی آواز پر اُٹھتی اثمارہ کے قدم تھمے۔

"میں آپ کی کراچی سے اسلام آباد کی فلائیٹ بُک کروا دیتی ہوں۔ آپ اپنے پاسپورٹ اور باقی معلومات مجھے اِسی نمبر پر بھیج دیں۔"اُس لہجے میں کچھ اِیسا تھا کہ اِتنی شدید پریشانی میں اثمارہ کے اعصاب سنبھلنے لگے۔

"آپ۔۔۔اِیسا کر سکتی ہیں؟"اُسکی آواز میں خدشے تھے۔

"بالکل بے فکر ہو کر آپ اپنی تیاری کریں۔ میں آپکو ٹکیٹس کی تصاویر بھجواتی ہوں۔"مزید تسلی آمیز باتیں کہہ کر اُس نے تیزی سے کال مُنقطع کی۔ جانتی تھی کہ جب اُسکی بہن آئی گی تو سب سے پہلا اُسکا چہرہ ہی تھپڑوں سے لال ہو گا مگر اُسے اپنے اِختیار میں ہر کام کرنا تھا۔ اگلے دس منٹوں میں کائنات کو کال مِلا کر اُس نے اثمارہ کی بھیجی گئی تمام اہم معلومات کائنات کو فارورڈ کر کے گہرا سانس لیا۔ اُسے اَب ٹکیٹس کا اِنتظار کرنا تھا۔ پندرہ منٹ گزرتے ہی کائنات کے میسج نے اُسکا چہرہ کھلا دیا۔

"آپ کی ٹکیٹس بُک ہو گئیں۔ آپ صُبح چار بجے کی فلائیٹ سے آسلام آباد پُہنچ جائیں گی۔" اثمارہ کو تسلی دِلا کر کال بند کرتے ہوئے اُس نے متفکر نظر سے آپریشن ہونے کی نشان دہی کرتی سُرخ بتی کو دیکھا۔ اُسکے دیکھتے ہی دیکھتے بتی بُجھی اور میزاب کا دِل دھڑک کر ٹھہر گیا۔ سرجیکل گاؤن میں ملبوس ڈاکٹر رضا اُس تک آیا۔

"آپریشن کریٹیکل تھا مگر کامیاب رہا۔ اگلے پانچ گھنٹے پیشنٹ کے لیئے بہت اہم ہیں۔ وائیٹلز سٹیبل ہیں مگر حتمی بات تبھی ہو گی جب مریض ہوش میں آجائے گا۔" اُسکی وہ اطلاع نہیں، میزابِ رحمت کے لیئے نئ زندگی کی نوید تھی۔

"جذاک اللہ، ڈاکٹر۔ آپ کی کوشش اور محنت کا احسان میں زندگی بھر یاد رکھوں گی۔" اُسکی ممنونیت نے تھکان کے باوجود رضا کو مُسکرانے پر مجبور کر دیا۔

"احسان یاد رکھنے کے بجائے مُجھ غریب کے ساتھ ڈنر کیسا رہے گا؟" رضا کی اگلی بات پر پیچھے کھڑے عباس کی آنکھوں میں ناگواری تیرنے لگی۔ اُسے یہ عجیب سا ڈاکٹر بالکل پسند نہیں آیا تھا۔

"ضرور! کسی دِن اِنشاءاللہ!" نرمی سے میزاب کو کہنا پڑا۔اُسکو فیورز کے بعد ایسے فارملز لانچ اور ڈنر کی عادت تھی تبھی رَد نہیں کر سکی۔

"پھِر مِلتے ہیں اگلے سنڈے۔" رضا مُسکرا کر آئی-سی-یو کی جانب بڑھ گیا۔میزاب جیسے ہی پلٹی عباس کی ناگوار نظروں کے تعاقب میں رضا کو جاتے دیکھ کر بے طرح حیرت سے عباس کو دیکھا۔اُسکے لیئے عباس کے چہرے کی ناگواری یکسر نئ تھی۔

"تمہیں کیا ہوا؟" وہ یہ سوال واقعی کرنا چاہتی تھی۔عباس نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر اُن حیران، مُنتظر آنکھوں کو دیکھا۔

"تمہیں ڈاکٹر رضا اچھے نہیں لگے؟" اُس روشن پیشانی پر موجود شِکنیں اور آنکھوں کے قریب تناؤ کی وجہ سے اکھٹی ہوئی بھنوں کو دیکھ کر اُس نے ناسمجھی سے سوال کیا۔

"کچھ عجیب ِچپکو سا لگا۔خوامخواہ کمبل ہو رہا تھا۔" وہ اپنی ناگواری مزید مُخفی نہیں رکھ سکا اور میزاب تھکتے اور نڈھال اعصاب کے باوجود کھِلکھلا کر ہنستی چلی گئ۔اُسکے دِل کو معلوم تھا کہ اُسے ہنسنا نہیں چاہیئے۔یہ سب بھُول کر ہنسنے کا مقام نہیں ہے مگر۔۔۔وہ پھِر بھی ہنس پڑی

تھی اور یہ بالکل پہلی بار تھا جب عباس سامنے کھڑی عورت کو یوں بے اِختیار کِھلکھلا کر ہنستے دیکھ رہا تھا۔

"یااللہ!"اُس کانوں میں رَس گھولتی ہنسی کا دورانیہ گو کہ بے حد مُختصر مگر بہت پُراثر تھا۔دِل وُروح پر ثبت ہو کر ہمیشہ کے لیئے نقش ہو جانے والا۔

"تم۔۔۔تم۔۔۔جیلس ہو رہے ہو؟"یونہی بے موقع اُسکے ہونٹوں سے نِکل گیا۔نِکلنا نہیں چاہیئے تھا۔عباس کے چہرے کا رَنگ اُڑا۔ نظریں چُرا کر پِھر سے اُس سُرخ قندھاری ہوتے چہرہ پر جمائیں جِن کی سُرمائی آنکھوں میں زمانے کی تھکن کے باوجود پوری قوت سے اپنی جانب عجیب کھینچ لینے والا سحر پُوشیدہ تھا۔وہ بھی خود کو گرفتار ہونے سے محفوظ نہیں رکھ سکا۔

"لاحول ولا قوۃ!"خود کو سَرزنش کر کے بےاِختیار مدہم سا بڑبڑاتے ہوئے اُس لبِ میزاب کے چہرے کی مُسکراہٹ معدوم کر دی۔

"رضا بہت اچھا اِنسان ہے۔تمہیں اُسکے بارے میں مشکوک نہیں ہونا چاہیئے۔"نرمی سے کہہ کر اُس نے پِھر سے راہداری کی دیوار سے ٹیک لگا لی۔

Clubb of Quality Content

"آپ نے گھر نہیں جانا؟" اُسکی وضاحت نے مزید عباس کو اُس رضا نامی چپکو سے متنفر کر دیا تبھی نظرانداز کر کے پوچھا۔

"جب تک ثمرہ کو ہوش نہیں آتا مجھے یہاں ہونا چاہیئے۔" اُسکی وضاحت پر عباس نے گہرا سانس لیا۔ وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ بزنجو خاندان کے سارے لوگ بارہ بجتے ہی خوابِ خرگوش کے مزے لاٹ رہے ہوں گے۔ ہاشم بزنجو کو معاملہ دبانا آتا تھا۔ سب کی خاموشی کو یقینی بنا کر دعوت جاری رہی ہو گی اور سب کے جاتے ہی بے فکر ہو کر سب اِیسے ہو گئے ہوں گے جیسے کچھ ہوا ہی نہ مگر یہ عورت!

"یہاں بینچ پہ بیٹھ جائیں میں آپکے لیئے کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔" اُسکی سنجیدگی پر میزاب نے ناسمجھی سے اُسکو دیکھا جسکے لہجے کی قطعیت پر اُس نے خُود کو بغیر چوں چراں کے بیٹھتا پایا۔ اُسکو بیٹھتے دیکھ کر عباس تیز قدموں سے ہاسپٹل کے کیفیٹیریا کی جانب بڑھ گیا۔ وہ چہرہ پھیر کر چند پل بھاری ہوتے اعصاب سے وہاں آئی-سی-یو کے شیشے کے دروازے کو دیکھتی رہی۔

نہ جانے صُبح کا سورج اُسکے لیئے کیا لے کر آئے گا۔ کچھ چونک کر اُس نے اپنا سیل فون آنکھوں کے سامنے کیا مگر گھر سے اُسکو کوئی کال یا میسج نہیں آیا ہوا تھا۔ یہ اُسکے لیئے نیا یوتا تو

ضرور پریشان یا اُداس ہو جاتی مگر یہ اُسکے لیئے نئ بات نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی دعوت اُس کہرام کے جانے کے بعد بھی جاری رہی ہو گی۔ اپنی سوچوں میں گُم اُسے اپنے بالکل برابر عباس کے بیٹھنے کا احساس نہیں ہو سکا۔

"بسم اللہ کریں!" اُسکے سامنے سینڈوچ کرتے ہوئے عباس نے اُسکی سوچوں پر لگام ڈال دی۔ میزاب نے ٹھٹکے بغیر اُسکے ہاتھ سے سینڈوچ لے کر عباس کو دیکھا جو کھانے کی باقی اشیاء کا شاپر گود میں رکھے سامنے دیکھ رہا تھا۔

"تم بھی کھاؤ۔" اُسکی ہدایت یقینی تھی۔ عباس جانتا تھا اُسے اکیلے کھانا نہیں پسند تبھی خود بھی سینڈوچ نکال کر آہستگی سے یونہی سامنے دیکھ کر کھانے لگا۔ اُس مدہم روشنیوں میں نہائی راہداری میں دبیز خاموشی کا احساس شدید تر ہونے لگا۔ دس منٹ بعد اُس نے ایک نظر میزاب کے ہاتھوں میں موجود خالی ریپر کو دیکھا اور قبل اِسکے جُھک کر لیتا، میزاب کا سَر اُسکے شانے سے آلگا۔ ساکن ہوتے عباس نے بے اِختیار چہرہ پھیر کے اُسے دیکھا جو اِرد گرد سے غافل ساری تھکاوٹ کے ہاتھوں مجبور ہو کر گہری نیند کی وادی میں اُتر گئ تھی۔ اُس نے سانس لینے کی کوشش کی مگر لے نہیں سکا۔ سیدھا چہرہ کر کے اُس نے جِس پَل سامنے دیکھا

عباس کا کچھ دیر پہلے والا سپاٹ اور بے تاثر چہرہ کہیں بھی نہیں تھا۔ وہ عباس جان نِثار کی زندگی کی پہلی رات تھی جِس میں اُس نے سانس نہیں لیا، آنکھ نہیں جھپکی بس دھڑکنوں کو بے تحاشہ دھڑکتے رہنے کے لیئے کھلا چھوڑ دیا اور وہ بھی ہر قید سے آزاد دِل کے میدان میں سرپٹ، بے لگام ہو کر دوڑ رہی تھیں مگر اُس سب سے غافل دُشمنوں کی عورت جِسکی جانب سے عباس اپنا دِل سخت پتھر کر لینا چاہتا تھا، اُسکے شانے پر سر رکھے چین کی نیند سوتی رہی۔ وہ اُس عورت کو جھٹک نہیں سکا۔ سنجرانی خاندان کا ولی عہد جو دُشمنوں سے جنگ کا علم بند کیئے بلوچستان کے پہاڑوں سے اسلام آباد کی سرزمین پر اُترآیا تھا اُسکو کسی اور شے نے اپنے شکنجے میں بُری طرح جکڑ لیا تھا۔ عباس جان نِثار کو اَب کہیں اَمان نہیں مِلنے والی تھی۔

✓ خُوشبُو کو ترک کر کے نہ لائے چمن میں رنگ

اِتنی تو سوجھ بُوجھ میرے باغباں میں ہے

لشکر کی آنکھ مالِ غنیمت پہ ہے لگی

سالارِ فوج اور کسی اِمتحاں میں ہے

ہر جاں نِثار یاد دہانی میں ہے مُنہمک

نیکی کا ہر حساب دلِ دوستاں میں ہے

حیرت سے دیکھتا ہے سمندر میری طرف

کشتی میں کوئی بات ہے کہ بادباں میں ہے۔۔۔

(پروین شاکر)

وہ رات پہلی تھی جس میں میزابِ رحمت بھرپور نیند لے کر سوئی تھی۔اِتنی پریشانی، گلٹ اور خوف میں اِیسی تحفظ بھَری نیند آنا کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔اپنا سَر اُٹھائے بغیر اُس نے خود کو بہت تازہ دَم محسوس کیا۔قریب سے آتی وہ مخصوص معطر کرتی خُوشبو جس نے ہمیشہ اُسکو اپنی تحفظ بھَرے حصار میں لیا تھا اَب بھی اُسکی قوتِ شامہ سے ٹکرائی۔کئی دَھڑکنیں مدغم ہوئیں اور پِھر اُس نے سَر اُٹھائے بغیر چُور نظروں سے آہستگی سے چہرہ پھیرا۔سُرمائی آنکھوں کا سُنہری آنکھوں سے دَھڑکنوں کی تال اُلٹ کرر کھ دینے والا ٹکراؤ ہوا۔

"تم۔۔۔نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟"یونہی اُن آنکھوں میں دیکھتے میزاب کا لہجہ مدھم تھا۔

"آپ پُر سکون نیند میں تھیں۔ مجھے اچھا نہیں لگا۔" مُناسب کے بجائے 'اچھا' کا اِستعمال دِل کی مرضی پر کیا گیا۔ میزاب کی پلکیں لرز کر جُھکیں اور پِھر وہ خود سے گھبرا کر تیزی سے پیچھے ہوئی۔

"میں نے تمہیں تھکا دیا ہوگا۔" ندامت میں اُس سے نظریں نہیں مِلائی گئیں۔ اپنی کندھے میں ہوتا کھچاؤ نظرانداز کر کے سُنہری آنکھیں شوق سے دھمکنے لگیں۔

"تھکا تو واقعی دیا ہے۔" اُس مُضمحل خود کلامی پر میزاب نے نا سمجھی سے اُسے دیکھا یوں جیسے سُننے میں مُغالطہ ہوا ہو۔

"ہاں!" اُسکے اِستفسار پر عباس نے نظروں کا زاویہ بدل کا اپنا شانہ سہلایا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ سارا افُسوں چودھویں رات کے جاتے ہی جا چُکا تھا۔

قبل اِسکے میزاب اندر جانے کا اِرادہ کرتی، راہداری سے بھاگ کر آتی عورت کو دیکھ کر اُسکا سانس تھم گیا۔ اُسکے پھیکے پڑتے چہرے اور پھیلتی آنکھوں کے تعاقب میں عباس نے چہرہ پھیرا اور پِھر اُس تک آیا جو کسی بھی لمحے ڈھے سکتی تھی۔ وہ جانتا تھا اُسے عباس کی تسلی اور تشفی کی کوئی ضرورت نہیں۔

"آپ۔۔۔آپ ہیں میزاب؟" قریب آتی اُس ثمرین نامی عورت نے پریشانی سے بوکھلا کر پوچھا۔ میزاب کی آنکھیں، چہرہ اور گردن ایک ساتھ نیچے جُھکتے چلے گئے۔ وہ اِس عورت کو نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"ایم سوری!" اُسکی مدھم مُختلف بات پر ثمرین نے ٹھٹک کر اُسے دیکھا۔

"میری بہن کو کیا ہوا ہے؟" اُس ندامت اور شرمندگی سے جُھکے چہرے کو دیکھ کر اُسے کوئی خوفناک خدشہ لاحق ہوا۔

"آئی-سی یو میں ہیں۔ اُنکا آپریشن کامیاب ہوا ہے لیکن ہوش میں آنے کے بعد ہی کچھ بھی حتمی کہا جاسکتا ہے۔" عباس نے میزاب کی مشکل کم کرنا چاہی۔ ثمرین کی آنکھیں حیرت اور صدمے سے پھیلیں۔

"میری بہن کو کیا ہوا ہے؟" اُسکے حلق سے الفاظ بامشکل رُندھے لہجے میں نِکلے۔ میزاب کا چہرہ کچھ اور جُھک گیا۔

"میرے بھائی کی وجہ سے آپکی بہن۔۔۔شدید زخمی ہوئی ہے۔" لرزتے، کانپتے لہجے میں جو بتایا گیا اُس پر ثمرین کے کلیجے پر ہاتھ پڑا۔ عباس جان نِثار کے چہرے کا ہر تاثر بدلا۔ چند لمحے

ثمرین یونہی بے یقینی سے میزاب کے جُھکے چہرے کو دیکھتی رہی اور پھر فضا تھپڑ سے گونج اُٹھی۔ عباس ایک جھٹکے سے آگے آنے لگا مگر میزاب نے خود کو بامشکل سنبھال کر اُسکو بازو سے پکڑ کر روک دیا۔ سُنہری آنکھوں میں سُرخی دوڑنے لگی، جبڑے بھینچ گئے۔

"میں معذرت چاہتی ہوں۔" دِل پر اُترتی قیامت کے مُقابلے جل اُٹھتے گال، پھٹتے ہونٹ کا درد کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ اذیت جو سامنے کھڑی عورت محسوس کر رہی تھی اُسکے مقابل میزاب کی تکلیف، اُسکی ندامت اور شرمندگی بہت ہیچ تھی۔

"وہ میری اکلوتی بہن، واحد رشتہ ہے۔ اگر اُسے کچھ بھی ہوا میں آپکو کبھی معاف نہیں کروں گی۔" چھلکتی آنکھوں کا غم بڑا جاں گُسل تھا۔

"میں آپکا غم سمجھ سکتی ہوں۔" نمناک آنکھوں کو بامشکل خُشک رکھے اُس نے آہستگی سے کہا۔

"آپ۔۔۔ آپ جیسی عورت کو کیا غم ہو گا جو سمجھ سکیں گی۔" وہ چیخ نہیں رہی تھی مگر چیخ رہی تھی۔ اُسکا ہر لفظ میزاب کے پہلے سے چھلنی دِل پر کاری ضرب تھا۔

"آپ اپنی بہن سے مل سکتی ہیں۔" بامشکل خود کو باور کروائے عباس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اُس عورت کو ٹھٹکا دیا۔اُس برابر کھڑے مردِ کی سنجیدگی آہنی تھی۔وہ کسی وقت بھی ضبط کھو کر اُسے ایک لگا سکتا تھا۔

"آپ کو گھر چلنا چاہیئے۔آپ کل سے یہاں کھائے،پیئے بغیر ہیں۔"عباس نے نرمی سے میزاب کا شانہ تھتپھا کر اُسے سَر اُٹھانے پر مجبور کر دیا۔

"میں یہاں رُکنا۔۔۔"اُس نے کہنا چاہا مگر عباس نے اُسکو جِن نظروں سے دیکھا وہ خاموش ہو گئی۔

"اَب اُنکی گارڈین آگئی ہیں۔یہاں آپکو پُھولوں کے ہار کوئی نہیں پہنائے گا۔"اُس نے سب کچھ شروع سے نہ دیکھ رکھا ہوتا تو لَب سیئے رکھتا مگر وہ خود کو یہ سخت بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکا۔ثمرین نے ناسمجھی سے سامنے کھڑے مردِ کو دیکھا اور تبھی میزاب نے اثبات میں سَر ہلایا۔

"آپ اپنی بہن سے مل لیں۔میں پِھر چکر لگاؤں گی۔"اُسے یہاں واقعی ابھی نہیں ٹھہرنا چاہیئے تھا۔اُن دونوں کے جاتے ہی ثمرین بھاگ کر آئی-سی-یو کی جانب بڑھ گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"قسم سے بابا میں تو ہنس ہنس کر پاگل ہو رہی تھی رقیہ آپا کی بات پر۔" صُبح گیارہ بجے کے قریب جِس وقت میزاب نے گھر کے اندر قدم رکھا، ناشتے کی ٹیبل پر موجود تمام افراد کے زندگی سے بھرپور قہقے کی آوازوں پر ٹھہر گئی۔ سب سے اُونچا قہقہ ذکی کا تھا۔ عباس نے کینہ توز نظروں سے اُس ہال کو دیکھا اور جی چاہا سب کچھ نیست و نابود کر آئے۔ کیسے گھٹیا اور بے حس لوگ تھے۔ لگ ہی نہیں رہا تھا رات یہاں اِتنا المناک واقعہ ہوا ہے۔ ہاتھوں کی مُٹھیاں بھینچ کر وہ تیز قدموں سے آگے بڑھی۔ عباس کو بھی یہیں سے گزر کر اپنے کمرے کی جانب جانا تھا تبھی اُسکے پیچھے تھا۔

"اور مُدثر خوامخواہ ڈر گیا تھا۔" آمینہ کاشف نے ہنسی ضبط کر کے مُدثر کو بیچ میں گھسیٹ لیا۔

"اَب یہ غلط ہے، مامی!" اُسکی دہائی نے ایک بار پِھر ہنسی کا طوفان برپا کر دیا۔ قدموں کی آہٹ پر ہاشم بزنجو نے قہقہ سمیٹ کر سائیڈ پر دیکھا جہاں سے میزاب گزر کر سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگی تھی۔

"زیبی بیٹا؟" اُنکی پُکار پر بڑے ضبط سے پلٹی۔

"جان نِثار تم جا کر آرام کرو۔ میں کچھ گھنٹے بعد آفس کے لیئے نِکلوں گی۔" اُنکی پُکار کو نظرانداز کر کے عباس کو کہتے ہوئے ہاشم بزنجو کو ششدر کر دیا۔

"میزاب! "اُنکو اپنی بات نظرانداز کیا جانا بہت ناگوار گزرا تھا تبھی سب نے محسوس کر کے اپنی ہنسی مزاق کے سیشن میں وقفہ دے دیا۔

"یہاں آؤ۔ اِتنی رونق لگی ہے۔" اُن کے لہجے کی بشاشت پر میزاب کا حلق کڑوا ہونے لگا۔ پلٹ کر وہ تیزی سے ہال کے داخلی دروازے تک آئی۔

"مجھے آپ اِس رونق سے معاف ہی رکھیں۔" اُسکی آواز کے سَردپَن پر سب کو سانپ سُونگھ گیا۔ سب نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"یہ کس طرح بات کر رہی ہو تم دادا سے؟" ذکی کی بازپُرس پر وہ مزید خود پر قابو نہیں رکھ سکی۔

"تم اپنی بکواس بند رکھو نہیں تو زُبان کھینچ لوں گی تمہاری۔" وہ اِس قدر زور سے چیخی کہ اپنے کمرے کی جانب جانے کو عباس ساکن ہوا گیا۔ سب نے آنکھیں پھاڑ کر ششدر ہو کے اُسے دیکھا جِس کی آنکھوں سے نکلتے شعلے ذکی کو کسی بھی لمحے بھسم کر سکتے تھے۔

"یہ کس انداز میں بات کر رہی ہو تم؟" اپنے باپ کی خاموشی پر کاشف بزنجو ایک جھٹکے سے کھڑے ہوئے۔

"میں نے کہا نہ مجھے اِس رونق سے معاف رکھیں۔" پلٹ کر اُس نے شل سے ہاشم بزنجو کی آنکھوں میں دیکھ کر بے حد ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"زیبی؟ تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیا اُس لڑکی نے ہمارے بارے میں کچھ کہا ہے؟" مُدثر نے نرمی سے کہنا چاہا مگر جِس طرح میزاب نے اُسکو دیکھا وہ نظریں یکسر مُختلف تھیں۔

"وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑتی لڑکی تم جیسے بزدل اور احمق شخص کے بارے میں کیا سکھ سکتی ہے؟" اُسکا جواب کے بجائے سوال مُدثر کو تھپڑ کی طرح جا لگا۔

"دیکھ رہے ہیں اِس بد تمیز، بے غیرت لڑکی کی زُبان کے جوہر، بابا۔ کہتی تھی نہ یہ لڑکی خاک ڈلوائے گی ہمارے سَر پر۔" رفعت شیر از کا لہجہ اِتنا زہر آلود تھا کہ عباس کی آنکھوں میں لہو اُترنے لگا۔ زُوبیہ اور ذکی نے پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"آپ جیسا بے حس اور سفاک ہونے سے کہیں زیادہ بہتر میرا بے غیرت ہونا ہے۔" اُسکے لہجے کی اُٹھان اور نفرت میں کچھ بہت دہلا دینے وال ہاشم بزنجو نے محسوس کیا۔

Clubb of Quality Content

"یہ تم اُس دو ٹکے کی لڑکی کے لیئے سب کو ذلیل کر رہی ہو؟" ذکی کے تمسخرانہ انداز پر وہ قدم قدم چلتی ذکی تک آئی اور اُس اطمینان سے بیٹھے، تمسخرانہ مُسکراتے شخص کو گریبان سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنے سامنے اُٹھا کھڑے کرتے ہوئے سب کی چیخیں بلند کر دیں۔ عباس تیز قدموں سے ہال کے دروازے تک آیا اور گھٹتے دِل سے اُسے دیکھنے لگا جِس کی تکلیف اُسکے دِل کو بھی زخما رہی تھی۔

"وہ مجبور، بے بس اور یتیم لڑکی اگر دو ٹکے کی ہے تو تم رئیس ماں، باپ کی بگڑی، بے غیرت اولاد کی کیا اُوقات ہے یاد دِلاؤں تمہیں۔" اُس نے بوکھلائے ذکی کو جھنجھوڑ کر اُسکی ساری تیزی طراری نکال کر رکھ دی۔

"میزاب!" ہاشم بزنجو پوری قوت سے چیخ اُٹھے مگر میزاب کو اُنکی آواز نہیں آ رہی تھی۔

"یہاں بیٹھ کر ہنسی اور قہقہے لگانے کے بجائے تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو چاہیئے تھا کہ اُس لڑکی کی صحت یابی کے لیئے دُعا کرتے کیونکہ اگر اُس لڑکی کو کچھ بھی ہوا نہ ذکی کاشف بزنجو تو تمہیں موت کی سزا میں خود دِلواؤں گی۔" ایک ایک لفظ اِتنا سخت، اٹل اور لہو جما دینے والا تھا کہ سب کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اُٹھی۔ ہاشم بزنجو نے پھیکے پڑتے چہرے سے میزاب کو

دیکھا جس نے پوری قوت سے ذکی کو واپس صوفے پر دھکیل دیا اور ایک نگاہِ غلط تک باقی سب پر ڈالے تیز تیز قدموں سے عباس جان نثار کے پاس سے دِل و رُوح کو معطر کرتے، اَسیر کر کے مبتلا کرتے خُوشبودار جھونکے کی مانند گزر گئی۔ وہ عورت عباس جان نثار کے دِل میں خیمہ زَن ہو چکی تھی اور اِس بار وہ غافل نہیں تھا۔ بے ساختہ پلٹ کر اُس نے میزاب کے لرزتے ہاتھوں کو دیکھا اور خود کو بے بسی سے اُسے پیچھے جاتا محسوس کیا۔ میزاب نے جیسے ہی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، وہ لڑکھڑا کر گرنے کو تھی تبھی عباس اُسکو تھام لینے کے لیئے آگے بڑھا مگر پھر ٹھہر گیا۔ وہ اپنی موجودگی اِس غمگین وقت پر اُس پہ آشکار نہیں کرنا چاہتا تھا جبکہ اُسکی موجودگی سے اچھی طرح آگاہ میزاب نے ریلنگ کو مضبوطی سے تھام کر خود کو بچا لیا۔ وہ عباس جان نثار کے سامنے مزید خود کو گرانا نہیں چاہتی تھی۔ بامشکل خود کو سنبھال کر وہ نیم تاریک سیڑھیوں سے آہستہ قدموں اُوپر جا رہی تھی اور عباس جانِ نثار چہرہ اُٹھا کر اُسے جاتے دیکھ رہا تھا جو اُسکے دِل سے کہیں نہیں جانے والی تھی۔ یہ اعتراف حسین مگر لمحے بوجھل کر دینے والا تھا۔

✓اے زیست! وضاحت نہیں دادِ دے کہ میں نے

نکتہ جو اُٹھایا ہے وہ باریک تو ہے نہ

چُھونے کی تمنا تھی مگر باز رہا میں

دی دِل کو تسلی کہ وہ نزدیک تو ہے نہ

تُجھ سہمے ہوئے چاند کو چُھوڑ آؤں میں گھر تک؟

کچھ اور نہ ہو راستہ تاریک تو ہے نہ۔۔۔

(افضل خان)

جاری ہے!

Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842